

سیرتِ خاتم النبیین صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(دوم)

﴿ زیر نگرانی ﴾

﴿ جمع و ترتیب ﴾

مولانا محمد الیاس گھمن
مکرم السلام
دارالافتاح

مجلسِ علمی
مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا



زیر انتظام
eMarkaz

markaz.edu.pk

فہرست

- سن 1 ہجری ----- 24
- ہجرت سے متعلق خواب مبارک: ----- 25
- ہجرت کا حکم: ----- 30
- نبی کریم ﷺ کے گھر کا محاصرہ: ----- 32
- حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر رسول ﷺ پر ----- 32
- محاصرین کی آنکھوں میں خاک: ----- 33
- نبی اکرم ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس: ----- 34
- صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سفری انتظامات: ----- 34
- گھر سے روانگی: ----- 35
- مشرکین مکہ کی بدحواسی: ----- 36
- ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت: ----- 37
- مشرکین مکہ غار ثور کے دھانے پر: ----- 40
- حفاظت کا خدائی بندوبست: ----- 42
- غار ثور سے ساحل سمندر کے راستے: ----- 43
- مختصر پڑاؤ اور خدمت نبوی کا جذبہ صدیقی: ----- 43
- قریشیوں کا بنو مدلج سے رابطہ: ----- 44
- سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کا پیچھا کرنا: ----- 45

- 47 ----- عاتکہ بنت خالد خزاعیہ (ام مَعْبُد) کے گھر:
- 49 ----- چرواہے کا قبولِ اسلام:
- 50 ----- قُبَاء میں آمد:
- 51 ----- مسجد قُبَاء کی تعمیر:
- 52 ----- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قُبَاء آمد:
- 53 ----- مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا روح پرور منظر:
- 54 ----- ننھی منی بچیوں کے استقبالیہ اشعار:
- 54 ----- انصار مدینہ کے ایمانی جذبات:
- 56 ----- بنو نجار کی سعادت:
- 56 ----- مَسْعَجِمْیرِی کا تعارف:
- 60 ----- دو منزلہ مکان میں زمانہ قیام:
- 61 ----- یثرب کی اندرونی صورتحال:
- 61 ----- تعمیر مسجد نبوی:
- 64 ----- مہاجرین کی آباد کاری:
- 65 ----- عقدِ موالات:
- 66 ----- عقدِ موآخات:
- 67 ----- انصار کی اطاعت گزاری:
- 68 ----- انصار کا جذبہ ایثار:
- 71 ----- منافقوں کی جماعت کا ظہور:
- 72 ----- منافقوں کا خاتمہ نہ کرنے کی وجہ:

- 74 ----- میثاقِ مدینہ:
- 81 ----- یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول:
- 82 ----- مدینہ منورہ کا پہلا اسلامی مدرسہ... صفحہ:
- 86 ----- چند معروف اصحابِ صفہ:
- 87 ----- حجروں کی تعمیر:
- 87 ----- اذان کا حکم:
- 89 ----- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ولادت:
- 89 ----- اہل بیت اور خاندانِ صدیقی کی خواتین کی ہجرت:
- 89 ----- زکوٰۃ کا حکم:
- 89 ----- مدینہ سے وبا کا خاتمہ:
- 90 ----- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت:
- 91 ----- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی:
- 91 ----- خواب میں بشارت:
- 95 ----- مشق نمبر 1
- 98 ----- سن 2 ہجری
- 99 ----- اجازتِ جہاد:
- 99 ----- جہاد کی ابتداء:
- 101 ----- سلسلہ غزوات و سرایا:

- 101 ----- غزوہ اور سریہ کی تعریف:
- 102 ----- غزوات کے نام اور تعداد:
- 102 ----- سرایا کے نام اور تعداد:
- 104 ----- غزوہ ابواء / ودّان:
- 105 ----- سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:
- 110 ----- غزوہ بواط:
- 110 ----- غزوہ سفوان:
- 110 ----- سریہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:
- 111 ----- سریہ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:
- 111 ----- سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:
- 111 ----- غزوہ عُسَیْرہ:
- 112 ----- سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:
- 112 ----- سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:
- 112 ----- تحویلِ قبلہ:
- 114 ----- سب سے پہلا نِخ:
- 115 ----- رمضان کے فرض روزوں کا حکم:
- 115 ----- عاشوراء کا روزہ:
- 119 ----- صلوة و سلام کا حکم:
- 119 ----- نماز میں سلام و کلام کی ممانعت:
- 119 ----- غزوہ بدر:

- 122 ----- جب رشتوں پر اسلام کی محبت غالب آئی:
- 123 ----- فرعونِ امت ابو جہل کا قتل:
- 124 ----- اُمیہ بن خلف کا قتل:
- 124 ----- دشمن کو شکست ہوئی:
- 125 ----- قریش کے نامور مقتولین:
- 125 ----- شہداء بدر:
- 126 ----- قلبِ بدر پر مقتولین کفار کو خطاب:
- 127 ----- بدر کے قیدی:
- 128 ----- اختلاف آراء... فدیہ یا قتل؟:
- 130 ----- غزوہ بدر کے موقع پر چند معجزات کا ظہور:
- 133 ----- حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی وفات:
- 133 ----- ابو لہب کی موت:
- 133 ----- سریہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ:
- 134 ----- صدقہ فطر اور نماز عید کا حکم:
- 134 ----- غزوہ بنی سلیم / قرقرۃ الکدر:
- 134 ----- سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ:
- 135 ----- سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:
- 135 ----- غزوہ سویق:
- 136 ----- عید الاضحیٰ اور قربانی:
- 137 ----- مشق نمبر 2

- 140 ----- سن 3 ہجری
- 141 ----- سر یہ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ:
- 141 ----- سر یہ عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ:
- 141 ----- سر یہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ (حادثہ رجیع):
- 143 ----- کفار کی غداری:
- 147 ----- سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح:
- 148 ----- غزوہ عطفان / ذی امر / انمار:
- 148 ----- غزوہ فزوع:
- 148 ----- غزوہ بنی قینقاع:
- 150 ----- اموال ضبطی اور جلا وطنی کا حکم:
- 150 ----- ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا پیغام نکاح:
- 152 ----- ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح:
- 152 ----- سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کا مکان:
- 153 ----- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت:
- 153 ----- غزوہ اُحد:
- 154 ----- قریش مکہ کی تیاریاں:
- 155 ----- رسول اللہ ﷺ کا خواب مبارک:
- 156 ----- منافقین کی غداری:
- 157 ----- صف بندی اور دو بدو لڑائی:
- 158 ----- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درے سے نیچے اترنا:

- 158 ----- پہلی وجہ... اجتہادی خطا:
- 159 ----- دوسری وجہ... مذموم دنیا مراد نہیں:
- 160 ----- تیسری وجہ... دہر اثواب کمانے کا جذبہ:
- 161 ----- جنگ ہاتھ سے نکل گئی:
- 164 ----- انگلی مبارک پر زخم:
- 165 ----- آپ ﷺ کا دندان مبارک شہید:
- 165 ----- آپ ﷺ کے رخسار اور سر مبارک زخمی:
- 166 ----- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جاٹھاری:
- 166 ----- تیر چلاؤ! میرے ماں باپ قربان:
- 168 ----- ابی بن خلف کا قتل:
- 169 ----- غزوہ اُحد میں چند معجزات کا ظہور:
- 170 ----- نوحہ کی حرمت:
- 172 ----- غزوہ حراء الاسد:
- 176 ----- ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:
- 176 ----- معیت رسول کا مختصر زمانہ:

177 ----- مشق نمبر 3

179 ----- سن 4: ہجری

180 ----- بنو نضیر سے معاہدہ:

- 180 ----- سر یہ منذر بن عمرو الساعدی رضی اللہ عنہ / بِرِّمَعُونَه: -----
- 183 ----- بنو نضیر کی عہد شکنی: -----
- 183 ----- غزوہ بنو نضیر: -----
- 185 ----- شراب کی حرمت کا حکم: -----
- 187 ----- حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت: -----
- 187 ----- غزوہ بدر موعود: -----
- 188 ----- ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی: -----
- 190 ----- مشق نمبر 4 -----
- 191 ----- سن 5 ہجری -----
- 192 ----- غزوہ دُومَة الجُندَل: -----
- 193 ----- وفدِ مُزَیْنَه: -----
- 193 ----- وفد عبد القیس: -----
- 194 ----- غزوہ بنی مُصَلَّق / مُرَیْسِیْع: -----
- 195 ----- جاسوس کا قتل: -----
- 196 ----- اہل اسلام کی فتح: -----
- 197 ----- ”اَفْک“ کا دلخراش واقعہ: -----
- 202 ----- نزول وحی میں تاخیر اور مشاورت: -----
- 204 ----- پاکدامنی کی نبوی شہادت: -----

- 206 ----- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یقین کامل: -----
- 206 ----- سورة النور کا نزول: -----
- 206 ----- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی خدائی شہادت: -----
- 207 ----- خوشی کا سماں: -----
- 208 ----- حد قذف کا نفاذ: -----
- 210 ----- تیمم کا حکم: -----
- 211 ----- حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی: -----
- 213 ----- غزوہ خندق / احزاب: -----
- 213 ----- جنگی حکمت عملی: -----
- 217 ----- یہود بنو نضیر کی بد عہدی: -----
- 220 ----- یہودی جاسوس کا خاتمہ: -----
- 220 ----- ایک جنگی تدبیر: -----
- 223 ----- کفر کی کمر ٹوٹ گئی: -----
- 223 ----- غزوہ احزاب میں چند معجزات کا ظہور: -----
- 224 ----- غزوہ بنی قریظہ: -----
- 226 ----- اجتہاد سے متعلقہ اصولی بات: -----
- 226 ----- ملائکہ کا لشکر بنو قریظہ پہنچا: -----
- 226 ----- سردار بنو قریظہ کعب بن اسد کی تین شرطیں: -----
- 227 ----- حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ: -----
- 229 ----- حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ: -----

- 230 ----- بنو قریظہ کے غداروں کا انجام:
- 231 ----- حضرت ابولہبابہ رضی اللہ عنہ کی براءت:
- 232 ----- ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی:
- 234 ----- چند معجزات کا ظہور:
- 235 ----- حجاب کا حکم:
- 237 ----- مشق نمبر 5 -----
- 239 ----- سن 6 ہجری
- 240 ----- سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:
- 240 ----- سریہ عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ:
- 240 ----- سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:
- 241 ----- سریہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ:
- 241 ----- سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:
- 241 ----- سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:
- 241 ----- سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:
- 242 ----- سریہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:
- 242 ----- سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:
- 242 ----- غزوہ بنی لحيان:
- 243 ----- سریہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ:

- 243 ----- سر یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: -----
- 244 ----- سر یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: -----
- 244 ----- سر یہ عبد اللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ: -----
- 244 ----- سر یہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ: -----
- 245 ----- سر یہ گرز بن جابر رضی اللہ عنہ: -----
- 245 ----- غزوہ حدیبیہ: -----
- 246 ----- نبی کریم ﷺ کا خواب مبارک: -----
- 248 ----- اہل مکہ کے نام پیغام اور ان کا رویہ: -----
- 250 ----- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ: -----
- 251 ----- بیعت رضوان: -----
- 260 ----- سُہیل بن عمرو کی آمد: -----
- 261 ----- صلح نامے کی شرائط: -----
- 262 ----- ابو جندل رضی اللہ عنہ کی مکہ سے حدیبیہ آمد: -----
- 264 ----- سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دانش مندانہ کردار: -----
- 265 ----- صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات: -----
- 266 ----- رسول اللہ ﷺ پر جادو: -----
- 267 ----- جادو کے برحق ہونے کا معنی: -----
- 269 ----- انگوٹھی مبارک: -----
- 269 ----- انگوٹھی کا نقش مبارک: -----
- 270 ----- غزوہ ذی قرد / غابہ: -----

- 272 ----- سر یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: -----
- 272 ----- ظہار کا حکم نازل ہوا: -----
- 273 ----- واقعہ ظہار: -----
- 273 ----- وفدِ جذام: -----
- 274 ----- ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح: -----
- 275 ----- حج کا حکم نازل ہوا: -----
- 275 ----- سر یہ عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ: -----
- 277 ----- مشق نمبر 6 -----
- 279 ----- سن 7 ہجری -----
- 280 ----- سر یہ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ: -----
- 280 ----- غزوہ خیبر: -----
- 281 ----- منافقین کی خفیہ سازش: -----
- 283 ----- اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوا: -----
- 284 ----- غزوہ خیبر میں چند معجزات کا ظہور: -----
- 285 ----- حرمتِ متعہ: -----
- 287 ----- وفدِ دوس: -----
- 287 ----- خیبر کی نصف پیداوار: -----
- 287 ----- کھانے میں زہر: -----

- 288 ----- مالِ غنیمت کی تقسیم:
- 289 ----- ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی:
- 290 ----- غزوہ وادی القریٰ:
- 291 ----- غزوہ ذات الرقاع:
- 294 ----- سریہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:
- 294 ----- سریہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:
- 294 ----- سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ:
- 295 ----- سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:
- 295 ----- سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ:
- 295 ----- عمرۃ القضاء:
- 297 ----- کعبہ کی چھت پر اذان:
- 297 ----- اُمّہ بنتِ حمزہ رضی اللہ عنہا کی کفالت:
- 297 ----- ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی:
- 298 ----- مکہ سے روانگی:
- 299 ----- مبارک نکاح کی برکات:
- 300 ----- سریہ آخرم ابن ابی العوّجاء رضی اللہ عنہ:
- 300 ----- وفد اشعریین:
- 301 ----- بادشاہانِ عالم کے نام خطوط:
- 301 ----- 1... کسریٰ شاہِ فارس (ایران) کے نام خط:
- 302 ----- 2... قیصر شاہِ روم کے نام خط:

- 303 ----- ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) سے مکالمہ:
- 305 ----- 3... نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط:
- 307 ----- 4... مَقْبُوقِس شاہ مصر کے نام خط:
- 310 ----- کنیز رسول سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:
- 310 ----- ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ:
- 311 ----- 5... شاہ یمامہ ہوزہ بن علی کے نام خط:
- 312 ----- 6... شاہ عَنَسَان حارث بن ابی شمر کے نام خط:
- 312 ----- 7... شاہ عُثْمَان جیفر کے نام خط:
- 312 ----- 8... شاہ بحرین منذر بن ساویٰ کے نام خط:
- 313 ----- مشق نمبر 7
- 315 ----- سن 8 ہجری
- 316 ----- سر یہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:
- 316 ----- سر یہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:
- 316 ----- منبر مبارک:
- 317 ----- سر یہ شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ:
- 318 ----- سر یہ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ:
- 318 ----- سر یہ موتہ:
- 319 ----- سر یہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

- 319 ----- سر یہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ: -----
- 320 ----- سر یہ عمرو بن مَرّہ الجہنی رضی اللہ عنہ: -----
- 320 ----- سر یہ ابو قتادہ بن حارث الربعی السلمی رضی اللہ عنہ: -----
- 320 ----- سر یہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ: -----
- 321 ----- سر یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما: -----
- 321 ----- سر یہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ: -----
- 322 ----- فتح مکہ کی خوشخبری: -----
- 322 ----- غزوہ فتح مکہ: -----
- 322 ----- معاہدہ کی خلاف ورزی: -----
- 323 ----- ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تجدید عہد کے لیے مدینہ آمد: -----
- 324 ----- اہل اسلام کی تیاریاں: -----
- 324 ----- حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط: -----
- 325 ----- عقیدہ ختم نبوت کا اظہار: -----
- 326 ----- مَرّۃ الظہران پر پڑاؤ: -----
- 327 ----- عسکری حکمت عملی: -----
- 328 ----- حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اعزاز: -----
- 328 ----- لشکر اسلام آگیا ہے: -----
- 330 ----- غسل کعبہ (زادھا اللہ شرفا): -----
- 330 ----- عام معافی کا اعلان: -----
- 331 ----- معافی سے مستثنیٰ چند افراد: -----

- 333 ----- وفود کا سلسلہ:
- 333 ----- سریہ سعد بن زید الا شہلی رضی اللہ عنہ:
- 334 ----- سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:
- 334 ----- سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:
- 335 ----- غزوہ حُثَیْن / ہوازِن:
- 338 ----- کثرت پر نگاہ کی وجہ سے محبوبانہ عتاب:
- 340 ----- اہل اسلام کی فتح:
- 341 ----- سریہ ابو عامر عبید اشعری رضی اللہ عنہ:
- 343 ----- سریہ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ:
- 343 ----- غزوہ طائف:
- 345 ----- رسول اللہ ﷺ کا ایک مبارک خواب:
- 345 ----- وفدِ ہوازِن:
- 346 ----- سریہ قیس بن اسد رضی اللہ عنہ:
- 346 ----- وفدِ ضُءاء:
- 347 ----- سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:
- 348 ----- مشق نمبر 8
- 350 ----- سن 9 ہجری
- 351 ----- سریہ عُیَیْنہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ:

- 351 ----- سر یہ عبداللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ: -----
- 351 ----- سر یہ قطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ: -----
- 351 ----- سر یہ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ: -----
- 352 ----- سر یہ علقمہ بن حُجْزَز مدنی رضی اللہ عنہ: -----
- 352 ----- سر یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: -----
- 353 ----- سر یہ عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ: -----
- 353 ----- غزوہ تبوک: -----
- 353 ----- تنگی کا زمانہ: -----
- 355 ----- علی! میرا آپ سے موسیٰ و ہارون علیہما السلام جیسا تعلق ہے: -----
- 356 ----- خلافت علی رضی اللہ عنہ بلا فصل کا غلط نظریہ: -----
- 357 ----- پیچھے رہ جانے والے: -----
- 358 ----- مدینہ منورہ واپسی: -----
- 358 ----- غزوہ تبوک میں رونما ہونے والے چند معجزات: -----
- 361 ----- سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: -----
- 362 ----- موزوں پر مسح کا حکم: -----
- 363 ----- مسجدِ ضرار: -----
- 365 ----- گرانے اور جلانے کا حکم: -----
- 365 ----- وفدِ ہمدان: -----
- 365 ----- لعان کا حکم نازل ہوا: -----
- 367 ----- وفدِ بنی مرہ: -----

- 368 ----- وفد بہراء:
- 369 ----- وفد بنی حنیفہ:
- 370 ----- مسیلمہ کذاب کی چند نحوستیں:
- 370 ----- وفد نصاریٰ بحر ان:
- 374 ----- دعوتِ مہابلہ:
- 374 ----- خلافتِ علی رضی اللہ عنہ بلا فضل پر استدلال باطل ہے:
- 376 ----- رسول اللہ ﷺ کی صرف ایک بیٹی پر استدلال باطل ہے:
- 377 ----- اگر مہابلہ ہو جاتا تو...:
- 378 ----- عہد نامہ:
- 379 ----- گرز بن علقمہ کا قبولِ اسلام:
- 379 ----- عبدالمسیح اور ایہم کا قبولِ اسلام:
- 380 ----- وفدِ ضمام بن ثعلبہ:
- 381 ----- سریہ ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما:
- 381 ----- وفدِ ثقیف:
- 383 ----- حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:
- 384 ----- سریہ ابو موسیٰ اشعری، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما:
- 385 ----- امیر حج سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:
- 387 ----- روافض کا غلط استدلال:
- 387 ----- وفدِ ثجیب:
- 388 ----- وفدِ طے:

- 388 ----- وفدِ بنی فزارہ:
- 389 ----- وفدِ بنی اسد:
- 389 ----- وفدِ ہذیم:
- 390 ----- وفدِ بلی:
- 391 ----- وفدِ عذرہ:
- 392 ----- مشق نمبر 9
- 394 ----- سن 10 ہجری
- 395 ----- وفدِ بنی عامر بن صعصعہ:
- 395 ----- سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:
- 396 ----- وفدِ کدہ:
- 396 ----- سر یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:
- 396 ----- وفدِ طارق بن عبد اللہ محارب:
- 397 ----- وفدِ آزد:
- 399 ----- وفدِ سلیمان:
- 399 ----- وفدِ بنی عبس:
- 399 ----- وفدِ غاید:
- 400 ----- حجتہ الوداع:
- 401 ----- بیت اللہ کی زیارت اور طواف:

- 402 ----- میدان عرفات میں:
- 402 ----- مسلمان کے جان مال اور عزت کا تقدس:
- 403 ----- جاہلانہ رسوم کا خاتمہ:
- 406 ----- خطبے کا خلاصہ:
- 407 ----- تبرکات مقدسہ کی تقسیم:
- 407 ----- طواف، منیٰ اور وادی موصَّب:
- 408 ----- خطبہ غدیر خم:
- 409 ----- سریہ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ:
- 410 ----- سریہ بنو عبس:
- 410 ----- سریہ رعیہ سُحَیْمِی رضی اللہ عنہ:
- 410 ----- سریہ ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ:
- 410 ----- وفدِ عَنَسَان:
- 411 ----- وفدِ مَحَارِب:
- 411 ----- وفدِ خَوْلَان:
- 412 ----- وفدِ بنی حارث بن کعب:
- 413 ----- مشق نمبر 10
- 415 ----- سن 11 ہجری
- 416 ----- سریہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

- 416 ----- سر یہ علی بن ابی طالب و خالد بن سعید رضی اللہ عنہما: -----
- 416 ----- سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: -----
- 417 ----- وفد نَجْع: -----
- 417 ----- سر یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ: -----
- 419 ----- میرے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس: -----
- 419 ----- وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم: -----
- 421 ----- واقعہ قرطاس: -----
- 422 ----- روافض کا فاسد نظریہ: -----
- 423 ----- دس اہم باتیں: -----
- 432 ----- آخری خطبہ: -----
- 434 ----- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم: -----
- 436 ----- یوم وصال: -----
- 437 ----- سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع: -----
- 438 ----- نبوت کے بعد خلافت: -----
- 438 ----- خلافتِ نبوی کا مفہوم: -----
- 440 ----- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت: -----
- 440 ----- خلیفہ قریش سے ہوگا: -----
- 441 ----- انصار کی آمادگی: -----
- 442 ----- بیعتِ خاصہ میں انصار کی سبقت: -----
- 442 ----- بیعتِ عامہ: -----

- 443 ----- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت:
- 443 ----- ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بلا فصل خلافت پر اجماع:
- 444 ----- خلافت کے بعد پہلا خطبہ:
- 444 ----- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تجدید بیعت:
- 445 ----- غسل و تکفین:
- 445 ----- تدفین مبارک:
- 446 ----- قبر مبارک کی تیاری:
- 446 ----- جنازہ:
- 446 ----- قبر مبارک اور روضہ مبارکہ:
- 447 ----- قبر اطہر کے ذراتِ مقدسہ:
- 447 ----- حیاتِ النبی ﷺ:
- 448 ----- سماعِ صلوة و سلام:
- 448 ----- استشفاع عند قبر النبی ﷺ:
- 448 ----- عرضِ اعمال:
- 449 ----- نبی ﷺ اور امتی میں چند فرق:
- 449 ----- نبوت کی مالی میراث جاری نہیں ہوتی:
- 450 ----- دو اہم حکمتیں:
- 452 ----- مشق نمبر 11 -----

سن 1 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی ہجرت کا تفصیلی واقعہ
 مسجد قباء و مسجد نبوی کی تعمیر، اصحابِ صفہ کا تعارف، میثاقِ مدینہ
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی، عقد موآخات، حجروں کی تعمیر، زکوٰۃ کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے محب اور محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قلبی قوت دور دور سے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ رہی تھی انہی میں مدینہ منورہ کے کچھ لوگ بیعت عقبہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، مکہ میں اہل اسلام پر مشرکین کے مظالم دیکھے تو ان کے دل بھر آئے چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ہاں مدینہ آنے کی دعوت دی۔

ہجرت سے متعلق خواب مبارک:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَهْجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ يَهْمُ نَحْلٌ فَذَهَبَ وَهَلَى إِلَى أَهْلِهَا الْبَيْمَامَةَ أَوْ هَجَرَ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَنْتَرِبُ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3622

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو بکثرت کھجوروں والی ہے۔ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ اس سرزمین سے مراد بیامہ یا ہجر کا علاقہ ہوگا۔ لیکن درحقیقت یہ مدینہ منورہ کی باہرکت سرزمین تھی۔

اس خواب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اللہ رب العزت کی طرف سے مجھے یہ بات بتلائی گئی ہے کہ اہل ایمان کا دار الحجرت یثرب ہو گا لہذا کوئی جانا چاہے تو جاسکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے عازم مدینہ ہوئے۔ عشق بلاخیز کے اس قافلہ سخت جاں میں وہ بھی تھے جو نادار و غربت کے مارے ہوئے تھے اور وہ بھی تھے جو مکہ میں

صاحب ثروت، بڑے کاروبار اور جائیدادوں کے مالک تھے، مگر اب ان کے مال و متاع، باغات، جائیداد اور سامان تجارت پر مشرکین مکہ نے قبضہ جمالیا تھا، یہ لٹے لٹے لوگ اپنے جسم پر ایک لباس کے علاوہ کسی چیز کے مالک نہ تھے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد مخزومی، عامر بن ربیعہ عنزی، لیلی بنت ابی حثمہ، سعد بن ابی وقاص، عمار بن یاسر، بلال بن رباح، عبد اللہ بن جحش، ابو احمد، زینب بنت جحش، ام حبیبہ بنت جحش، حمنہ بنت جحش، محمد بن عبد اللہ بن جحش، زینب بنت ابی سلمہ بن عبد الاسد مخزومیہ، عکاشہ بن محسن، عمرو بن محسن، ام قیس بنت محسن، شجاع بن ابی وہب، عقبہ بن وہب، اربد بن حمیرہ، منقذ بن نباتہ، سعید بن رقیش اسدی، یزید بن رقیش اسدی، محرز بن نضلہ اسدی، قیس بن جابر، مالک بن عمرو اسدی، صفوان بن عمرو اسدی، ثقیف بن عمرو عدوانی، ربیعہ بن اکثم اسدی، زبیر بن عبیدہ اسدی، تمام بن عبیدہ اسدی، سخرہ بن عبیدہ اسدی، جذامہ بنت جندل، ام حبیب بنت ثمامہ، آمنہ بنت رقیش، سخرہ بنت تمیم، حضرت عمر بن خطاب، عبد اللہ بن عمر بن خطاب، زید بن خطاب، فاطمہ بنت خطاب، حفصہ بنت عمر بن خطاب، خنیس بن حذافہ سہمی، سعید بن زید، عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی، عمرو بن سراقہ عدوی، عبد اللہ بن مرقہ عدوی، واقد بن عبد اللہ تمیمی، خولی بن ابی خولی جعفی، مالک بن ابی خولی جعفی، ایاس بن بکیر، عاقل بن بکیر لیشی، عامر بن بکیر لیشی، خالد بن بکیر لیشی، عمرو بن عبد المطلب، زید بن حارثہ، اسامہ بن زید، حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن، ابو مسروح، ابو کبشہ سلیم، عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب، طفیل بن حارث بن عبد المطلب، حصین بن حارث بن عبد المطلب، سوبط بن سعد بن حرملہ قرشی، طلیب بن عمیر عبدی، خباب بن الارت تمیمی، ابو سبرہ بن ابی رہم عامری، شفاء بنت عبد اللہ عدویہ، فاطمہ بنت اسد (حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں)، فاطمہ بنت قیس، مصعب بن عمیر، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، سالم، عثمان بن عفان ذوالنورین، رقیہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عبد الرحمن بن عوف زہری، ابو عبیدہ بن جراح، عبد اللہ بن مسعود ہڈلی، زینب بنت عبد اللہ، حاطب بن ابی بلتعہ، عبد اللہ بن ام مکتوم، عمرو بن عوف، سہیل بن بیضاء فہری، صفوان بن بیضاء فہری، عمرو بن ابی عمرو مزنی، تمامہ بن عدی، معمر بن حارث، مسعود بن ربیع، عثمان بن مظعون، خولہ بنت حکیم، قدامہ بن مظعون، عبد اللہ بن مظعون، سائب بن عثمان بن مظعون، عمیر بن ابی وقاص، ابو برزہ سلمی، ابو مرثد غنوی، ابو کلیبہ سبار آزدی، ابو یحییٰ خباب، وہب بن سعد بن ابی سرح عامری، معمر بن ابی سرح فہری، عیاض بن زہیر فہری، عبد اللہ بن خزیمہ عامری، سعد بن مالک زہری اور سعد بن خولہ قرشی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

فائدہ: مذکورہ بالا تمام اسمائے گرامی سیرت کبریٰ سے نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ جنہوں نے پہلے سفر کیا ان کے اسمائے گرامی پہلے اور بعد میں سفر کرنے والے کے اسمائے گرامی بعد میں لکھے گئے ہیں۔ مزید یہ کہ ان میں سے اکثر وہ حضرات ہیں جو بدری ہیں۔

دارالندوہ میں اجلاس:

مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل محنت سے اللہ تعالیٰ آئے دن اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ فرما رہے ہیں، نہ صرف مکہ بلکہ مکہ سے باہر دوسرے شہروں سے بھی لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک وفد یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ کر تبلیغ اسلام کے فریضے کو دل و جان سے نبھا رہا ہے اور اس کے مثبت اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور مدینہ کے لوگوں کی دعوت پر آپ

صلی اللہ علیہ وسلم بھی عنقریب مدینہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس ساری صورت حال پر غور و فکر کرنے اور اس کا کوئی حل نکالنے کے لیے دارالندوہ جو کہ درحقیقت قصی بن کلاب کا مکان تھا، وہاں ایک اہم اجلاس رکھا۔ اس میں درج ذیل افراد شامل تھے۔

ابولہب بن عبدالمطلب، ابو جہل عمرو بن ہشام، ابوسفیان بن حرب، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف، منبہ بن حجاج، نصر بن حارث، حکیم بن حزام، ابوالبحتری، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر، زمعہ بن اسود اور طعیہ بن عدی۔

شرکاء اجلاس کی آراء:

شرکائے اجلاس میں سے ایک نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ تم لوگ اس بات کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت کے افراد دن بدن بڑھ رہے ہیں، مکہ کے علاوہ عرب کے دوسرے علاقوں کے لوگ بھی ان کی دعوت پر لپیک کہہ کر شامل ہو رہے ہیں۔ اس ترقی کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ یہ لوگ کسی دن ہمارے اوپر غلبہ پا کر ہمارے آبائی دین کو صفحہ ہستی سے مٹادیں گے اور انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ہمیں مار ڈالیں گے۔ اس لیے کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے تاکہ ہمیں کل کوئی برادرنہ دیکھنا پڑے۔ یہ یقینی بات ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عروج ہمارے زوال کو مستلزم ہے۔

دوسرے نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قید کر لیا جائے اور ان پر پہرہ دیا جائے اور ان سے وہی سلوک کیا جائے جو ماضی میں شعراء (زہیر اور نابغہ) کے ساتھ کیا گیا تھا۔ قید ہی کی حالت میں ان کا دم نکل جائے۔

تیسرے نے کہا: یہ تدبیر ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب اور محبین ہر طرف سے جمع ہوں گے اور ہم پر حملہ کر دیں گے اور محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم) کو چھڑالے جائیں گے۔

چوتھے نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیس نکالا دیا جائے اس کے لیے جلا وطنی کی سزا کافی رہے گی۔ اس کے بعد ہمیں ہر طرح سے چین اور اطمینان ملے گا اور جو لوگ اس کا کلمہ پڑھ چکے ہیں وہ بھی دوبارہ ہمارے پاس آ کر مل جائیں گے۔

پانچویں نے کہا: یہ رائے تو پہلی رائے سے زیادہ کمزور ہے۔ کیا تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حسن اخلاق اور خوش کلامی کا اندازہ نہیں ہے کہ جس سے ایک مرتبہ بات کر لیتے ہیں اس کا اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ اگر ان کو نکال دیا گیا تو وہ اپنی خوش کلامی کے زور سے دوسرے قبائل کو اپنا اطاعت گزار بنا لیں اور انہیں اپنے ساتھ لے کر تم پر حملہ کریں گے اور اپنے گھوڑوں کی سموں سے تمہارا ایسا حال کریں گے کہ تمہارا نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔ اس لیے کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیے جو ہر لحاظ سے کارگر اور کامیاب ہو۔

ابو جہل کا مشورہ:

ابو جہل عمرو بن ہشام نے کہا: اے سردارانِ قریش! میرے دماغ میں ایک ایسی تدبیر آرہی ہے جو کسی اور کو نہ سوجھی ہوگی میری رائے میں اس سے بہتر تدبیر عملاً ممکن ہی نہیں۔ اتنی بات کہہ کر ابو جہل نے توقف کیا تو باقی لوگ اس سے کہنے لگے: اے ابو الحکم! وہ تدبیر اور تجویز جلدی بتاؤ! ابو جہل نے کہا: ہم تمام قبائلِ قریش میں سے ایک ایک شخص کا انتخاب کریں اور جس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو سو رہے ہوں رات کی تاریکی میں ان کے مکان کا محاصرہ کریں، جب وہ صبح نماز فجر کے لیے گھر سے نکلیں گے تو تمام لوگ ان پر اکٹھا حملہ کریں۔ اسی میں ان کا کام تمام کر دیں۔ قبیلہ بنو ہاشم تمام قبائل سے لڑ کر انتقام نہیں لے سکا اور آخر کار خون بہا لینے پر

راضی ہو جائے گا اور ہم آسانی سے خون بہا ادا کر کے اپنی جان چھڑالیں گے۔ یہی وہ صورت ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نجات مل سکتی ہے۔ ابو جہل کی اس تجویز و تدبیر کو سب لوگوں سے سراہا اور اس پر اتفاق کیا۔

ہجرت کا حکم:

مشرکین مکہ کے اس گھناؤنے فیصلے سے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو (بحکم خدا) مطلع کیا۔ کہ آج ہی رات آپ یہاں سے یثرب کی طرف روانہ ہوں۔ اور خواجہ عبدالمطلب کی بھتیجی رقیقہ بنت صیفی رضی اللہ عنہا نے بھی اس اجلاس اور اس میں ہونے والی مشاورت اور فیصلے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک خواب کے ذریعے ہجرت کا حکم مل چکا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے صحابہ و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو وفاقاً و تادمینہ منورہ بھیجا تا کہ سب کے اکٹھے جانے سے کوئی پریشانی نہ ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف آوری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت (گرمی سے بچاؤ کے لیے) سر پر چادر ڈالے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی تو تخت سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ تشریف لائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اہم مشورہ کرنا ہے لوگوں کو ہٹا دو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے گھر والوں کے علاوہ کوئی نہیں ہیں آپ بے فکر ہو کر ارشاد فرمائیں۔

ہم ساتھ چلیں گے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اب مجھے بھی ہجرت کرنے کا حکم مل چکا ہے اور میں نے آج ہی رات یثرب جانا ہے۔“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی سعادت نصیب ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آپ میرے ساتھ ہی چلیں گے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خوشی سے رو پڑے۔

خوشی کے آنسو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے پہلے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔ اپنے والد کو خوشی سے اشک بار ہوتا ہوا دیکھا تو اس بات کا یقین ہوا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔

سفر کی تیاریاں:

حضرت عائشہ اور آپ کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سامان سفر تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ ایک برتن میں کھانا دوسرے میں پانی رکھا۔ اب دونوں کو ایک جگہ اکٹھا باندھنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب کوئی چیز نہ ملی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ابو جان! کھانے اور پانی کے برتنوں کو اکٹھے باندھنے کے لیے مجھے اپنے نطاق کے علاوہ کوئی چیز نہیں مل رہی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نطاق کے دو ٹکڑے کر دو اور اس میں اس کو اچھی طرح باندھ دو! حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے نطاق کو لمبائی میں چیرا اور اس کے دو حصے کر دیے ایک سے پانی کا برتن جبکہ دوسرے سے کھانے کے برتن کو اچھی طرح باندھ دیا۔ اسی

دن سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النطاقین پڑ گیا۔
 فائدہ: نِطاق عربی زبان میں کمر بند کو کہتے ہیں۔ جسے عرب کی خواتین اپنی کمر میں
 مضبوطی سے باندھتی تھیں تاکہ تہبند وغیرہ ڈھیلا نہ ہو۔
 امانتوں کی واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی میں آج
 رات ہجرت کر کے جا رہا ہوں آپ فی الحال یہیں رکو لوگوں کی امانتیں میرے پاس
 رکھی ہوئی ہیں جب یہ امانتیں لوگوں کو واپس پہنچا دو تو پھر میرے پاس یثرب آجانا۔
 نبی کریم ﷺ کے گھر کا محاصرہ:

عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے حضرت
 جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: ”آج کی رات آپ اپنے بستر پر معمول
 کے مطابق آرام نہ فرمائیں۔“

محاصرین کی جماعت:

باہر دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر جمع ہوئے۔
 محاصرہ کرنے والی جماعت کے افراد یہ تھے: ابو جہل عمرو بن ہشام، ابو لہب بن
 عبدالمطلب، عقبہ بن ابی معیط، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، نصر بن حارث، ابن غیطلہ،
 زمعہ بن اسود، طبعہ بن عدی، منبہ بن حجاج، بنیہ بن حجاج اور حکم بن ابوالعاص۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر رسول ﷺ پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! آپ
 میری سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ اور اطمینان رکھو کہ تمہیں
 دشمنوں کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چادر اوڑھ

کر گھر کے صحن میں بستر پر سو گئے۔

محاصرین گھر میں نہیں گھسے:

محاصرین رات بھر دروازے کے باہر جمع رہے لیکن گھر میں نہ گھسے اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں یہ بات انتہائی معیوب سمجھی جاتی تھی کہ گھر والوں کی اجازت کے بغیر کوئی شخص گھر میں گھس آئے اس لیے رات بھر باہر کھڑے رہے لیکن اندر نہیں آئے۔

محاصرین کی آنکھوں میں خاک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے اس وقت ابو جہل محاصرین کی جماعت کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے: ”اگر تم لوگ مجھ پر ایمان لے آؤ تو تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمہیں ایسے ایسے باغات ملیں گے۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہ لائے تو مار دیے جاؤ گے، مرنے کے بعد زندہ کیے جاؤ گے اور تمہیں جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کہ یہ بات سن کر فرمایا کہ ہاں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جو لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے ان میں تو بھی شامل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کو اپنی مٹھی میں لیا اور سورۃ بقرہ کی ابتدائی چند آیات تلاوت فرمائیں وہ مٹی ہو امیں اڑادی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کی وجہ سے ان لوگوں کی آنکھوں کو (وقتی طور پر) اندھا کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچ سے باسانی تشریف لے گئے۔

کچھ دیر بعد ایک شخص جو محاصرین کی جماعت میں سے نہیں تھا وہاں سے گزرا اور ان سے پوچھا کہ تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم) کا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابھی تمہارے پاس سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ محاصرین نے دروازے کے کواڑ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھے ہوئے بستر پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اس شخص کی بات کو مذاق سمجھا اور آپس میں کہنے لگے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی چادر اوڑھے سویا ہوا ہے۔

نبی اکرم ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محاصرین کی ناکہ بندی کو ناکام بناتے ہوئے یہاں سے سیدھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے تیار اور سر پاپا انتظار تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سفری انتظامات:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے سفر سے متعلق درج

ذیل چند اہم انتظامات کیے:

- 1: چار ماہ پہلے سے دو خوب صحت مند اونٹ تیار کیے۔
- 2: اندھیری رات میں رستہ بتانے والے ایک شخص (عبداللہ بن ارقم) کو اجرت پر تیار کیا اور اس سے کہا کہ ٹھیک وقت پر ہمارے پاس یہ اونٹ لے آنا۔
- 3: اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ روزانہ رات کے وقت ہمیں قریش کی باتوں اور چہ میگوئیوں کی اطلاع دینا۔
- 4: اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو کھانا پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔
- 5: اپنے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو آپ کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے ان کو حکم دیا کہ دن بھر بکریوں کو چرا کر رات کو ہمارے پاس غار

میں لے آنا تاکہ ہم ان کا دودھ پی سکیں۔

گھر سے روانگی:

یکم ربیع الاول جمعرات تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب گھر سے نکلنے لگے تو اس وقت گھر میں موجود جتنی رقم تھی سب اپنے ساتھ رکھ لی۔ آپ کے والد ابو قحافہ عثمان نابینا تھے اور کافی بوڑھے تھے اور ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی پوتی سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے کہا: بیٹی! میرا خیال ہے کہ تمہارا والد تمہیں دوہری تکلیف میں ڈال گیا ہے خود بھی چلا گیا اور گزر بسر کے لیے جمع پونجی بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ دادا جان! وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ نے کہا کہ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چند پتھر لے کر اس گھڑے میں ڈال دیے جس میں دراہم و دینار جمع ہوتے تھے اور ان کے اوپر ایک کپڑا رکھ دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر اس گھڑے پر رکھ دیا۔ ابو قحافہ ٹٹول کر کہنے لگے: اب اتنی پریشانی نہیں۔

اے مکہ! تو مجھے عزیز ہے لیکن...!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رخ مبارک کرتے ہوئے فرمایا: اے مکہ! تو مجھے روئے زمین کی آبادی میں سے سب سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے باشندے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے اگر یہ لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے تو میں یہاں سے کبھی نہ جاتا۔

کسے معلوم تھا آج مکہ کی فضائی سال کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں، برکتوں اور ضیاءِ پاشیوں سے محروم ہونے جا رہی ہے۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَكَايِنٌ مِّنْ قَرْيَةٍ بِيْ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي اَخْرَجْتِكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

سورۃ محمد، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں کہ جو طاقت میں آپ کی اس بستی سے زیادہ تھیں جس کے رہنے والے لوگوں (مشرکین مکہ) نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا۔ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ان کو کوئی بچانے والا نہ ملا۔

مشرکین مکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر:

دوسرے دن جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں موجود نہیں تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے کیونکہ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ نبی اور صدیق ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں (اب تک ساتھ رہتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے ساتھ ہی رہیں گے) دروازے پر دستک دی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں۔ ابو جہل نے پوچھا کہ تمہارا باپ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ کہیں گئے ہیں لیکن جاتے وقت وہ (ساری تفصیل) بتا کر نہیں جاتے۔ ابو جہل نے غصے کی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے چہرے پر تھپڑ مارا۔

مشرکین مکہ کی بدحواسی:

جب یہ یقین ہو گیا کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نہ ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ تو ہر طرف تلاش شروع کر دی۔ مکہ کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی پراسرار عدم موجودگی ان کی حسرت و پریشانیوں میں اضافہ کا باعث بنی۔ حسرت یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاتھ سے بچ نکلے ہیں اور پریشانی یہ کہ اتنے شدید محاصرے سے کیسے نکلے؟

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ سے جبل ثور کی جانب چلے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے آگے آگے چلتے، کبھی پیچھے کی جانب، کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب یہ خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی دشمن سامنے سے آپ پر حملہ نہ کر دے تو دوڑ کر آگے آجاتا ہوں، جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے سے وار نہ کرے تو پیچھے آجاتا ہوں، جب یہ کھٹکا ہوتا ہے کہ کوئی دائیں جانب سے کوئی نقصان نہ پہنچائے تو دائیں جانب آجاتا ہوں اور جب یہ خوف ہوتا ہے کہ کوئی بائیں جانب سے آپ کو تکلیف نہ پہنچائے تو بائیں جانب آجاتا ہوں۔

قدمین مبارک پر زخم:

رات کی تاریکی میں پتھریلی زمین پر چلنے کی وجہ سے دونوں (نبی و صدیق) کے پاؤں زخمی ہو گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھا مبارک زیادہ زخمی ہوا، خون مبارک بہنے لگا جس سے نعلین مبارک بھر گئی۔

کندھوں کی سواری:

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہہ رہا ہے تو رہا نہ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس جاثار، وفادار کی دل جوئی کے لیے کندھوں پر سوار ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھایا اور غار ثور تک جا پہنچے۔

غار ثور کی صفائی:

جبل ثور میں ایک پرانا غار تھا اور اسی پہاڑ کے نام کی وجہ سے غار کا نام بھی غار ثور پڑ گیا تھا۔ عام طور پر چونکہ لوگ اپنے مکانوں میں رہتے ہیں غاروں میں نہیں رہتے اس لیے وہ مختلف حشرات الارض کا مسکن بنا ہوا تھا۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ فَبَكَى وَقَالَ: وَدِدْتُ أَنْ عَمِلِي كَلَّةٌ مِثْلُ عَمَلِيهِ يَوْمًا وَاجِدًا مِنْ أَيَّامِهِ وَلَيْلَةً وَاجِدَةً مِنْ لَيَالِيهِ أَمَا لَيْلَتُهُ فَلَيْلَةٌ سَارَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَارِ فَلَمَّا انْتَهَبَا إِلَيْهِ قَالَ: وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتَّى أَدْخُلَ قَبْلَكَ فَإِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ أَصَابَنِي دُونَكَ فَدَخَلَ فَكَسَحَهُ وَوَجَدَ فِي جَانِبِهِ ثُقْبًا فَشَقَّ إِرَاةً وَسَدَّهَا بِهِ وَبَقِيَ مِنْهَا اثْنَانِ فَأَلْقَمَهُمَا رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْخُلْ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَأْسَهُ فِي حَجْرَةٍ وَتَأَمَّرَ فَلِدَّغَ أَبُو بَكْرٍ فِي رِجْلِهِ مِنَ الْجَحْرِ وَلَمْ يَتَحَرَّكَ خِيفَةً أَنْ يَنْتَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوعُهُ عَلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟» قَالَ: لِدِعْتُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمَّي فَتَقَفَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ ثُمَّ انْتَقَضَ عَلَيْهِ وَكَانَ سَبَبَ مَوْتِهِ... الخ

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: 6034

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ اور فرمانے لگے کہ میری ساری زندگی کے نیک اعمال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک دن اور ایک رات کے اعمال کے برابر ہو جائیں۔ رات تو وہ والی جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت والا

سفر کیا اور غار ثور تک پہنچے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہونے لگے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! پہلے مجھے داخل ہونے دیجیے تاکہ اگر کوئی موزی (تکلیف دینے والی) چیز موجود ہو تو اس کی تکلیف مجھے پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں جانے سے رک گئے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس کی اچھی طرح صفائی کی، جہاں سوراخ وغیرہ نظر آئے اپنی چادر کو پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ دو سوراخ باقی رہ گئے جس کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی تو اپنے پاؤں کی ایڑیاں ان پر رکھ دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اندر تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر ان کی گود میں سر مبارک رکھ آرام فرمانے لگے۔ (اتفاق سے ان سوراخوں میں سے ایک سوراخ سانپ کی بل کا تھا، سانپ نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی موجود تھی) سانپ نے (باہر نکلنے سے رکاوٹ بننے والی) اس ایڑی کو ڈسا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے درد کی شدت کے باوجود انتہائی صبر و ضبط سے کام لیا اور ذرہ برابر اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔ (لیکن وہ معمولی تکلیف نہ تھی بلکہ سانپ کا زہر تھا جو کمال ضبط کے باوجود) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو کی شکل میں بہہ پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ پوچھا کہ ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! سانپ نے ڈس لیا ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں ڈنک مارا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جگہ

بتائی۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ اپنا مبارک لعاب لگایا سانپ کے زہر اور درد ایک لمبے عرصے کے لیے ختم ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری دنوں میں یہی زہر دوبارہ جسم میں سرایت کر آیا اور اسی کے اثر سے شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

فائدہ: امام علی بن سلطان محمد ابوالحسن نور الدین ملا علی القاری (المتوفی: 1014ھ) اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: (وَكَانَ) أَي: الْإِنْتِقَاضُ (سَبَبَ مَوْتِهِ). أَيْ فَحَصَلَ لَهُ شَهَادَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

اسی زہر کا دوبارہ سرایت کرنا آپ کی وفات کا سبب بنا جو کہ درحقیقت اللہ کے راستے میں شہادت کا رتبہ ہے۔

مشرکین مکہ غار ثور کے دھانے پر:

دوسری طرف یہ حالات تھے کہ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کے لیے دو کام کیے:

1: یہ اعلان کر لیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو زندہ گرفتار کر کے لائے یا قتل کر کے لائے گا اس کو ہر ایک کے بدلے میں سو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔

2: کھوجیوں کو بلایا گیا جو قدموں کے نشانات کو دیکھ کر چلنے والے کی منزل کا پتہ بتاتے ہیں۔

کھوجی دونوں کے نشانات قدم کو دیکھتے دیکھتے غار ثور کے دھانے تک آگئے۔ اور کہنے لگے کہ قدموں کے نشانات کے اعتبار سے ان دونوں کا یہاں تک آنا ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو جن لوگوں کی تلاش ہے وہ یہیں کہیں موجود ہیں۔ مشرکین پہاڑ پر

چڑھ کر ہر طرف متلاشیانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اور بالکل غار کے دھانے پر کھڑے ہو گئے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حزن و غم:

ایسے موقع پر فطری طور پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر حزن و غم کی ایک کیفیت طاری ہوئی۔ قرآن کریم کی تصریح (لَا تَحْزَنُ) کے مطابق یہ کیفیت حزن و غم والی ہے خوف والی نہیں۔ یعنی اپنی ذات کا غم نہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو تسلی کے لیے یہ نہیں کہا کہ خوف نہ کرو بلکہ فرمایا کہ غم نہ کرو۔

فائدہ: خوف اور حزن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ خوف کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے جبکہ حزن کا تعلق دوسرے کی ذات سے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا اور وہ اللہ کے حکم سے اڑدھا بن گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے اپنی ذات کے بارے میں خوف ہوا کہ کہیں مجھے نقصان نہ پہنچائے۔ اس لیے اس موقع پر اللہ رب العزت نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ۔

اے موسیٰ! اس کو پکڑیں اور (اپنی ذات کے نقصان کا) خوف نہ کریں۔

اور یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ

ابو بکر! آپ میرا غم نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی تسلی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میں مارا

گیا تو اس کا اثر میری ذات اور خاندان تک محدود رہے گا لیکن خدا نخواستہ اگر آپ کو

کوئی آنچ آئی تو ساری امت تباہ ہو جائے گی اور مشکل سے دنیا میں اللہ کا نام لینے والا کوئی بچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مکمل تسلی دی۔

حفاظت کا خدائی بند و بست:

اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا بند و بست فرمایا کہ مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر جالابُن دے۔ اس نے آکر جالابُن دیا اور جنگلی کبوتروں کی جوڑی کو حکم دیا کہ وہاں اپنا گھونسلہ بنائے انہوں نے وہاں گھونسلہ بنایا اور مادہ کبوترانڈے دے کر ان پر بیٹھ گئی۔

فرشتوں نے پروں سے چھپا لیا:

کھوجیوں میں سے کرز بن علقمہ نے کہا کہ قدموں کے نشانات اس غار تک جاتے ہیں لہذا ہمیں اس میں دیکھ لینا چاہیے اس پر امیہ بن خلف نے کہا کہ وہ لوگ یہاں کسی صورت موجود نہیں کیونکہ اگر کوئی آدمی غار میں جاتا تو مکڑی کا جالا ٹوٹ جانا تھا اور جنگلی کبوتر بھی ان لوگوں کے داخل ہونے کی وجہ سے یہاں سے اڑ جاتا۔ لیکن انہی میں سے ایک شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر غار میں دیکھنے لگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ایک شخص ہماری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہمیں کسی صورت نہیں دیکھ سکتا فرشتوں نے اپنے پروں سے ہمیں چھپا رکھا ہے۔ بالآخر یہ لوگ ناکام و نامراد واپس لوٹے۔

تین دن غار ثور میں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین دن تک غار ثور میں روپوش رہے۔ تین دن بعد غار سے نکلے اور آگے کی طرف سفر شروع کیا۔ گھر سے نکلتے وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جو انتظامات کر کے آئے تھے وہ بخوبی پورے ہوتے رہے۔ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دن بھر قریشیوں

کے منصوبے سنتے اور رات کو غار ثور میں جا کر ان کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دیتے۔ رات وہیں غار میں گزارتے اور طلوع فجر سے پہلے پہلے مکہ واپس آجاتے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کو کھانا پہنچاتیں اور طلوع فجر سے پہلے پہلے واپس لوٹ آتیں۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شام کے وقت بکریوں کو غار تک لے جاتے اور ضرورت کے مطابق انہیں دودھ دودھ کر دے آتے۔

غار ثور سے ساحل سمندر کے راستے:

تین دن بعد عبد اللہ بن ارقد بھی دو اونٹنیاں لے کر آگیا جس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجرت پر آمادہ کر کے اس بات کے لیے تیار کیا تھا کہ وہ آپ کو ایک محفوظ راستے سے یثرب لے جائے گا۔ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے کی طرف سفر کرنا تھا اس دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے دو تین دن کا کھانا تیار کر کے پہنچایا۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی یثرب جانے کے لیے ساتھ ہو گئے۔ ایک اونٹنی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے جبکہ دوسری اونٹنی پر حضرت عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن ارقد سوار ہوئے۔ عبد اللہ بن ارقد نے عام معروف اور سیدھا راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر والے راستے کو لیا اور یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔

مختصر پڑاؤ اور خدمت نبوی کا جذبہ صدیقی:

طویل مسافت طے کرنے کے بعد ایک جگہ بڑا پتھر دکھائی دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد اپنے ہاتھوں سے صفائی کی، اپنا کپڑا بچھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ! تشریف لائیں اور آرام فرمائیں، میں پہرہ دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سو گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی چرواہا ملے اس سے دودھ لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک چرواہا نظر آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ (کو اپنے مالک کی طرف سے اس بات کی اجازت ہے کہ مسافروں کو دودھ) پلا سکتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جی بالکل! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک برتن تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے اور اس سے وضو فرماتے تھے۔ اسی برتن میں دودھ دوہا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہیں اس لیے جگانا مناسب نہیں سمجھا بلکہ خود بھی سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو اس دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جاں فرمایا۔ اور زوال کے بعد وہاں سے آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

قریشیوں کا بنو مدلج سے رابطہ:

قریشی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہر طرف مارے مارے پھر رہے تھے اور دیگر قبائل کے لوگوں کو انعام کا لالچ دے کر اس تلاش میں اپنے ساتھ ملا رہے تھے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے قبیلہ بنو مدلج کے ایک شہسوار سُراقہ بن مالک مدلجی سے بھی رابطہ کیا۔

سُراقہ بن مالک بن جُعثم مدلجی کا مطلع ہونا:

بنو مدلج کی ایک مجلس میں سُراقہ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے آکر ان سے کہا: میں ابھی ساحل سمندر کی طرف سے آرہا ہوں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہاں کچھ لوگ جا رہے تھے میرا خیال یہی ہے کہ وہ وہی لوگ ہیں جن کی آپ کو تلاش ہے۔ سُراقہ کو اس کی بات کا یقین ہو گیا لیکن انعام کے حصول کی لالچ میں وقتی طور پر

اس کی بات کی تردید کی اور کہا کہ نہیں وہ لوگ یہاں نہیں ہو سکتے۔ آپ نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہو گا جو ابھی ہمارے سامنے سے بھی گزرے ہیں۔

سُراقہ بن مالک بن جُعشم مدلبی کا پیچھا کرنا:

اس کے بعد کسی بہانے سے مجلس سے اٹھے، نیزہ سنبھالا، لونڈی سے کہا کہ میرا گھوڑا اور تیر و ترکش فلاں جگہ تک لے آؤ! لونڈی وہاں پہنچی گھوڑا اور تیر و ترکش حوالے کیا۔ سُراقہ سوار ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا پہنچا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سُراقہ کو دیکھ کر خدمت اقدس میں عرض کی: یا رسول اللہ! پکڑے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! آپ میرے بارے میں غمزہ نہ ہوں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سُراقہ کا گھوڑے سے گرنا:

سُراقہ کا گھوڑا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی سُراقہ نیچے گر پڑے ان کے سنبھلتے سنبھلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ آگے نکل گئے۔ سُراقہ اٹھا، گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دوڑاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آپہنچا۔

الہی! ہمیں اس کے شر سے بچا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو ٹھہرایا اور سُراقہ کی طرف دیکھ کر اللہ سے دعا مانگی: اے اللہ! ہمیں اس کے شر سے بچا! اسی وقت سُراقہ کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور سُراقہ ایک بار پھر زمین پر گر پڑا۔ گھوڑے کو زمین سے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود۔

سُراقہ کی یقین دہانی:

بالآخر مایوس ہو کر کہنے لگا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کی دعا کی وجہ سے میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا ہے۔ آپ دعا کریں کہ گھوڑا زمین سے نکل آئے میں قسم اٹھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی گھوڑا زمین سے صحیح سالم باہر نکل آیا۔

سُراقہ کی گفتگو:

اب سُراقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میں سُراقہ بن جَعثَم ہوں اور آپ کی خدمت میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، میں اس بات کا آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود بھی واپس چلا جاؤں گا اور جو شخص کی آپ کی تلاش میں ادھر آتا دکھائی دے گا اسے بھی واپس بھیج دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کیا چاہتا ہے؟ سُراقہ نے عرض کی: آپ کی ایک نشانی بطور امان نامہ کے چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو میری طرف سے لکھ دو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک ہڈی / ٹھیکیری یا کاغذ پر ایک تحریر لکھ دی۔ سُراقہ نے اس تحریر کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ پھر کہنے لگا: قریش نے آپ کی گرفتاری (یا قتل) کے لیے سوسو اونٹوں کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ میرا سامان بطور ہدیہ کے قبول فرمائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا بس یہ فرمایا کہ آپ ہماری اطلاع کسی کو نہ دینا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سُراقہ کہنے لگا: یہ میرا ترکش ہے اس سے ایک تیر (بطور نشانی) کے لے لیں آگے آپ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہو گا کہ جہاں میرے غلام میرے اونٹ چراہے ہوں گے، آپ اپنی ضرورت کے مطابق ان سے

جو لینا چاہیں لے لینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔
سُراقہ بن مالک بن جُعشم کا اسلام:

جس سال مکہ فتح ہوا تو جَعْرَانہ مقام پر سُراقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے اور وہی نشانی ان کے ہاتھ میں تھی جو ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ عنہ
سُراقہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن:

جس وقت سُراقہ بن مالک بن جُعشم رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سُراقہ! اس وقت آپ کا کیا حال ہو گا جب کسریٰ (شاہ ایران) کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اور پھر وہ وقت بھی آیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔ کسریٰ کے ملبوسات امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سُراقہ بن مالک بن جُعشم رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور کسریٰ کا تاج ان کے سر پر رکھا، اس کے کنگن ہاتھوں میں پہنائے اور کسریٰ کا کمر بند آپ کی کمر میں باندھا۔

عاتکہ بنت خالد خزاعیہ (أم معبد) کے گھر:

مدینے کے راستے میں عاتکہ بنت خالد خزاعیہ (رضی اللہ عنہا) کا گھر تھا جو ام معبد کی کنیت سے معروف تھیں۔ یہ خاتون مسافروں کی خدمت گزاری کے حوالے سے بہت مشہور تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انہی کے گھر کے قریب سے ہوا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امید پر کہ ان سے کھانے کی کوئی چیز مل جائے گی ان

کے گھر پر پہنچے لیکن اتفاق سے کوئی چیز نہ ملی۔ البتہ قریب ایک دہلی اور کمزور بکری بندھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس بکری کا دودھ دوہ لیں؟ ام معبد نے جواب دیا اگر یہ دودھ دیتی ہوتی تو اب تک میں خود آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر دیتی، دودھ دینا تو کجا یہ اتنی لاغر اور کمزور ہے کہ چرنے کے لیے ریوڑ کے ساتھ جنگل تک نہیں جاسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکری جیسی بھی ہے آپ صرف دودھ دوہنے کی اجازت دیں! ام معبد نے کہا: میری طرف سے اجازت ہے لیکن یہ دودھ دے گی نہیں۔

بکری کے دودھ سے منگلے بھر گئے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر بکری کے تھنوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا تو وہ دودھ سے بھر گئے اور بکری ٹانگیں پھیلا کر دودھ دینے کے لیے تیار ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنا شروع کیا، ایک بڑا منگلا دودھ سے بھر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اُمّ مَعْبُد کو پلایا، اس کے بعد باقی جو مسافر وہاں موجود تھے انہیں پلایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سمیت نوش جاں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دوہا اور منگلے کو دودھ سے بھر کر ام معبد کے حوالے کیا اور وہاں سے آگے کی جانب روانہ ہوئے۔

ابو معبد اور ام معبد کا قبولِ اسلام:

شام کو ابو معبد گھر پہنچے، ام معبد نے دودھ پیش کیا وہ حیرت سے پوچھنے لگا کہ یہ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے عرض کی کہ ایک مسافر عزیز کی برکت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کر کے سارا واقعہ سنایا۔ ابو معبد کہنے لگے: یہ تو وہی ہیں جن کی مکہ کے قریبیوں کو تلاش ہے۔ کچھ دنوں بعد دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ آئے اور

اسلام قبول کر کے دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔ رضی اللہ عنہما
چرواہے کا قبول اسلام:

اسی سفر میں اس طرح کا ایک اور واقعہ بھی پیش آیا، ایک چرواہے سے
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دودھ دینے کو کہا، اس نے کہا کہ کوئی بکری بھی دودھ
دینے کے قابل نہیں اور ایک بکری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، یہ موسم سرما میں
گا بھن ہوئی تھی کچھ دنوں بعد اس کا حمل گر گیا اب یہ بھی دودھ نہیں دیتی۔ آپ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی ہمیں دو! وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا
آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی تو اس کے تھن فوراً دودھ سے بھر گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چرواہے کا برتن اٹھا کر لائے آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے دودھ دوہنا شروع کیا، سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلایا، پھر
چرواہے کو پلایا، پھر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو پلایا، پھر عبد اللہ بن ارقد کو
اور آخر میں خود نوش جاں فرمایا۔ یہ معجزہ دیکھ کر چرواہے نے اسلام قبول کر لیا۔ رضی
اللہ عنہ

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

راستے میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت
زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو ہجرت نبوی سے پہلے ایک تجارتی سفر
پر ملک شام گئے ہوئے تھے وہ شام سے مال تجارت لے کر واپس مکہ جا رہے تھے کہ
آپس میں ملاقات ہو گئی، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی
خدمت میں سفید کپڑے پیش کیے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

انہی دنوں میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے، ان کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی انہوں نے ملک شام کے کچھ کپڑے خدمت اقدس میں پیش کیے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یثرب کے مسلمان آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

غارِ ثور سے قباء تک:

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق عبد اللہ بن ارقاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے عسفان، وہاں سے ساحل سمندر، وہاں سے قدید، وہاں سے خزار، وہاں سے مڑہ، وہاں سے عمق، وہاں سے روحاء، وہاں سے مدلج، وہاں سے عرج، وہاں سے غابر، وہاں سے بطن رنم اور وہاں سے مدینہ سے باہر بنو عمرو بن عوف کی آبادی یعنی قباء تک پہنچایا۔ آج کل ان میں سے اکثر مقامات کے نام یہ ختم ہو چکے ہیں یا پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو چکے ہیں۔

قباء میں آمد:

بارہ ربیع الاول بروز پیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دنوں کی طویل مسافت کو طے کر کے غار سے چل کر قباء پہنچے۔ یہاں کئی دنوں سے آپ کا انتظار ہو رہا تھا لوگ صبح صبح گھروں سے نکل کر شہر سے باہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر دوپہر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے۔ ایک دن ایک یہودی جو اپنے کسی کام کے لیے پہاڑی پر چڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے قبیلہ عمرو بن عوف کو اطلاع دی کہ وہ آگئے ہیں جن کا انتظار تھا۔

زائرین کا ہجوم:

رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً آگے بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب خادم کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خلقی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کے عکس کامل تھے اس لیے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول خیال کرتے ہوئے سلام اور ملاقات کرتے رہے۔

تھوڑی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب دھوپ آنا شروع ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ نبی کون ہے اور صدیق کون ہے؟
قباء میں قیام گاہ:

قباء میں آپ انصار کے قبیلہ عمرو بن عوف کی شاخ بنو عبیدہ کے ایک عمر رسیدہ اور نابینا شخص کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔ لوگوں سے ملاقات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن خیمہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی رات کو انہی کے مکان پر آرام فرماتے۔

مسجدِ قباء کی تعمیر:

اسی مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اپنے میزبان حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں تذکرہ فرمایا۔ آج جس جگہ مسجدِ قباء بنی ہوئی ہے یہ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا مرید تھا۔ یعنی ایسی جگہ جہاں کھجوروں کو خشک کر کے چھوارے بنائے جاتے ہیں۔ حضرت کلثوم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنا مرید مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کرتا ہوں،

آپ قبول فرمائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد رکھی۔ اس کی تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود بنفس نفیس شریک رہے، بھاری بھاری پتھر اٹھاتے۔ تاریخ اسلام کی سب سے پہلی مسجد؛ مسجد قباء ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام نزول اسلام سے پہلے تعمیر ہو چکی تھی۔

مسجد قباء کی فضیلت:

عَنْ سَهْلِ بْنِ حَنْزَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ فَصَلَّى فِيهِ صَلَاةً كَانَ لَهُ كَأَجْرِ عُمْرَةٍ.

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1412

ترجمہ: حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد قبا میں آکر نماز پڑھتا ہے تو اسے اس نماز کے بدلے عمرہ کا اجر ملتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَا شِئْنَا وَرَأَيْنَا وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1193

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کے دن کبھی سوار ہو کر اور کبھی پیدل مسجد قباء میں (نماز پڑھنے کے لیے) تشریف لایا کرتے تھے۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا بھی یہی معمول تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قباء آمد:

قباء میں قیام کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے لیے مکہ میں

چھوڑ آئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے تشریف لے جانے کے تین دن بعد مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تھے اور قباء میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات فرمائی۔ تیز چلنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی پنڈلیوں میں شدید تکلیف ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ کر دعا کی تو درد فوراً ختم ہو گیا اور پھر کبھی نہ ہوا۔

مدینہ منورہ کی طرف:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں دو ہفتے قیام مکمل فرمانے کے بعد اپنی اونٹنی قصویٰ منگوائی اپنے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔ بنو سالم کے محلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنوبی جانب سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے پورا شہر اٹھ آیا۔ محلہ بنو سالم سے لے کر تین چار میل کی دوری تک تمام لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے صفیں باندھے موجود تھے۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا روح پرور منظر:

فِي رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَجَاءٍ فَخَرَجَ النَّاسُ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فِي الطَّرِيقِ
وَعَلَى الْبُيُوتِ وَالْغُلَمَانُ وَالْحَدَثُ جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ - اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فتح الباری، رقم الحدیث: 3925

ترجمہ: امام عبد اللہ بن رجاء رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے تو لوگ شوق دیدار میں جن میں چھوٹے بچے اور خدام شامل تھے وہ گھروں اور دیواروں پر چڑھ آئے اور خوش ہو کر کہہ رہے تھے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اللہ اکبر! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔

نخعی منی بچیوں کے استقبالیہ اشعار:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ
بِبَعْضِ الْمَدِينَةِ فَإِذَا هُوَ بِجَوَارِ يَصْرَ بْنِ بُدْهُنَ وَيَتَعَلِّينَ وَيَقْلَنَ:

نَحْنُ جَوَارِ مِنْ بَنِي النَّجَارِ

يَا حَبَدًا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَأُحِبُّكُمْ.

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1899

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو نخعی منی بچیاں دُف بجا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں یہ اشعار کہہ رہی تھیں:

نَحْنُ جَوَارِ مِنْ بَنِي النَّجَارِ

ہم قبیلہ بنو نجار کی (نخعی منی) بچیاں ہیں

يَا حَبَدًا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں آکر ہمیں ہمسائیگی کا شرف بخشا

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس بات کو اللہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں بھی تمہیں عزیز رکھتا ہوں۔

انصار مدینہ کے ایمانی جذبات:

انصار کے تمام قبائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھے، ہر خاندان کی یہ دلی خواہش تھی کہ مہمان نوازی کی سعادت اس کے حصے میں آئے۔ حملہ بنو سالم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز ادا فرما کر اونٹنی پر سوار ہوئے۔ بنو سالم کی خواہش:

بنو سالم میں سے عقبان بن مالک رضی اللہ عنہ، عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور دیگر معززین نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہم آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو بیاضہ کی خواہش:

بنو بیاضہ کے حملہ میں پہنچے تو زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور ان کے خاندان کے لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہم آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو ساعدہ کی خواہش:

بنو ساعدہ کے محلے میں تشریف لائے تو حضرت سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے خاندان کے معززین کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کہ

اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔
بنو نجار کی سعادت:

آخر کار اوٹنی بنو مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچ کر ایک مکان کے سامنے بیٹھ گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوٹنی سے نیچے نہیں اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے نازل ہونے کے وقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اوٹنی اٹھی، کچھ آگے گئی اور مڑ کر واپس اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی اور اپنے پچھلے دونوں پاؤں زمین پر اچھی طرح جمادیے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے۔
فائدہ: اوٹنی کا یہ عمل درحقیقت مسجد نبوی کی حد بندی کے لیے تھا چنانچہ اس کے بعد اتنی ہی جگہ میں مسجد کو تعمیر کیا گیا۔

اسی جگہ کے قریب حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ (جو کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں) کا دو منزلہ گھر تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پر جوش استقبال کیا اور آپ کا سامان اتار کر گھر میں رکھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق ایک اہل کتاب عالم سے ہے جو سات سو سال پہلے ایک بادشاہ تبع حمیری کے ساتھ اس جگہ آئے تھے۔

سَمْعُ حَمِيرِي كَاتِعَارِف:

پہلے یمن کے ہر بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ ذیل میں جن کا واقعہ نقل کیا جا رہا ہے ان کا نام اسعد ابو کرب تھا۔ ان کا گزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً 700 سال پہلے اس جگہ سے ہوا جہاں آج مدینہ منورہ آباد ہے۔ اس وقت اس کے ساتھ اہل کتاب کے چار سو علماء موجود تھے۔ علماء نے بادشاہ سے عرض کی کہ ہمیں بقیہ زندگی یہیں گزارنے دیں۔ بادشاہ نے اس کی وجہ پوچھی تو علماء نے جواب دیا کہ

ہماری کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ اس جگہ پر ایک نبی آئیں گے جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ وہ اسی سرزمین کی طرف ہجرت کر کے تشریف لائیں گے۔ بادشاہ نے یہ بات سنی تو ان علماء کو یہاں رہنے کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی بلکہ ان کے لیے مکانات تعمیر کرائے، ان کی شادی بیاہ کے بندوبست کیے، ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو سہولیات بھی دیں۔ خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو منزلہ ایک خوبصورت مکان تعمیر کرایا تاکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر تشریف لائیں تو اسی مکان میں قیام فرمائیں۔ انہی علماء میں سے ایک بڑے عالم کو یہ مکان سپرد کیا۔

اسی عالم کی نسل میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہی مکان آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس موقع پر تبع نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط لکھا۔ ان کی وصیت کے مطابق اس کی یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچادی گئی۔

شاہ یمن تبع حمیری کا خط:

وَأَمَّا الْكِتَابُ فَرَوَى ابْنُ إِسْحَاقَ وَغَيْرُهُ أَنَّهُ كَانَ فِيهِ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي
 أَمَدْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكَ وَأَنَا عَلَى دِينِكَ وَسُنَّتِكَ وَأَمَدْتُ بِرَبِّكَ
 وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَأَمَدْتُ بِكُلِّ مَا جَاءَ مِنْ رَبِّكَ مِنْ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَدْرَكْتُكَ
 فِيهَا وَنَعِمْتَ وَإِنْ لَمْ أَدْرِكْكَ فَاشْفَعْ لِي وَلَا تَنْسِنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِنِّي مِنْ أُمَّتِكَ
 الْأَوَّلِينَ وَتَابِعْتُكَ قَبْلَ هَمِيئِكَ وَأَنَا عَلَى مِلَّتِكَ وَمِلَّةِ أَبِيكَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ. ثُمَّ خَتَمَ الْكِتَابَ وَنَقَشَ عَلَيْهِ: لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَكَتَبَ
 عَنْهُ: إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ نَبِيِّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ وَرَسُولِ رَبِّ
 الْعَالَمِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مِنْ تَبَعِ الْأَوَّلِ.

البحر المحیط فی التفسیر لابی حیان اثیر الدین الاندلسی، تحت سورة الدخان ترجمہ: امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے تبع حمیری کے خط کے مضمون کو روایت کرتے ہیں۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد (! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی ذات اور نبوت پر ایمان لاتا ہوں، اور اس کتاب (قرآن کریم) پر بھی ایمان لاتا ہے جو آپ پر نازل کی جائے گی۔ آپ کے دین اور آپ کی سنت کا تبع ہوں گا آپ کے رب پر جو کہ ہر چیز کا رب ہے ایمان لاتا ہوں اور ہر اس چیز (احکام شریعت) کو صدق دل سے مانتا ہوں جو آپ اپنے رب کی طرف سے لائیں گے۔

اگر میں نے اپنی زندگی میں آپ کی بعثت کا زمانہ پالیا تو زہے نصیب! اور اگر نہ پاسکا تو آپ (روز قیامت) میری سفارش فرمائیے گا اور اس دن میں مجھے نہ بھولے گا۔ میں آپ کا وہ امتی ہوں جو آپ کی نبوت پر آپ کے اعلان نبوت سے بھی پہلے ایمان لاتا ہوں۔ اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کا تبع ہوں۔ میں آپ اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔ پھر اس پر مہر لگائی۔ جس پر اللہ الامر من قبل و من بعد لکھا ہوا تھا۔ اور خط کا عنوان اس طرح درج تھا۔ اللہ کے نبی اور رسول خاتم النبیین اور رسول رب العالمین محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تبع اول (یمن کے پہلے بادشاہ) کی طرف سے۔

تبع حمیری کے اشعار:

اسی خط میں تبع حمیری نے اپنے ایمانی جذبات کو منظوم کلام میں عقیدت و احترام کی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے۔

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدَ أَنَّهُ

میں یقین کے ساتھ اس کا گواہ ہوں کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نَبِيِّيَ مِنْ اللَّهِ بَارِئًا النَّسَمِ
 اس اللہ کے نبی ہیں جو تمام جانداروں کو پیدا کرنے والے ہیں
 قَلَوُ مُدًّا عُمُرِي إِلَى عُمُرِهِ
 اگر میں ان کے زمانے تک زندہ رہا تو
 لَكُنْتُ وَزِيرًا لَهُ وَابْنِ عَمِّ
 میں ان کا ساتھی اور معاون بن کر ساتھ دوں گا
 وَجَاهِدْتُ بِالسَّيْفِ أَعْدَاءَهُ
 اور ان کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا
 وَفَرَجْتُ عَنْ صَدْرِهِ كُلَّ هَمِّ
 اور آپ کے سینے سے ہر غم کو دور کر دوں گا
 تیج کے علاوہ یمن کے ایک اور بادشاہ نے بھی نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

سبا بن یثحب کا نذرانہ عقیدت:

سبا بن یثحب بن یعرب بن قحطان ملک یمن کا مسلمان بادشاہ گزرا ہے، اس کے اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے۔

سَيَبْلِكُ بَعْدَنَا مُلْكًا عَظِيمًا
 ہمارے بعد ایک بڑے بادشاہ (اس سلطنت کے) مالک ہوں گے
 نَبِيِّيَ لَا يُرْحِصُ فِي الْحَرَامِ
 وہ (سلیمان) نبی ہوں گے جو حرام کام کی اجازت نہیں دیں گے
 وَيَمْلِكُ بَعْدَ قَحْطَانَ نَبِيِّيَ
 اور (قوم) قحطان کے بعد ایک ایسے نبی مالک ہوں گے

تَقِيٌّ حَبِيْبَةٌ حَيِّرٌ الْاَكَامِ
جو متقی، شب بیدار اور تمام مخلوق سے بہتر ہوں گے
وَسَمِعِيْ اَحْمَدًا يَا لَيْتَ اَنِّيْ
ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا اے کاش! میں
اَعْمَرُ بَعْدَ مَبْعَعِيْهِ بِعَامِ
ان کی بعثت کے ایک سال بعد تک زندہ رہتا
فَاعْضُدْهُ وَاَحْبُوْهُ بِنَضْرِيْ
تو میں ان کی حفاظت کرتا اور ان کی نصرت کے لیے
بِكُلِّ مُدَجِّجٍ وَّ بِكُلِّ رَامِ
ہر مسلح تیر انداز کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا
مَتِيْ يَظْهَرُ فَاكُوْنُوْا نَاصِرِيْهِ
(میرا پیغام یہ ہے کہ) جب وہ تشریف لے آئیں تو ان کا ساتھ دینا
وَمَنْ يَلْقَاهُ يَبْلُغْهُ سَلَامِيْ
اور جو ان سے ملے تو ان کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دے
دو منزلہ مکان میں زمانہ قیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اس مکان پر سات ماہ تک قیام فرمایا۔ چونکہ زائرین اور محبین کا ہجوم ہوتا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نجلی منزل میں رہوں گا اور آپ اوپر والی منزل میں رہیں۔

اس عرصے میں کوئی ایسا دن اور رات نہیں تھی جس میں صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوتِ طعام کی درخواست نہ کرتے ہوں۔ اس سارے عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ انصاری اور قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے گھروں سے تیار ہو کر آتا تھا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں رہنے لگے۔ اور اب تلک اپنے مکان میں جسے روضہ رسول، حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے، آرام فرمائیں۔

یشرب کی اندرونی صورت حال:

یشرب (ی پر زبر اور ر کے نیچے زیر) اس وقت سر زمین عرب کا وہ خطہ تھا جہاں پانچ بڑے بڑے قبیلے موجود تھے اوس، خزرج، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع۔ پہلے دو (اوس اور خزرج) مشرک جبکہ آخری تین (بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع) یہودی تھے یہاں کے لوگ کاروبار کم اور کاشت کاری زیادہ کرتے تھے۔ بازاروں پر تقریباً یہودیوں کی اجارہ داری تھی۔

اوس اور خزرج کی باہمی لڑائی ہوئی جسے ”جنگِ بُعاث“ کہا جاتا ہے۔ یہ تاریخ کی مشہور جنگوں میں سے ایک جنگ ہے اس میں ان کے نامور جنگجو اور سردار مارے گئے۔ قبیلہ اوس کے طرف دار دو یہودی قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر جبکہ ایک بدوی قبیلہ مُزنیہ تھا خزرج کے طرف دار بنو بھینہ اور بنو اشجع جبکہ کچھ بدوی قبائل تھے۔ اوس و خزرج کو باہمی لڑائی نے افرادی اور معاشی اعتبار سے بہت کمزور کر دیا تھا اور اس کے مقابلے میں یہودی مضبوط تھے۔ اس جنگ کے بعد دونوں قبیلوں کو ایک عارضی صلح کرنا پڑی تھی۔

تعمیر مسجدِ نبوی:

مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے مستقل اور ترجیحی بنیادوں پر مسجد تعمیر کی گئی تاکہ مسلمانوں کو عبادت کی ادائیگی میں مشکلات پیش نہ آئیں، اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسائل میں سب سے اہم مسئلہ مسلمانوں کے لیے عبادت کی ادائیگی کا تھا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَ أَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ وَمَلَأَ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتَهُ الصَّلَاةُ وَيُصَلِّيَ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَأَنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَأُرْسِلَ إِلَى مَلَائِكَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ تَأْمِنُونِي بِحَايِطِكُمْ هَذَا قَالُوا لَا وَاللَّهِ لَا تَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ فُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَفِيهِ حَرْبٌ وَفِيهِ نُخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنَبِشَتْ ثُمَّ بِالْحَرْبِ فَسَوِّيتُ وَبِالنُّخْلِ فَفُصِّقُوا فَصَفُّوا النَّخْلَ فَبَنَى الْمَسْجِدَ وَجَعَلُوا عِضَادَتِيهِ الْحِجَارَةَ وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصُّخْرَ وَهُمْ يَزْتَجِرُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْأَخِرَةِ.. فَاعْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 428

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں (ہجرت فرما کر) تشریف لے آئے، تو سب سے پہلے مدینہ کے بالائی حصہ میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں تشریف لائے اور 24 دنوں تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو نجار کو بلایا، وہ لوگ تلواریں

لڑکائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

راوی فرماتے ہیں کہ وہ منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ قبیلہ بنو نجار کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں اطراف سے اپنے حصار میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تشریف فرما ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا تو فوراً نماز ادا فرما لیتے، (اگر نماز کا وقت ہو جاتا تو) آپ بکریوں کے باڑے کے قریب (پاک جگہ پر) بھی نماز ادا فرما لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مسجد بنانے کا حکم دیا، قبیلہ بنو نجار کے لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو نجار! (اس باغ والی جگہ پر ہم نے مسجد بنانی ہے اس لیے آپ لوگ) اس باغ (والی جگہ) کی قیمت مجھ سے لے لو۔

انہوں نے جواب دیا کہ اس کی قیمت ہم صرف اللہ سے مانگتے ہیں (یعنی اللہ سے اس کے ثواب کی امید پر بغیر معاوضے کے دیتے ہیں) راوی فرماتے ہیں کہ یہاں مشرکین کی قبریں تھیں، اس باغ کا کچھ حصہ ویران جبکہ کچھ حصے میں کھجور کے درخت تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کو کھدوا کر ان کی ہڈیوں کو باہر پھینکوا دیا، ویران جگہ کو صاف اور برابر کرایا، درختوں کو کٹوا کر مسجد کے قبلہ کی جانب بچھا دیا اور پتھروں کے ذریعہ انہیں مضبوط کرایا، صحابہ کرام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور اشعار پڑھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ مل کر کام کرتے اور ان کے حق

میں یہ دعا فرماتے۔

اے اللہ! آخرت کے فائدے کے علاوہ تو کوئی فائدہ ہے ہی نہیں (کیونکہ دنیا والی زندگی عارضی اور اس کا فائدہ بھی عارضی جبکہ آخرت والی زندگی دائمی اور اس کا فائدہ بھی دائمی ہے) اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُهُ عَلِيُّ انْطَلَقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَأَسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ فَأَنْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُضِلُّهُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى ثُمَّ أَنْشَأَ بِحَدِيثِنَا حَتَّى أَتَى ذِكْرَ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لِبَنَاتِهِ لَبَنَةً وَكَمْأَرٍ لِبَنَاتَيْنِ لِبَنَاتَيْنِ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْفُضُ الثَّرَابَ عَنْهُ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 447

ترجمہ: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے فرمایا ابو سعید خدری کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث کو سنو۔ ہم لوگ ان کے پاس گئے دیکھا کہ وہ اپنے باغ کا کام کاج کر رہے تھے۔ ہمیں دیکھا تو اپنی چادر اوڑھی اور ہمیں حدیث سنانے لگے۔ اسی دوران جب مسجد (نبوی) کی تعمیر کا تذکرہ آیا تو فرمایا کہ ہم لوگ (مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے۔

مہاجرین کی آباد کاری:

اس کے بعد بڑا مسئلہ مہاجرین مکہ کی آباد کاری کا تھا اس کی ممکنہ صورتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ علیحدہ طور پر مہاجرین کی کالونی تعمیر کی جاتی لیکن پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ فراست اور مردم شناس نگاہ نے اسے یکسر مسترد کر دیا، اس کی کئی وجوہات ہو سکتی تھیں۔ مثلاً:

پہلی وجہ یہ تھی کہ علیحدہ آبادی سے مہاجرین و انصار کے درمیان باہمی یگانگت، ایثار و اخلاص، مساوات اور الفت پیدا نہ ہوتی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ تعلیم و تربیت، باہمی احتساب اور دکھ شگھ میں شرکت کے لحاظ سے جو مساوی سطح کی ضرورت تھی علیحدہ آبادی اس میں خلیج بن جاتی۔

اور سب سے بڑھ کر انصار کا مثالی تعاون اور ان کے قلبی جذبات مشاہدہ بن کر سامنے نہ آسکتے اس لیے مہاجرین کی علیحدہ آباد کاری نہ کی گئی۔

عقدِ موالات:

عرب میں ایک طریقہ ”عقدِ موالات“ کا رائج تھا یعنی غیر قبیلہ کا کوئی آدمی کسی اور قبیلہ میں پہنچتا اور معاہدہ کر کے اس قبیلہ میں داخل ہو جاتا اور اس کے بعد اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوتا، اس کے بعد وہ شخص صلح اور جنگ میں اسی قبیلے کے ساتھ شریک رہتا، اس شخص کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ بھی اسی قبیلہ میں تقسیم کیا جاتا۔

اس عقدِ موالات میں حق و انصاف کے بجائے خواہ قبیلہ والے غلط، نا انصافی بلکہ ظلم بھی کر رہے ہوں بہر حال اسی قبیلہ کی طرف داری اور حمایت ضروری ہوتی تھی اسلام نے اسے بدبودار قرار دے کر حرام بتلایا اور یہ تعلیم دی کہ ہر حال میں حق اور انصاف کا ساتھ دو یہاں تک کہ اگر وہ تمہارے اپنوں کے خلاف ہی ہو۔

عقد موآخات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد موآخات قائم کیا اور فطری طور پر ہم مزاجی کا خیال فرماتے ہوئے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا نام بنام بھائی قرار دیا۔

مہاجرین مکہ	انصارِ مدینہ	مہاجرین مکہ	انصارِ مدینہ
ابو بکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small>	خارجہ بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو مرثد <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبادہ بن صامت <small>رضی اللہ عنہ</small>
عمر فاروق <small>رضی اللہ عنہ</small>	عتبان بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبد اللہ بن جحش <small>رضی اللہ عنہ</small>	عاصم بن ثابت <small>رضی اللہ عنہ</small>
عثمان غنی <small>رضی اللہ عنہ</small>	اوس بن ثابت <small>رضی اللہ عنہ</small>	عتبہ بن غزوآن <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو دجانہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
عبد الرحمن بن عوف <small>رضی اللہ عنہ</small>	سعد بن ربیع <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو سلمہ بن عبد الاسد <small>رضی اللہ عنہ</small>	سعد بن خبیثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
ابو عبیدہ بن جراح <small>رضی اللہ عنہ</small>	سعد بن معاذ <small>رضی اللہ عنہ</small>	عثمان بن مظعون <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو الہیثم بن تہیان <small>رضی اللہ عنہ</small>
زبیر بن عوام <small>رضی اللہ عنہ</small>	سلامہ بن سلام <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبیدہ بن حارث <small>رضی اللہ عنہ</small>	عمیر بن الحمام <small>رضی اللہ عنہ</small>
طلحہ بن عبید اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	کعب بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	طفیل بن الحارث <small>رضی اللہ عنہ</small>	سفیان نسر خزرجی <small>رضی اللہ عنہ</small>
سعید بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابی بن کعب <small>رضی اللہ عنہ</small>	صفوان بن بیضاء <small>رضی اللہ عنہ</small>	رائع بن معالی <small>رضی اللہ عنہ</small>
مصعب بن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو ایوب خالد <small>رضی اللہ عنہ</small>	مقداد بن اسود <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبد اللہ بن رواحہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
ابو حذیفہ بن عتبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	عباد بن بشیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	ذوالشمالین <small>رضی اللہ عنہ</small>	یزید بن الحارث <small>رضی اللہ عنہ</small>
عمار بن یاسر <small>رضی اللہ عنہ</small>	حذیفہ بن یمان <small>رضی اللہ عنہ</small>	ارقم <small>رضی اللہ عنہ</small>	طلحہ بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>
سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابو الدرداء عومیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	زید بن الخطاب <small>رضی اللہ عنہ</small>	معن بن عدی <small>رضی اللہ عنہ</small>
ابو ذر غفاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	منذر بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small>	عمرو بن سراقہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سعد بن زید <small>رضی اللہ عنہ</small>
بلال حبشی <small>رضی اللہ عنہ</small>	ابورویحہ عبد اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	عکاشہ بن محصن <small>رضی اللہ عنہ</small>	مخزوم بن وماء <small>رضی اللہ عنہ</small>
حاطب بن ابی بلتعہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	عومیم بن ساعدہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	عامر بن فہیرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	حارث بن صمہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
عاقل بن کبیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	مبشر بن عبد المنذر <small>رضی اللہ عنہ</small>	مصحح مولیٰ عمر <small>رضی اللہ عنہ</small>	سراقہ بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small>
ختیس بن حدائق <small>رضی اللہ عنہ</small>	منذر بن محمد <small>رضی اللہ عنہ</small>	مسطح بن اثاثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	زید بن المزین <small>رضی اللہ عنہ</small>
سرہ بن ابی رہم <small>رضی اللہ عنہ</small>	عبادہ بن النخعیاش <small>رضی اللہ عنہ</small>		

انصار کی خواہش:

اس کے بعد انصار دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے باغات تقسیم فرمائیے! انصاریہ چاہتے تھے کہ مہاجرین کا حصہ زمین اور باغات ان کے قبضے میں دے دیا جائے تاکہ وہ اپنی مرضی کے ساتھ اس میں جو کچھ تصرف کرنا چاہیں تو کر سکیں۔

فراست نبوی کی ایک جھلک:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایثار و اخلاص کو قدر کی نگاہ سے دیکھا لیکن اپنی نگاہ بصیرت و فراست کے پیش نظر اسے منظور نہیں فرمایا کیونکہ اس سے مہاجرین کا معاشی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا جائیداد کی تقسیم سے مہاجرین ”صاحب جائیداد“ تو ضرور بن جاتے لیکن تاجر پیشہ ہونے اور زراعت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے معاشی طور پر مضبوط نہ ہو سکتے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باغات دینے کے بجائے باغات کی پیداوار کا حصہ مہاجرین کو دیا جائے، انصار مدینہ نے کہا جو حکم ہو تعمیل کریں گے۔

انصار کی اطاعت گزاری:

چشم فلک نے انقلاباتِ زمانہ تو کئی دیکھے لیکن پینمبر کے انقلاب جیسا انقلاب نہیں دیکھا کہ بغیر جبر واکراہ زمیندار خود کاشت کاری کر کے پردیسی و اجنبی لوگوں کو پیداوار کا مقرر حصہ دیتے رہے۔ انصارِ مدینہ اگرچہ یہی چاہتے تھے کہ زمینیں بھی مہاجرین کو دے دی جائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا بلکہ مہاجرین کو عارضی ملکیت دی جب حالات سازگار ہوئے اور مہاجرین خود صاحب جائیداد ہو گئے تو انصار کو زمینیں واپس کر دی گئیں۔

النصار کا جذبہ ایثار:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أُنِيَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصَابَنِي الْجُحْدُ فَأَرْسَلْ إِلَى نِسَائِهِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُنَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا رَجُلٌ يُضَيِّقُهُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ يَزُجُّهُ اللَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ فَقَالَ لِأَمْرَأَتِهِ صَيِّفِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدَّخِرِيهِ شَيْئًا قَالَتْ وَاللَّهِ مَا عِنْدِي إِلَّا قُوْتُ الصَّبِيَّةِ قَالَ فَإِذَا أَرَادَ الصَّبِيَّةُ الْعِشَاءَ فَنَوِّمِيهِمْ وَتَعَالَى فَأَطْفَيْتِ السِّرَاجَ وَنَظَوِي بَطُونَنَا اللَّيْلَةَ فَفَعَلْتُمْ عَدَا الرَّجُلِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَقَدْ حَجَّبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ صَحَّكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيُؤْتِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4889

ترجمہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے بھوک نے ستایا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام گھروں سے معلوم کرایا، وہاں سے کچھ نہ ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے سے فرمایا کہ کوئی ہے جو ان کی ایک رات کی مہمانی قبول کرے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمانی کروں گا۔ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان کی مہمان نوازی میں کمی نہ ہونے پائے اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے لیے کچھ تھوڑا سا رکھا ہے اور کچھ بھی گھر میں نہیں۔ فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دینا اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جائیں گے اور آپ چراغ درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر اس کو بچھا دینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے

رات گذاری۔ اللہ نے قرآن کریم کی آیت یُوْثِرُونَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ نازل فرمائی۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ قَالَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَأَعْطَاهُ غَمًّا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ أَسْلِبُوا فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطَى عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4275

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں کا بہت بڑا ریوڑ جو کہ دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا تھا، اسے عنایت فرمایا، وہ شخص آپ کی اس دریا دلی فیاضی سخاوت اور ایثار و ہمدردی سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا: ”اے لوگو! اسلام لے آؤ کیونکہ (اس دین کی طرف بلانے والا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اس قدر سخی ہیں اور) اتنا دیتے ہیں کہ وہ اپنے فقیر ہونے کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔“

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ أَخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ لَهُ هَلُمَّ أَقَابِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَلِيَ أَمْرَ أَتَانٍ فَأُطْلِقُ إِحْدَاهُمَا فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَرَوُجَهَا فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ ذُلُّونِي عَلَى السُّوقِ فَذَلُّوهُ عَلَى السُّوقِ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1933

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبد الرحمن بن عوف جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی بندی قائم فرمائی۔ ان کے انصاری بھائی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک بھائی ہونے کے ناتے اپنا آدھا مال تمہیں پیش کرتا ہوں اس کے

علاوہ میری دو بیویاں ہیں۔ تم انہیں دیکھ لو (ابھی پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے) اور جو تمہیں اچھی لگے میں اسے طلاق دے دوں گا اور عدت کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔ آپ نے جواب میں کہا کہ خدا تمہارے گھر والوں اور تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے مجھے کوئی بازار بتادو کہ میں وہاں جا کر تجارت کروں چنانچہ انہیں (بنو قینقاع کا) بازار بتا دیا گیا۔

4: ہجری میں قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، وہ کامیاب نہ ہوئے 1 ہجری میں ان سے جو معاہدہ تھا انہوں نے خود اس کی خلاف ورزی کر کے توڑ دیا، اس لیے ان کا علاقہ بغیر جنگ کے اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آیا چونکہ یہ بغیر جنگ کے اہل اسلام کے قبضہ میں آیا اس لیے مجاہدین اسلام میں تقسیم نہ ہوا بلکہ اسے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق قرار دیا گیا یعنی آپ اس مال میں حق تولیت رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام کی مشکلات تھیں، آپ علیہ السلام نے انصار کو جمع فرما کر ان کی رائے معلوم کرنا چاہی کہ یہ زمین انصار و مہاجرین دونوں میں تقسیم کی جائے یا صرف مہاجرین کو دے دی جائے تاکہ وہ انصار کی زمینیں واپس کریں اور ان کے مکانات خالی کر دیں؟

اوس و خزرج کے دونوں سردار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے عرض کی: آپ یہ سب کچھ مہاجرین میں تقسیم فرمادیں ہم اپنے مکانات و باغات اور زمینیں واپس نہیں لیتے بلکہ ہمیں خوشی ہوگی کہ ہماری کچھ اور زمینوں کا حصہ مہاجرین کو عنایت فرمایا جائے یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو دعا دی: اے اللہ! انصار اور ان کی اولادوں پر اپنی خاص رحمت نازل فرما چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمین کا ایک حصہ مہاجرین میں تقسیم فرمایا اور انصار میں سے دو ضرورت مند

انصاری حضرت ابو دجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کو بھی دیا باقی اپنے پاس رکھا اور اس پر کاشت ہوتی تھی جس کی پیداوار سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نان و نفقہ ادا فرماتے۔ کچھ عرصہ بعد بحرین کا علاقہ بھی اسلامی سلطنت کا حصہ بنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بھی انصار کو کچھ دینے کا ارادہ فرمایا لیکن انہوں نے بصد ادب یہ عرض کی کہ ہمیں دینے کے بجائے مہاجرین کو عنایت فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں مواخات کا درس ملتا ہے۔ اگرچہ اس کے بعض احکام کہ ترکہ میں وراثت وغیرہ تو شرعاً منسوخ ہو گئے لیکن باہمی یگانگت، ایثار و اخلاص، ہمدردی و اخوت، الفت و محبت اور مساوات سے معاشرتی و اقتصادی تعلقات کو مربوط و مضبوط کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے۔

منافقوں کی جماعت کا ظہور:

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت بت پرست بہت تھوڑی تعداد میں تھے اس لیے کہ ان کے دو قبیلے اوس اور خزرج تھے اور ان قبائل کے کافی لوگ ایمان لائے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ایک نئی جماعت وجود میں آئی جسے منافقین کی جماعت کہا جاتا ہے۔ منافقوں کا سردار بنو خزرج کا رئیس اعظم عبد اللہ بن اُبی تھا۔ ہجرت سے پہلے بھی مدینہ کا سب سے بڑا سردار یہی تھا دونوں قبیلے اسی کے ماتحت تھے دونوں قبائل نے آپس میں عداوت کے باوجود بھی عبد اللہ بن اُبی کی تخت نشینی پر اتفاق کر لیا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اوس و خزرج قبائل کے لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا اسے بہت شاق گزرا اور اسے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ میرے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سردار نہ مان لیں اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو گیا۔

دُشمنانِ اسلام کا بظاہر ایمان لانا:

عبداللہ بن اُبی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے کا سوچ رکھا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حاکمانہ اقتدار کی وجہ سے اسلام کی اعلانیہ مخالفت کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا، اس لیے بظاہر اسلام میں داخل ہو گیا اور اندر ہی اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت پھیلانے لگا۔ اس نے شہر کے مشرکوں کو اپنا ہمنا بنا لیا اور کہا: مصلحت اسی میں ہے کہ تم بھی بظاہر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اندر ہی اندر مسلمانوں کی مخالفت کرو چنانچہ وہ سب بظاہر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

مسلمانوں کی طرح اسلامی احکام بجالانا:

مسلمانوں کی طرح منافق بھی اسلامی احکام و فرائض بجاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر بھی ہوتے اور اسلام کی تائید میں غزوات وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے۔ مسلمانوں میں گھل مل کر رہنے کی وجہ سے یہ لوگ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ یہ یہودیوں سے زیادہ خطرناک تھے کیونکہ یہودیوں کی دشمنی علی الاعلان تھی جس کا پہچانا آسان تھا لیکن یہ دین کے دشمن اندر ہی اندر سے فتنہ کی آگ جلا رہے تھے۔ شروع میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناواقف تھے لیکن بعد میں اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مطلع کر دیا۔ منافقوں کا خاتمہ نہ کرنے کی وجہ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی طرف سے ہر طرح کی تکالیف پہنچتی تھیں اس کے باوجود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان کے قتل سے منع کر رکھا تھا اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ غیر مسلم یہ مشہور کر دیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تبعین کو قتل کرتے ہیں اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی منافق کو بغیر کسی ظاہری سبب اور جرم کے محض باطنی خباثت کی بناء پر سزا دیتے تو یہ ایک اسلامی قانون میں مثال بن جاتی اور آئندہ چل کر خواہش پرست حکام کو اپنی نفسانی اغراض کی تکمیل کا موقع مل جاتا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال کر کے جس پر نفاق کا الزام لگا کر موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے، اتار دیتے اور اسلام میں کسی قسم کا عہد و ذمہ قابل اعتماد نہ رہتا۔

منافقین سے مر بیانہ سلوک:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ منافقین کون کون سے ہیں اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلق عظیم سے ان کے ساتھ وہی مر بیانہ سلوک کرتے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کرتے تھے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درخواست سنتے اسی طرح ان منافقین کی بات بھی توجہ سے سنتے تھے۔

منافقین خزر ج:

قبیلہ خزر ج کے 17 منافق تھے۔

- (1) حاطب بن امیر بن رافع حضرت یزید بن حاطب رضی اللہ عنہ کا باپ تھا
- (2) ابو طعمہ بشیر بن ابرق (3) قذمان (4) ضحاک بن ثابت (5) معتب بن قشیر (6)
- رافع بن زید (7) بشیر (8) رافع بن ودیعہ (9) زید بن عمرو (10) عمرو بن قیس (11)
- قیس بن عمرو بن سہل (12) جد بن قیس (13) رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن
- سلول (14) ودیعہ (15) مالک بن ابی (16) سوید (17) داعس۔

قبیلہ اوس کے منافق:

قبیلہ اوس کے 19 منافق تھے۔

(1) زوی بن رزث (2) جلاس بن سوید بن صامت (3) اس کا بھائی حرث بن سوید (4) بجا دین عثمان بن عامر (5) نبتل بن حرث (6) ابو حبیہ بن ازعر (7) عمباد بن حنیف جو حضرت سہیل بن حنیف کا بھائی ہے (8) مجزج (9) عمرو بن خزام (10) عبد اللہ بن نبتل (11) جاریہ بن عامر بن عطف (12) زید بن جاریہ بن عامر (13) مجمع بن جاریہ (14) دو لیحہ بن ثابت (15) خدام بن خالد (16) بشر بن زید (17) رافع بن زید (18) مرلیح بن قیظی (19) اوس بن قیظی۔

یہودی منافق:

یہود میں 9 لوگ منافق تھے۔

(1) سعد بن حنیف (2) زید بن نصیت (3) نعمان بن عوفہ بن عمرو (4) عثمان بن عوفہ (5) رافع بن حریملہ (6) رفاعہ بن زید بن تابوت (7) سلسلہ بن برہام (8) کنانہ بن صویہ (9) حرث بن عمرو۔

میثاقِ مدینہ:

سن 1 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیوں اور بالخصوص یہود کے ساتھ تحریری طور پر ایک معاہدہ کیا اسے میثاقِ مدینہ کا نام دیا جاتا ہے اس کی کل 53 دفعات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ تحریری معاہدہ اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قریش و یثرب کے ان لوگوں کے مابین ہے جو مؤمن ہیں، اطاعت گزار ہیں، جو ان کے تابع ہیں، جو ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں۔

1: یہ سب مسلمان دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک علیحدہ سیاسی وحدت

(امت) ہوں گے۔

2: قریشی مہاجر اسلام سے پہلے کے دستور کے مطابق خون بہا ادا کیا کریں گے، اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا کریں گے تاکہ مومنوں کا باہم برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو

3: بنو عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہائی دلا یا کریں گے تاکہ مومنوں کا برتاؤ آپس میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

4: بنو حارث اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کرنے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے تاکہ اہل ایمان کے باہمی تعلقات نیکی اور انصاف کے مطابق استوار ہوں۔

5: بنو ساعد اپنے دستور کے مطابق خون بہا کی ادائیگی اور اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ دے کر رہائی دلوانے کے ذمہ دار ہوں گے تاکہ مومنوں کے تعلقات نیکی اور انصاف کی بنیاد پر قائم ہوں۔

6: بنو جشم اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائیں گے تاکہ مسلمانوں میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر باہمی خیر سگالی و خیر خواہی کی فضا قائم ہو۔

7: بنو نجار اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوں گے تاکہ اہل ایمان کے باہمی روابط بھلائی اور انصاف کی بنیاد پر مضبوط ہوں۔

8: بنو عمرو بن عوف اپنے دستور کے مطابق خون بہا کی ادائیگی اور فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کی رہائی کے پابند ہوں گے تاکہ مومنوں کا باہمی اعتماد نیکی اور انصاف کی

بنیاد پر مستحکم ہو۔

9: بنو نبیئت اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کرنے اور اپنے گردہ کے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلانے کے ذمہ دار ہوں گے تاکہ اہل ایمان کا باہمی میل جول بھلائی اور انصاف کا آئینہ دار ہو۔

10: بنو اوس اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلایا کریں گے تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

11: اہل ایمان میں سے اگر کوئی شخص مفلس ہے یا قرض کے بوجھ تلے بری طرح دبا ہوا ہے تو اس کے ایمان دار ساتھی ایسے شخص کو لازمی طور پر امداد دیں گے تاکہ اس کے حق کا خون بہا یا فدیہ بخوبی ادا ہو سکے۔

12: کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی اجازت کے بغیر اس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہیں کرے گا۔

13: اہل تقویٰ اور اہل ایمان ہر اس شخص کی مخالفت متحد ہو کر کریں گے جو سرکشی، ظلم، زیادتی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ایسے شخص کے خلاف تمام اہل ایمان کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی ہو۔

14: کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کرے گا۔ اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کو امداد دی جائے گی۔

15: اللہ تعالیٰ کا ذمہ و عہد ایک ہی ہے۔ اہل اسلام کا ایک معمولی درجے کا کافر بھی کسی شخص کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ اہل ایمان دوسروں کے مقابلے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

16: یہود میں سے جو اس معاہدے میں شریک ہوں گے، انہیں برابر کی حیثیت

حاصل ہوگی۔ ایسے لوگوں پر ظلم ہو گا نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔
 17: اہل اسلام کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جنگ کے موقع پر کوئی
 مسلمان دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور یہ صلح سب
 مسلمانوں کے لئے برابر ہونی چاہیے۔

18: وہ تمام گروہ جو ہمارے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں گے، باری باری انہیں
 آرام کا موقع دیا جائے گا۔

19: مومنوں کو اللہ کی راہ میں جو جانی نقصان اٹھانا پڑے اس کا بدلہ وہ سب مل کر
 لیں گے۔

20: بلاشبہ متقی مومن سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

21: اس معاہدے میں شریک کوئی مسلمان، مشرک قریش کے مال و جان کو پناہ
 نہیں دے گا اور اس سلسلے میں وہ کسی مسلمان کی راہ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔

22: جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اس کا ثبوت ملنے پر اس سے قصاص لیا
 جائے گا۔ ہاں اگر مقتول کا وارث خون بہالینے پر راضی ہو جائے تو قاتل قصاص سے بچ
 سکتا ہے۔ تمام اہل ایمان پر لازم ہو گا کہ وہ مقتول کے قصاص کے لئے ساتھ دیں۔ اس
 کے سوا ان کے لئے کوئی صورت جائز نہیں ہوگی۔

23: جو مسلمان اس عہد نامے کو تسلیم کر چکا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا
 ہے، اس کے لیے جائز نہیں ہو گا کہ وہ ایسے شخص کو پناہ دے جو نئی بات نکالنے والا اور
 فتنہ انگیزی کرنے والا ہو۔ جو ایسے شخص کی حمایت کرے گا یا اسے پناہ دے گا وہ
 قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب کا حقدار ہو گا جہاں کوئی فدیہ اور ہدیہ قبول نہیں
 کیا جائے گا۔

24: اس عہد نامے کی پابندی کرنے والے لوگوں کے درمیان جب کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو وہ اللہ اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کریں گے۔

25: یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر جب تک جنگ کرتے رہیں گے وہ اپنے حصے کے جنگی اخراجات بھی خود ہی برداشت کریں گے۔

26: یہود بنو عوف مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت متصور ہوں گے، یہود اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں۔ خواہ موالی ہوں یا اصل، لیکن ظلم اور جرم کے مرتکب افراد اپنی ذات اور اپنے گھرانے کے سوا کسی اور کو مصیبت میں نہیں ڈالیں گے۔

27: یہود بنو نجار کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

28: یہود بنو حارث کے وہی حقوق ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

29: یہود بنو ساعد کے وہی حقوق ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

30: یہود بنو جشم کے حقوق وہی ہوں گے جو یہود بنی عوف کے ہیں۔

31: یہود بنو اوس کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

32: یہود بنو ثعلبہ بھی انہی حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے بنو عوف کے یہودی ہیں، مگر جو ظلم اور جرم کا ارتکاب کرے گا اس کی مصیبت اور اس کا وبال صرف اس کی ذات اور اس کے گھرانے پر ہوگا۔

33: جفنہ، بنی ثعلبہ کی شاخ ہیں لہذا جفنہ کے یہودیوں کے حقوق بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے حقوق کے برابر ہوں گے۔

34: وفا شعاری کی صورت میں یہود بنی شیطیہ کے حقوق وہی ہوں گے جو یہود

بنو عوف کے ہیں۔

- 35: بنو ثعلبہ کے موالی کے حقوق وہی ہوں گے جو اصل کے ہیں۔
- 36: یہودیوں کے تمام موالی کے وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے ہیں۔
- 37: معاہدے کا کوئی فریق بھی ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ کرنے یا جنگ کے ارادے سے نکلنے کی اجازت نہیں ہوگی۔
- 38: زخم کا بدلہ لینے میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ خونریزی کے مرتکب کی ذمہ داری اس کی ذات اور گھر پر عائد ہوگی۔ مظلوم کے ساتھ اللہ ہے۔
- 39: یہود اپنے خرچ جبکہ مسلمان اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے۔
- 40: اس معاہدے میں شریک کسی فریق کے خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شرکاء ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ آپس میں مشورہ کریں گے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور وفا شعاری کا رویہ اختیار کریں گے اور عہد شکنی سے اجتناب کریں گے۔
- 41: کسی شخص کو حلیف کی بد عملی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی۔
- 42: یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے وہ جنگ کے اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے۔
- 43: معاہدے میں شریک تمام فریقوں کے لئے مدینہ کا میدان مقدس ہوگا۔
- 44: پناہ حاصل کرنے والے کے ساتھ وہی برتاؤ ہو گا جو پناہ دینے والے کے ساتھ ہو رہا ہو نہ اسے نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ وہ عہد شکنی کرے گا۔
- 45: کسی عورت کو اس کے خاندان کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔
- 46: اس معاہدے میں شریک افراد / گروہوں کے درمیان کوئی نئی بات یا جھگڑا

پیدا ہو جائے جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ عہد نامے کی اس دستاویز میں جو کچھ درج ہے وہ اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے، وہ چاہتا ہے کہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ اس کی پابندی کی جائے

47: نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ ان کے کسی معادن کو۔

48: یثرب پر حملے کی صورت میں معاہدے کے شرکاء یعنی مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

49: اگر یہودیوں کو صلح کر لینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو وہ اسے قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر یہودی مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو اسے قبول کرنا بھی ان پر لازم ہو گا، لیکن اس کا اطلاق ایسی جنگ پر نہ ہو گا جو خالص دین کے لئے ہو۔

50: معاہدے میں شریک ہر شخص اور گروہ سے یثرب کے اسی حصے کی ذمہ داری ہوگی جو اس کے سامنے یعنی بالمقابل ہو گا۔

51: اوس کے یہودیوں کے خواہ وہ موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدے کو قبول کرنے والوں کو حاصل ہیں۔

52: اس عہد نامے کے حکم میں ظالم اور خطاکار داخل نہیں جو جنگ کے لیے نکلے وہ بھی اور جو گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی اس کا حقدار ہو گا۔

53: اللہ اس کا حامی و نگہبان ہے جو اس اقرار و عہد میں مخلص اور سچا ہے۔

معاہدے کی شقوق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ 1 ہجری سے لے کر 11 ہجری تک ڈیڑھ سو مربع کلومیٹر سے 15 لاکھ کلومیٹر تک پورا علاقہ پر امن ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ ”میثاقِ مدینہ“ کی بدولت درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

1: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سربراہ مملکت تسلیم کر لیا گیا جس کی وجہ سے آپ کا تشخص محض دعوتی یا تبلیغی نہ رہا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سیاسی، عسکری اور قانونی اختیارات کا مرکز بن گئی۔

2: مدینہ منورہ باضابطہ ریاست بنی جس کی بنیادیں آئینی و دستوری طور پر مضبوط ہوئیں۔

3: مدینہ منورہ میں پہلی مرتبہ ایک مرکزی عدالتی نظام قائم ہوا جس کی اعلیٰ ترین حیثیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو تسلیم کیا گیا۔

4: تبلیغ اسلام کے لیے راہ ہموار ہو گئی، جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ درجہ اسباب میں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلا۔

5: ریاست کا بنیادی مضبوط اور مستحکم نظام وجود میں آیا۔

6: شہریوں کے حقوق و فرائض اور ان کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔

7: امن و انصاف کو عام کرنے کی بنیاد ڈالی گئی۔

8: جرائم کی روک تھام کے لیے منظم حکمت علمی تیار کی گئی۔

9: ریاست کے دفاع اور استحکام کے لیے منظم داخلہ پالیسی وضع کی گئی۔

10: خارجہ پالیسی کے رہنما اصول و ضوابط مقرر کیے گئے۔

یثرب کے بجائے مدینۃ الرسول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اس علاقے کو یثرب کہا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ”طیبہ“ رکھا جبکہ بعض روایات کے مطابق ”طابہ“ نام رکھا، اس کے اور بھی کئی نام ملتے ہیں۔ اب اختصار کی وجہ سے اسے مدینہ / مدینہ منورہ / مدینہ طیبہ کہتے ہیں۔

مدینہ منورہ کا پہلا اسلامی مدرسہ... صُفَّہ:

مسجد نبوی کا وہ چبوترہ جو آج بھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دینی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ یوں کہہ لیجئے کہ مدینہ منورہ کا سب سے پہلا اسلامی مدرسہ۔

”صُفَّہ“ عربی زبان میں سائبان کو کہتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جگہ پر رہ کر تعلیم حاصل کیا کرتے تھے انہیں کو ”اصحابِ صُفَّہ“ کہا جاتا ہے۔ دن بھر دینی تعلیم میں جبکہ رات کا اکثر حصہ قرآن کریم کی تلاوت میں گزارتے اس لیے ان کو ”قراء“ کہا بھی جاتا ہے۔ یہ اَضْيَافُ اللہ (اللہ کے مہمان) اور اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ (اسلام کے مہمان) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے کہیں کچھ لوگوں کو بھیجنا ہوتا تو عموماً انہی میں سے بھیجے جاتے۔ ان کی تعداد کم زیادہ ہوتی رہتی زیادہ سے زیادہ ان کی تعداد 400 تک پہنچی ہے۔

اصحابِ صُفَّہ کی شانِ بے نیازی:

اصحابِ صُفَّہ کی وضع قطع میں میانہ روی تھی۔ عمدہ لباس استعمال نہ فرماتے، دنیا سے بے رغبتی، عبادتِ الہی اور علم کو حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا۔ صبر و استقامت میں پہاڑ سے زیادہ مضبوط تھے، کئی کئی دن تک فاقہ کرنا پڑتا لیکن اس کے باوجود بھی ان کے چہروں سے بادشاہوں جیسی بے نیازی اور خوشحالی ٹپکتی تھی۔

اصحابِ صُفَّہ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت:

فَقَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ سَنَوْتُ حَتَّى
اِسْتَكَيْتُ صَدْرِي وَقَالَتْ فَاطِمَةُ: قَدْ طَحْنَتْ حَتَّى حَجَلَتْ يَدَايَ وَقَدْ جَاءَكَ اللَّهُ
بِسَبِي وَسَعَةِ فَأَخْدِمْنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللَّهِ لَا

أَعْطَيْكُمَا وَأَدْعُ أَهْلَ الصَّفَةِ تَطْوَى بُطُونُهُمْ لَا أَحَدٌ مَّا أَنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَكِنِّي
أَبِيعُهُمْ وَأَنْفِقُ عَلَيْهِمْ أَتَمَّتْهُمْ۔

مسند احمد، رقم الحدیث: 838

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذکر کردہ ایک طویل روایت میں ہے ایک بار میں اور سیدہ فاطمہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! چکی پیستے پیستے فاطمہ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ (حالیہ غزوے کے) مالِ غنیمت میں جو قیدی (غلام اور لونڈیاں) آئے ہیں، ان میں سے چند ایک ہماری خدمت کے لیے مقرر فرمادیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خدا کی قسم! میں تمہیں نہیں دے سکتا۔ میں تمہیں کیسے دے دوں؟ جبکہ اہل صفہ بھوکے بیٹھے رہیں بھوک کی وجہ سے ان کے پیٹ کمر سے لگے ہوئے ہیں (فی الحال) میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں ان پر خرچ کر سکوں، میں ان غلاموں کو بیچوں گا اور ان کی رقم اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔“

فائدہ: باوجودیکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ صاحبزادی کن مشکل حالات میں ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اصحابِ صفہ کو ترجیح دی۔

دودھ کا ایک پیالہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (اصحابِ صفہ میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے مدینہ منورہ کے ایک راستے پر بیٹھ گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے، گھر میں ایک شخص نے دودھ کا پیالہ ہدیہ بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اصحابِ صفہ کو بلاؤ، وہ اسلام کے مہمان ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ ایک پیالہ ہے جو بمشکل میرے لئے کافی ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ (جن کی تعداد 80 سے بھی زائد ہے) کو کیسے پلائیں گے؟

خیر میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سب کو بلا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ایک طرف سے پلانا شروع کرو! میں نے ایسا ہی کیا جب ایک آدمی پی لیتا تو میں پیالہ دوسرے کو دے دیتا یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد میں نے دودھ کا پیالہ ویسے کا ویسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابو ہریرہ آپ بھی پیو! میں نے جتنا پینا تھا پی لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور پیو! میں نے اور پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا اور پیو! میں نے اور پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مقرر فرمایا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق اور سچ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب تو میرے میں کوئی گنجائش باقی نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیالہ لیا، اللہ رب العزت کی حمد و ثناء کی اور دودھ نوش فرمایا۔

صحیح البخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ

اصحاب صفہ کی خوراک کا بندوبست:

سعد بن عبادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بعض اوقات اصحاب صفہ کے 80 افراد کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اصحاب صفہ کے لیے کھجوروں کے خوشے لا کر مسجد میں لٹکا دیتے اور یہ اسی سے کھاتے تھے۔ بعض مرتبہ دو دو دن تک کھانا نہ ملتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات انہیں رات کو مہاجرین و انصار پر تقسیم فرما دیتے کہ انہیں کھانا کھلائیں۔

کبھی صدقے کا مال آتا تو پورا پورا کا پورا انہی کے پاس بھیج دیتے، کبھی دعوت کے کھانے میں ان کو اپنے پاس بلا لیتے اور سب مل کر کھا لیتے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مساکین بالخصوص اصحابِ صفہ سے بے حد محبت فرماتے، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ”ابوالمساکین“ کا لقب عطا فرمایا۔

اصحابِ صفہ کی معاشی خود کفیلی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ رعل، ذکوان، عَصِيَّة اور بنو لُحَيان کے لوگوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (افرادى) مدد طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدد کے لیے ستر 70 انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔

ہم لوگ انہیں ”قراء“ کہتے تھے (یہ اصحابِ صفہ ہی تھے) جو دن کو گزر اوقات کے لیے لکڑیاں کاٹ کر بیچا کرتے تھے اور رات کو تاجر پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جب بزمِ معونہ (نامی ایک جگہ) پر پہنچے تو انہیں شہید کر دیا گیا اور ان سے دھوکہ کیا گیا۔

چند معروف اصحابِ صفہ:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ابو عبیدہ بن جراح <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا عبد اللہ بن عمر <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا بلال حبشی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ابو ذر غفاری <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ابو الدرداء <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا مصعب بن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ابو سعید خدری <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا ابو ہریرہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا سعد بن ابی وقاص <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا معاویہ بن حکم <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا زید بن خطاب <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا خنیس بن حذافہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا خرم بن اوس <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا براء بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا سالم بن عبید اشجعی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ہند بن حارثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا عراب بن ساریہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا عمرو بن عوف مزنی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا وابصہ بن معبد <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا مسطح بن اثاثہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا عبد اللہ بن ام مکتوم <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا عویم بن ساعدہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا عقبہ بن عامر <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا مقداد بن عمرو کندی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ذوالجھادین <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا صہیب بن سنان <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا سالم بن عبید اشجعی <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا فضالہ بن عبید <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا عباد بن خالد <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا حرملہ بن عبد اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا قمرہ بن ایاس <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا خباب بن ارت <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا جرہد بن حویلہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا سائب بن خالد <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا معاذ بن حارث <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا حنظلہ بن ابی عامر <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا کعب بن مالک <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا ثقیف بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا سالم بن معقل <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا طحیفہ بن قیس <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا بشیر بن خصاصیہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا رفاعہ بن عبد المنذر ابولبابہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا یسار ابو قلیبہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا عائشہ بن محسن <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ	سیدنا ابو کبشہ انماری <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا عبد اللہ بن انیس <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ	سیدنا عتبہ بن غزوان <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا حدیفہ بن یمان <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا شقران مولی رسول اللہ ﷺ	سیدنا حازم بن حرملہ <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا نجیب بن یساف <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا عبید مولی رسول اللہ ﷺ	سیدنا ابو ثعلبہ حُشَنی <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا ابو رزین <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ابو عصبیہ مولی رسول اللہ ﷺ	سیدنا ربیعہ بن کعب <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا جاریہ بن جمیل <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا ابو مویبہ مولی رسول اللہ ﷺ	سیدنا صفوان بن بیضائی <small>رضی اللہ عنہ</small>
سیدنا شمعون ابوریحانہ <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جزء <small>رضی اللہ عنہ</small>	سیدنا وائلہ بن اسقع <small>رضی اللہ عنہ</small>

فائدہ: امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک زمانہ پایا ہے ان میں سے 6 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجر رضی اللہ عنہم) سے آپ رحمہ اللہ نے حدیث مبارک روایت بھی ہے۔ ان میں سے 2 وہ ہیں جن کا شمار اصحابِ صفہ میں ہوتا ہے یعنی سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ اور سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ۔

حجروں کی تعمیر:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حجرے تعمیر کروائے جو مسجد کے ساتھ تھے۔ ایک حجرہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دوسرا صدیقہ کائنات حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے، پھر بعد میں دیگر امہات المومنین کے لیے حجرے تعمیر ہوتے گئے۔ ان حجروں کی تعمیر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہتے تھے جب تعمیر مکمل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجروں میں منتقل ہوئے۔

اذان کا حکم:

معراب کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو اس وقت معمول یہ تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو لوگ خود بخود جمع ہو جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ بات آئی کہ کوئی ایسی علامت ہونی چاہیے کہ نماز کا وقت ہو تو لوگ باآسانی مسجد میں حاضر ہو جایا کریں۔

مشورہ میں یہ بات رکھی گئی تو کسی نے ناقوس (کھوکھلی ہڈی جس میں پھونک

مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے) کسی نے بوق (منہ سے بجانے والا باجا جو عام طور پر اعلان کے موقع پر یا پولیس / فوج کو کہیں جانے یا واپسی کا حکم دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے) کسی نے اونچی جگہ پر آگ جلانے اور کسی نے جھنڈا بلند کرنے کا مشورہ دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کی مشابہت کی وجہ سے اسے مسترد کر دیا، مشورہ میں کوئی بات طے نہ ہوئی۔

حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری (خرزرجی) رضی اللہ عنہ پر اس کا بہت اثر ہوا آپ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ سبز لباس پہنے ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس ہے میں نے کہا یہ ناقوس مجھے فروخت کر دو، اس نے پوچھا کہ تم اسے خرید کر کیا کرو گے؟ میں نے کہا اسے بجا کر ہم لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں گے۔ سبز پوش نے کہا میں تمہیں اس سے عمدہ اور بہتر الفاظ نہ سکھا دوں؟ میں نے کہا ضرور سکھائیں! اس شخص نے کہا اس طرح کہو: اللہ اکبر اللہ اکبر..... آخر تک پوری اذان سکھا دی۔ پھر اقامت کی تلقین کی کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس طرح کہو صلی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصلاة کہو۔

صبح ہوئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا خواب بیان کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: إِنَّ هَذِهِ الرُّؤْيَا حَقٌّ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ۔ کچی بات ہے یہ خواب بالکل سچا ہے ان شاء اللہ۔ اس کے بعد کلمات اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتلانے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) کی آواز آپ سے زیادہ بلند ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلمات سنے تو اسی وقت گھر سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی

یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے جیسے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دکھایا گیا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قَدْ لِدَّهِ الْحَمْدُ**۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ولادت:

سن 1 ہجری ہجرت کے دوسرے مہینے (جبکہ ماہ ہجرت ربیع الاول کو شمار نہ کیا جائے) جمادی الاولیٰ میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت نعمان بن بشیر الانصاری (خرزرجی) رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ہجرت کے بعد یہ سب سے پہلے انصاری بچے ہیں جن کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

اہل بیت اور خاندان صدیقی کی خواتین کی ہجرت:

حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما کو حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں دو اونٹ اور پانچ سو دراہم دے کر مکہ روانہ کیا گیا تاکہ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی ان خواتین کو لایا جاسکے۔ ام المومنین حضرت سودہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہن۔

زکوٰۃ کا حکم:

سن 1 ہجری میں زکوٰۃ کا تفصیلی حکم نازل ہوا، اگرچہ اس سے پہلے اجمالی طور پر اس کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکا تھا۔

مدینہ سے واپس کا خاتمہ:

مہاجرین جب یہاں پہنچے تو سب کو بخار ہونے لگا، جس کی وجہ سے وہ بہت

کمزور ہو گئے، ان کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بخار والی وبا کو مدینہ سے مقام جحفہ منتقل کر دیا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ إِلَيْنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَانْقُلْ حُمَاهَا إِلَيَّ
الْبُحْفَةَ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 6372

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی محبت ڈال دے جیسے آپ نے ہمارے لیے مکہ کو محبوب بنایا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ اور یہاں کے بخار کو جحفہ منتقل فرمادے۔

فائدہ: جحفہ یہودیوں کی آبادی تھی وہاں کے لوگ مکہ سے ہجرت کرنے والے مہاجرین کو تکالیف پہنچاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے وہ بستی ویران ہو گئی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت:

سن 1 ہجری ہجرت کے 7 ماہ بعد (جبکہ ماہ ہجرت ربیع الاول کو شمار نہ کیا جائے) شوال المکرم میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ مہاجرین مدینہ میں سب سے پہلی ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ہوئی، مسلمان ان کی پیدائش سے بہت خوش ہوئے کیونکہ یہودیوں نے یہ مشہور کر رکھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر رکھا ہے ان کی نرینہ اولاد پیدا نہیں ہوگی۔ جب حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو یہودیوں نے یہ تاویل کی کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے ان کے

ہاں زینہ اولاد پیدا نہیں ہوگی۔ جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ان کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بچے کو آپ کی گود میں رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا، اور تخنیک کی (کھجور چبا کر ان کے تالو سے لگائی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 1 ہجری شوال المکرم میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی۔ نکاح ہجرت سے تین سال قبل شوال سن 10 نبوی میں (جب سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 6 سال تھی) ہوا تھا اور رخصتی شوال 1 ہجری میں (جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 9 سال تھی) ہوئی۔

خواب میں بشارت:

جس کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے وہ بہت خوش نصیب انسان ہوتا ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنی ساری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق بسر کرے۔ یہ خوش نصیبی ایک مومن کے لیے ہے جبکہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی کا عالم یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ کی زیارت کی۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں نے تمہیں دوبار خواب میں دیکھا ہے ایک شخص میرے پاس آیا اس کے پاس ریشمی کپڑے میں تمہاری صورت تھی اور مجھے کہا کہ یہ آپ کی ہونے والی اہلیہ ہے، میں نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو صورت تمہاری تھی تب میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرمائیں گے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ممکنی:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ وَيَحْيَى قَالَا: لَبَّأَ هَلَكَتْ خَدِيجَةُ جَاءَتْ خَوْلَةَ بِنْتُ حَكِيمٍ أَمْرًا عُمَانِ بْنِ مَطْعُونٍ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَرَوْنِي؟ قَالَ: مَنْ؟ قَالَتْ: إِنْ شِئْتُ بِكَرٍّ وَإِنْ شِئْتُ ثَيِّبًا قَالَ: فَمَنْ الْبِكْرُ؟ قَالَتْ: ابْنَةُ أَحَبِّ خَلْقِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْكَ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: وَمَنْ الثَّيِّبُ؟ قَالَتْ: سَوْدَةَ بِنْتُ زَمْعَةَ، أَمَمْتُ بِكَ وَاتَّبَعْتِكَ عَلَى مَا تَقُولُ قَالَ: فَأَذْهَبِي فَأَذْهَبِي فَأَذْهَبِي فَأَذْهَبِي فَدَخَلَتْ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: يَا أُمَّرُومَانَ مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَاتِ قَالَتْ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أُرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: انْتظِرِي أَبَا بَكْرٍ حَتَّى يَأْتِيَ فِجَاءَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ: يَا أَبَا بَكْرٍ مَاذَا أَدْخَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَاتِ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَتْ: أُرْسَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْطُبُ عَلَيْهِ عَائِشَةَ، قَالَ: وَهَلْ تَصْلُحُ لَهُ؟ إِنَّهَا هِيَ ابْنَةُ أُخِيهِ فَرَجَعَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ قَالَ: ارْجِعِي إِلَيْهِ فَقُولِي لَهُ: أَنَا أَحْوَكُ وَأَنْتِ أَرْحَمِي فِي الْإِسْلَامِ وَابْنَتُكَ تَصْلُحُ لِي فَرَجَعَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ.

مسند احمد، رقم الحدیث: 25769

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ اور یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ایک نمگسار رفیقہ حیات کی ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس جگہ پیغام دینے کا خیال ہے؟ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کسی کنواری سے نکاح فرمانا پسند کریں تو آپ

کے نزدیک تمام مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب ہے ابو بکر، اُس کی بیٹی عائشہ موجود ہے ان سے نکاح فرمائیں اور اگر کسی بیوہ سے نکاح فرمانا چاہیں تو سوودہ بنتِ زمعہ موجود ہے جو آپ پر ایمان بھی لایچکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں جگہ پیغام دے دیں۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لے کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھی گئیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح دیا اور فرمایا: ام رومان اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے میں بہت خیر و برکت رکھی ہے۔ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر لینا چاہیے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہیں سارا معاملہ بتایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے بھائی ہیں اس نسبت سے تو میری بیٹی عائشہ ان کی بھتیجی ہوئی۔ بھتیجی سے نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے دینی بھائی ہیں، لہذا نکاح جائز ہے۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا واپس تشریف لائیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اطلاع دی۔ صدیقی گھرانے نے اس سعادت پر دل و جان سے لبیک کہا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے نکاح والے دن کے بارے میں بتلاتی ہیں کہ ایک دن میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، اس وقت میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی انہوں نے مجھے آواز دی میں آگئی۔ مجھے اس بات کا کچھ علم نہیں تھا کہ ان کا کیا ارادہ ہے؟۔ خیر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کے دروازے کے

پاس کھڑا کر دیا اور جھولا جھولنے کی وجہ سے میرا سانس پھولا جا رہا تھا، کچھ دیر بعد جب مجھے کچھ سکون سا ہوا تو انہوں نے پانی سے میرا منہ اور سر دھویا۔ اس کے بعد مجھے گھر کے ایک کمرے میں لے گئے، جہاں پہلے سے انصار کی چند خواتین موجود تھیں، مجھے دیکھتے ہی انہوں نے خیر و برکت کی دعادی اور کہا کہ اچھا نصیب لے کر آئی ہو، میری والدہ نے مجھے انہیں کے حوالہ کیا انہوں نے مجھے دلہن کی طرح سجایا۔ اس کے بعد جب دن چڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔

ہجرت کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ بنو حارث کے محلہ میں رہیں اس دوران اکثر مہاجرین کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور لوگ بیمار پڑ گئے۔ انہی میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بھی سخت بیمار ہوئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی تیمارداری میں مصروف رہیں کچھ دنوں بعد آپ بھی بخار میں مبتلا ہو گئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ عرصہ بعد میرا بخار اتر گیا اور میں صحت یاب ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے والد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اپنی اہلیہ کو رخصت کیوں نہیں کرا لیتے؟ اس میں کیا رکاوٹ ہے؟ (یعنی آپ اپنی زوجہ اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت میرے پاس حق مہر ادا کرنے کے لیے رقم موجود نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر میرے ابو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 500 دراہم دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام رقم مجھے بھجوائی اور میری رخصتی عمل میں آئی۔

مشق نمبر 1

مختصر جواب دیں:

1. ہجرت کے متعلق آپ ﷺ کا خواب بیان کریں۔
2. ابو جہل کا مشورہ آپ ﷺ کے بارے میں کیا تھا؟
3. بوقت ہجرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟
4. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار کی صفائی کے لیے کیا کیا؟
5. آپ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری پر مشرکین نے کیا انعام رکھا؟
6. خوف اور حزن میں بنیادی فرق بیان کریں۔
7. کون شخص ان کی تلاش میں آیا اور اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟
8. مسجد قبا کی فضیلت بیان کریں۔
9. ننھی بچیوں کے استقبالیہ اشعار کیا تھے؟
10. آپ ﷺ نے کس صحابی رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا؟
11. تیج حمیری کون تھا؟
12. عقد موالات کسے کہتے ہیں؟ اور اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟
13. منافقوں کا خاتمہ نہ کرنے کی دو وجوہات کون سی تھیں؟
14. مدینہ منورہ میں سب سے پہلے اسلامی مدرسہ کون سا تھا؟
15. اصحاب صفہ کی خوراک کا بندوبست کیسے ہوتا تھا؟

خالی جگہ پر کریں:

1. میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو بکثرت..... والی ہے۔
2. ابو جہل کی اس تجویز کو سب لوگوں نے..... اور اس پر..... کیا۔
3. مجھے بھی ہجرت کرنے کا حکم مل چکا ہے اور میں نے آج ہی رات..... جانا ہے۔
4. حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے صحن میں..... پر سو گئے۔
5. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی..... کو کھانا پہنچانے کے ذمہ داری سونپی۔
6. آپ ﷺ کا انگوٹھا مبارک زخمی ہوا، خون مبارک بہنے لگا جس سے..... مبارک بھر گئی۔
7. سراقہ اس وقت آپ کا کیا حال ہو گا جب کسریٰ شاہ ایران کے..... تمہارے ہاتھ میں ہوں گے۔
8. آپ ﷺ 8 دنوں کی طویل مسافت کو طے کر کے..... پہنچے۔
9. پہلے یمن کے ہر بادشاہ کو..... کہا جاتا تھا۔
10. قبیلہ..... کے یہودیوں نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔
11. اللہ اس کا نگہبان ہے جو اس اقتدار میں..... اور..... ہو۔
12. امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے..... کا مبارک زمانہ پایا ہے۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: آپ ﷺ نے کے ساتھ ہجرت فرمائی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

2: نطق عربی زبان میں کہتے ہیں:

قیض دوپٹہ کمر بند

3: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو ماہ سے دو صحت مند تیار کئے:

بکرے اونٹ گھوڑے

4: خلقی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے جمال کے عکس کامل تھے:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

5: بیٹرب کہا جاتا تھا:

مکہ مدینہ فارس

6: بیٹاق مدینہ کی کل دفعات ہیں:

پچاس باون ترپن

7: اصحاب صفہ کو لقب ملا:

اضیاف اللہ اضیاف الاسلام دونوں

سن 2 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کو اجازت جہاد، غزوہ ابوان، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی
 غزوہ بواط، غزوہ سفوان، غزوہ عتسیرہ، تحویل قبلہ، صیام رمضان کا حکم
 صلوة و سلام کا حکم، غزوہ بدر، قیدیوں کے احکام، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات
 صدقہ فطر و نماز عید کا حکم، غزوہ سویق، عید الاضحیٰ اور قربانی کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اجازتِ جہاد:

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر و تحمل سے کام لینے کا حکم دیتے اور فرماتے فی الحال ہمیں ان پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی صبر و تحمل پر گیارہ سال قائم رہے۔ آخر کار جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک اچھا ٹھکانا مل گیا تو جہاد کا حکم نازل ہوا۔

جہاد کی ابتداء:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ضرور اب دشمنان اسلام ہلاکت میں ڈالے جائیں گے کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دی ہیں اور جلاوطن کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿۳۹﴾ ﴿۳۹﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ. وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفِيَدَمَتِ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدٌ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ. إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۴۰﴾ ﴿۴۰﴾

سورۃ الحج، رقم الآيات: 39، 40

ترجمہ: جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے انہیں اب (اللہ کی طرف سے قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اس بات کا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح یاب کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ یہ وہ لوگ (جنہیں قتال کی اجازت دی

گئی ہے) ہیں جن کو محض اتنی سی بات کی وجہ سے اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر اور فساد) کو دوسروں کے ذریعے دور نہ فرماتا رہتا تو خانقاہیں، کلیسا، عبادت گاہیں اور مساجد جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے سب گرا دی جاتیں اور اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں کی مدد فرمائیں گے جو اس (کے دین) کی مدد کریں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست قوت والے اور بڑے (مضبوط) اقتدار والے ہیں۔

یہ قتال فی سبیل اللہ کی اجازت کے بارے میں سب سے پہلی آیت ہے اس میں اجازت کے ساتھ ساتھ اس کی حکمت کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ / انبیاء و رسل علیہم السلام / آسمانی کتابوں اور حقیقی عبادت خانوں کے منکروں اور دشمنوں کو ختم کر دینے ہی سے امن باقی رہ سکتا ہے۔

فائدہ 1: جہاد فرض ہے اور اس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے، جہاد قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ شریعت کی اصطلاح میں جہاد نام ہے ”قتال فی سبیل اللہ“ کا۔ اگر کسی اور حکم شرعی پر جہاد کے لفظ کا استعمال ہوا ہے تو وہ لغت کے اعتبار سے ہے شریعت کی اصطلاح نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو دیگر تمام اعمال کرنے والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جہاد بہت عظیم، مبارک اور مقدس عمل ہے۔

فائدہ 2: یہ بات بھی انتہائی توجہ کے قابل ہے کہ اسلام قبول مذہب کے لیے جبر واکراہ کا قائل نہیں کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنائے اسی طرح کسی اور کو بھی یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دین اسلام قبول کرنے والوں کا راستہ طاقت سے روکے بلکہ آزادی مذہب کے اس تناظر میں اسلام دنیا کا سب سے معتدل دین ہے۔

مدینہ منورہ آکر آپ نے عسکری حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے متعدد

قبائل کے ساتھ معاهدات صلح و جنگ فرمائے، اسلام کو مزید تقویت، مضبوطی اور استحکام پہنچانے کے لیے دور رس فیصلے صادر فرمائے۔

دوسری طرف قریش مکہ اسلام کے فروغ، اہل اسلام کی خوشحالی اور عزت و وقار کو کسی طرح بھی برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھے۔ اپنی جنگی قوت کو مضبوط بنانے کے لیے معیشت کو مستحکم کرنے میں لگے ہوئے تھے، اسلحہ اکٹھا کرنے کی غرض سے دیگر ممالک سے تعلقات استوار کر رہے تھے اور اندرون خانہ اسلام کو مٹانے کے لیے فیصلہ کُن معرکہ لڑنے کی تیاریوں میں مسلسل مصروف عمل تھے۔

سلسلہ غزوات و سرایا:

سن 2 ہجری ماہ صفر میں جب قتال فی سبیل اللہ کا حکم نازل ہوا تو اس کے بعد

غزوات و سرایا کا سلسلہ شروع ہوا۔

غزوہ کی تعریف:

وہ جنگ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود (بنفس نفیس)

شریک ہوئے ہوں ان کو محدثین کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں ”مغازی“ اور

”غزوات“ کہا جاتا ہے۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہمات)

سرئیہ کی تعریف:

وہ جنگ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود (بنفس نفیس)

شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر روانہ کیا ہو ان کو

محدثین کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں ”سرایا“ اور ”بعوث“ کہا جاتا ہے۔ (یعنی صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کی جنگی مہمات)

فائدہ: احادیث مبارکہ کی کتابوں میں بعض سرایا پر بھی غزوات کا لفظ بول دیا جاتا

ہے۔ جیسے غزوہ رجب، غزوہ موتہ وغیرہ۔

غزوات کے نام اور تعداد:

نمبر شمار	غزوہ کا نام	نمبر شمار	غزوہ کا نام
1	غزوہ ابواء / وُدَّان	2	غزوہ بُوَاط
3	غزوہ سَفْوَان	4	غزوہ عُنْشِيرَه
5	غزوہ بدر	6	غزوہ بنی سلیم / قَرقرَة الكُدْر
7	غزوہ سُوَيْق	8	غزوہ عَطْفَان / ذی امر
9	غزوہ فُرْع	10	غزوہ بنی قَيْسْتَانَع
11	غزوہ اُحْد	12	غزوہ حمراء الاسد
13	غزوہ بنی نَضِير	14	غزوہ بدر مَوْعِد
15	غزوہ دُومَة الجَنْدَل	16	غزوہ بنی المصطلق / مَرِيْسِيْع
17	غزوہ خَنْدَق / اَحْزَاب	18	غزوہ بنی قَرْيِظَه
19	غزوہ بنی لِحْيَان	20	غزوہ حُدَيْبِيَه
21	غزوہ ذی قَرْد	22	غزوہ خَيْبَر
23	غزوہ وادی القُرْبَى	24	غزوہ ذَات الرِّقَاع
25	غزوہ فَتْح مَكه	26	غزوہ حُنَيْن
27	غزوہ طَائِف وَاوْطَاس	28	غزوہ تَبُوك

سرایا کے نام اور تعداد:

نمبر شمار	سریہ کا نام	نمبر شمار	سریہ کا نام
1	سریہ حمزہ بن عبدالمطلب	2	سریہ عبیدہ بن حارث

3	سریرہ سعد بن ابی وقاص	4	سریرہ محمد بن مسلمہ
5	سریرہ زید بن حارثہ	6	سریرہ عبد اللہ بن جحش
7	سریرہ عمیر بن عدی	8	سریرہ سالم بن عمیر
9	سریرہ ابی سلمہ	10	سریرہ عبد اللہ بن انیس
11	سریرہ عاصم بن ثابت	12	سریرہ منذر بن عمرو
13	سریرہ محمد بن مسلمہ	14	سریرہ عکاشہ بن محصن
15	سریرہ محمد بن مسلمہ	16	سریرہ ابو عبیدہ بن جراح
17	سریرہ زید بن حارثہ	18	سریرہ زید بن حارثہ
19	سریرہ زید بن حارثہ	20	سریرہ ابو بکر صدیق
21	سریرہ زید بن حارثہ	22	سریرہ عبد الرحمن بن عوف
23	سریرہ زید بن حارثہ	24	سریرہ علی بن ابی طالب
25	سریرہ زید بن حارثہ	26	سریرہ عبد اللہ بن عتیک
27	سریرہ عبد اللہ بن رواحہ	28	سریرہ کرز بن جابر
29	سریرہ عمرو بن امیہ ضمری	30	سریرہ ابان بن سعید
31	سریرہ عمر بن خطاب	32	سریرہ ابو بکر صدیق
33	سریرہ بشیر بن سعد	34	سریرہ غالب بن عبد اللہ
35	سریرہ بشیر بن سعد	36	سریرہ اخرم بن ابی العوجاء
37	سریرہ غالب بن عبد اللہ	38	سریرہ غالب بن عبد اللہ
39	سریرہ شجاع بن وہب	40	سریرہ کعب بن عمیر
41	سریرہ مُوتہ	42	سریرہ عمرو بن العاص
43	سریرہ ابو عبیدہ بن جراح	44	سریرہ عمرو بن مُرہ الجہنی
45	سریرہ ابو قتادہ بن حارث	46	سریرہ ابو قتادہ بن حارث

47	سریہ اُسامہ بن زید	48	سریہ سعد بن زید الاشہلی
49	سریہ خالد بن ولید	50	سریہ عمرو بن العاص
51	سریہ خالد بن ولید	52	سریہ ابو عامر عبید اشعری
53	سریہ طفیل بن عمرو الدوسی	54	سریہ قیس بن اسد
55	سریہ خالد بن ولید	56	سریہ عیینہ بن حصن الفزاری
57	سریہ عبد اللہ بن عَوْسَج	58	سریہ قطبہ بن عامر
59	سریہ ضحاک بن سفیان	60	سریہ علقمہ بن مجزز المدلجی
61	سریہ علی بن ابی طالب	62	سریہ عکاشہ بن محصن
63	سریہ خالد بن ولید	64	سریہ ابوسفیان بن حرب
65	سریہ ابو موسیٰ اشعری	66	سریہ خالد بن ولید
67	سریہ مقداد بن اسود	68	سریہ علی بن ابی طالب
69	سریہ بنو عبس	70	سریہ رِعیَہ
71	سریہ ابو امامہ الباہلی	72	سریہ جریر بن عبد اللہ البجلی
73	سریہ علی بن ابی طالب	74	سریہ خالد بن ولید
75	سریہ اُسامہ بن زید		

نوٹ: بعض غزوات و سرایا کے سن اور ماہ وقوع میں اصحاب سیر و مغازی کا اختلاف ہے۔ ہم نے زیادہ تر مقامات پر علامہ مخدوم ہاشم سندھی رحمہ اللہ (المتوفی: 1174ھ) کی کتاب **بَدَلُ الْقُوَّةِ فِي حَوَادِثِ سِنِي النَّبُوَّةِ** پر اعتماد کیا ہے۔

غزوه ابواء / وَدَّان:

سن 2 ہجری 12 صفر المظفر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے 23 میل دور بستی ”ابواء“ تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ

رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف 60 مہاجرین تھے، کوئی انصاری صحابی شریک نہیں ہوئے۔ ملک شام سے قریش کا تجارتی قافلہ مکہ واپس آرہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تعاقب میں تشریف لے گئے لیکن قافلہ نکل چکا تھا۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی البتہ اس سفر میں قبیلہ بنی ضمرہ سے مصالحت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

اہل سیر و مغازی کے ہاں ابواء اور وڈان دونوں ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔

اس لیے اس غزوہ کو کبھی ابواء اور کبھی ودان کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:

سن 2 ہجری صفر المظفر کے آخری دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے

اور آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ وہ خود بارگاہ

نبوت میں جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کریں! آپ کی درخواست

مسترد نہ ہوگی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی ارادے سے دربار نبوت میں حاضر

ہوئے باوجود قریبی رشتہ داری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہار رحمت اور شفقت

کے نبوت کا رعب اس قدر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ بول نہ سکے اور اپنے

مطلب کو دل ہی دل میں لیے بیٹھے رہے۔

تھوڑی دیر بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: اے علی! کوئی

کام ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ عرض نہ کر سکے، شرم کی وجہ سے خاموش ہو

گئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کی وجہ سمجھ گئے اور پوچھا کہ (حضرت) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ارادے سے آئے ہو؟ عرض کی: یا رسول اللہ جی ہاں! اسی مقصد سے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر ہے لیکن مہر میں دینے کے لئے آپ کے پاس کچھ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے آپ کو دی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے پاس موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے بیچ کر مہر ادا کر دو۔ یہ بڑی چوڑی اور وزنی زرہ تھی جس پر تلواریں ٹوٹ جاتی تھیں۔

خاتونِ جنت سے اجازت:

اس گفتگو کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا کہ علی نے آپ کے بارے میں درخواست کی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر خاموش رہیں اور یہ خاموشی رضامندی کی علامت تھی۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ؛ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور زرہ کا سودا طے کیا 480 درہم کی قیمت طے ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قیمت بھی ادا کی اور وہ زرہ بھی واپس کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بتایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو دعائیں دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ رقم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مہر کے دے دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ رقم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دی، کچھ رقم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی ضروریات کے لئے رکھی اور کچھ رقم حضرت انس رضی

اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو شادی پر خرچ کرنے کے لیے دے دی۔

مسجد نبوی میں نکاح:

نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ مہاجرین میں سے ابو بکر، عمر، عثمان، عبد الرحمن بن عوف، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم اور انصار کی ایک جماعت کو بلاؤ۔ مسجد میں سب حاضر خدمت ہوئے آپ نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فاطمہ کو علی کے نکاح میں دیتا ہوں اور چار سو مثقال چاندی پر ان کا نکاح علی سے کرتا ہوں۔ فرمایا کہ علی! کیا آپ راضی ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی جی ہاں میں راضی ہوں۔ آپ نے دونوں کو دعادی۔ نکاح کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے تقسیم فرمائے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نکاح کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم (امہات المؤمنین) کو حکم دیا کہ فاطمہ کی شادی کا سامان تیار کرو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دو۔ ہم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے علیحدہ کمرہ تیار کیا، میدان بطحاء کے قریب سے مٹی لائی گئی اور ہم نے اپنے ہاتھوں سے کمرہ کافرش تیار کیا۔

سیدہ فاطمہ کا جہیز:

کھجور کی چھال سے دو تیکے تیار کئے گئے، حجرہ کی ایک طرف کپڑے وغیرہ لٹکانے کے لیے (کھونٹی کے طور پر) لکڑی گاڑی گئی، ایک مشکیزہ (چمڑے کا بنا ہوا پانی

محفوظ کرنے کا بڑا اٹھیلا)، چکی (گندم وغیرہ کے دانے پینے کے لیے بڑے پتھروں کے دو پاٹ) اور ایک چادر۔

ضروری وضاحت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد خواجہ ابوطالب نے بچپن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی ہے، ہر موڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے، اگرچہ ایمان کی حالت میں دنیا سے نہیں گئے۔ جب خواجہ ابوطالب دنیا سے چلے گئے تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر کے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے تو ظاہر سی بات ہے کہ ان کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرانی تھی اگر اپنی بیٹی فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نہ بھی دیتے بلکہ کسی اور جگہ ان کا نکاح کرتے تب بھی بحیثیت سربراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کا ضروری سامان مہیا کرنا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو سامان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا ہے وہ درحقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مالی کفالت کی ہے۔

فائدہ: آج اگر کسی شخص کی چار بیٹیاں ہوں اور وہ ایک کو جہیز دے باقی تین کو نہ دے تو اسے کوئی بھی عادل اور انصاف پسند نہیں کہتا بلکہ اس طرز عمل کی مذمت کرتا ہے۔ ذرا دلوں پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس کی تعلیمات میں عدل و انصاف ترجیحی بنیادوں پر نظر آتا ہے کیا وہ اپنے عمل سے اس کی مخالفت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! اس لیے اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو سامان حضرت فاطمہ کو دیا گیا وہ درحقیقت اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تھا۔ جس سے مروجہ جہیز کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔

نوٹ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سن 2 ہجری صفر المظفر میں ہوا جبکہ رخصتی اسی سال کے آخری مہینے ذوالحجہ میں ہوئی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں جا کر آباد ہوئیں۔

رخصتی کے بعد:

رخصتی کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے پاس تشریف لے گئے اور پانی منگوا یا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں پانی لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی (جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب اس میں شامل ہو گیا) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی آگے آؤ، وہ تشریف لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر اور سینے پر پانی چھڑکتے ہوئے یہ دعادی:

اللَّهُمَّ أَعِذْهُمَا بِكَ وَدَرِّتْهُمَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

اس کے بعد فرمایا کہ اپنی پشت میری طرف کرو، سیدہ نے پشت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی چھڑکا اور دعادی:

اللَّهُمَّ أَعِذْهُمَا بِكَ وَدَرِّتْهُمَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پانی لاؤ! آپ رضی اللہ عنہ ایک برتن میں پانی لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی (جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب اس میں شامل ہو گیا) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آگے آؤ، وہ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر اور سینے پر پانی چھڑکتے ہوئے یہ دعادی:

اللَّهُمَّ أَعِذْكَ بِكَ وَدَرِّتْهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

اس کے بعد فرمایا کہ اپنی پشت میری طرف کرو، آپ رضی اللہ عنہ نے پشت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی چھڑکا اور دعا دی:

اللَّهُمَّ أَعِذْكَ بِكَ وَذُرِّيَّتَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ اس کے بعد فرمایا:

اللہ کے بابرکت نام سے اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ۔

غزوہ بُوَاط:

سن 2 ہجری ربیع الاول کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 100 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ”بُوَاط“ تشریف لے گئے جو جبینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑی کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سائب بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 200 مہاجرین تھے۔ قریش مکہ کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں تشریف لے گئے۔ اس میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

غزوہ سَفَوَانَ:

سن 2 ہجری ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ”سَفَوَانَ“ تشریف لے گئے جو بدر کے قریب ہے۔ گرز بن جابر الفہری (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) نے مدینہ منورہ کے مویشیوں پر حملہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ اور خود گرز کے تعاقب میں تشریف لے گئے لیکن وہ نکل چکے تھے۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

سن 2 ہجری ماہ ربیع الاول میں 30 مہاجرین کا یہ لشکر حضرت حمزہ بن

عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ”عمیس“ کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قافلہ ابو جہل کے تعاقب میں نکلا جو ملک شام سے مکہ جا رہا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں سفید جھنڈا تھا۔ یہ پہلا لشکر پہلا جھنڈا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لشکر کے پہلے امیر تھے۔ بغیر کسی جنگ کے یہ لشکر مدینہ واپس آ گیا۔

سر یہ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ ربیع الاول میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 60 یا 80 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ لشکر ابوسفیان کے لشکر کے تعاقب میں نکلا۔ اس میں عکرمہ بن ابو جہل بھی تھے بغیر جنگ کے یہ قافلہ واپس آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر پھینکا یہ اسلامی تاریخ کا پہلا تیر تھا۔

سر یہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ ربیع الاول میں غزوہ ابواء اور غزوہ عشیہ کے درمیان حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 4 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کعب بن اشرف یہودی کی طرف روانہ ہوئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخی و بے ادبی کیا کرتا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اکیلے اس کے قلعے میں داخل ہوئے اور کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی۔

غزوہ عشیہ:

سن 2 ہجری جمادی الاولیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 230 کلومیٹر قبیلہ بنو مدلج کے ایک علاقے ”عشیہ“ تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد مخزومی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا

قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 150 یا 200 مہاجرین تھے۔ قریش مکہ کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں تشریف لے گئے، جو ملک شام سے مکہ واپس جا رہا تھا، قافلہ نکل گیا، اس لیے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ جمادی الثانی کے آغاز میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لشکر اسلام ”قرہہ“ کی طرف روانہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو 100 سواروں کے ساتھ ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں بھیجا اور کامیاب ہو کر لوٹے۔ بہت سامانِ غنیمت ہاتھ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین میں تقسیم فرمایا۔

سریہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ جمادی الثانی میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 8 یا 12 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بطنِ نخلہ“ کی طرف بھیجا گیا۔ کفار کے ساتھ مقابلہ ہوا اور بہت سامانِ غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے خمس (پانچواں حصہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکالا اور باقی مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ یہ پہلا خمس تھا اور اس عمل کے بعد خمس کا حکم نازل ہوا۔

تحويل قبلہ:

سن 2 ہجری نصف رجب المرجب منگل کے دن ”تحويل قبلہ“ کا حکم نازل ہوا۔ قدیم زمانے سے ایمان والوں کا قبلہ کعبۃ اللہ چلا آرہا تھا لیکن آغاز اسلام میں ہجرت کے بعد 17 مہینے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ یہ چونکہ ضروریات

تبلیغ میں سے تھا اس لئے کہ قبلہ میں یہود کی موافقت کی جائے تاکہ حجت پوری کر دی جائے۔ اس کے باوجود بھی یہود اسلام کی طرف راغب نہ ہوئے کیونکہ ان کے دلوں پر زنگ پڑ چکا تھا اور کسی طرح بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ صرف یہی نہیں کہ اسلام قبول نہیں کیا بلکہ ان مسلمانوں کے خلاف طعن کرنے لگے۔

کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو اتنا بھی پتا نہیں کہ قبلہ نماز کدھر ہے؟ یہ تو ہماری رہنمائی سے ان کو قبلہ معلوم ہوا ہے، کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین موسوی (موسیٰ علیہ السلام کے دین) کی مخالفت بھی کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

یہود کے ایمان لانے کی جب سب امید ختم ہو گئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں یہ بات آئی کہ کاش دوبارہ قبلہ ابراہیمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا اللہ رب العزت سے اجازت مانگیں۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اطلاع دی کہ اللہ رب العزت نے آپ کو دعائے مانگنے کی اجازت دے دی ہے۔

ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد نبوی میں گئے اس وقت آپ منبر پر بیٹھے تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی نیا حکم نازل ہوا؟ میں بیٹھ گیا تو آپ نے آیت پڑھی:

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ،

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 144

ترجمہ: (اے محبوب پیغمبر) ہم آپ کے رخ (مبارک) کو بار بار آسمان کی طرف

اٹھتا دیکھ رہے ہیں ہم آپ کا رخ ضرور اس قبلے (بیت اللہ) کی طرف پھیر دیں گے جو آپ کو پسند ہے۔ لو اب آپ اپنا رخ مسجد حرام (قبلہ ابراہیمی بیت اللہ) کی طرف پھیر لیں اور (آئندہ) آپ جہاں کہیں بھی ہوں (نماز پڑھتے وقت) اپنے چہروں کا رخ اسی (بیت اللہ) کی طرف کیا کریں۔

ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے ساتھی) سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیں تاکہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے میں شرف اولیت حاصل ہو جائے ہم نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اٹھے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں جب تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی تو ایک شخص بنو سلمہ کی مسجد میں گیا مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے۔ اس نے آواز لگائی کہ قبلہ بیت المقدس سے بیت اللہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔ یہ سن کر لوگ رکوع کی حالت میں بیت اللہ کی طرف مڑ گئے۔

فائدہ: ہجرت کے بعد جب بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندازہ تھا کہ یہ حکم مصلحتاً عارضی طور پر دیا جا رہا ہے چونکہ بیت المقدس کے مقابلے میں بیت اللہ زیادہ قدیم تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادیں بھی اس سے وابستہ تھیں (ملت ابراہیمی کی اتباع کی وجہ سے) اس لیے آپ کی طبعی خواہش بھی یہی تھی کہ اسی کو قبلہ بنایا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اشتیاق میں تبدیلی حکم کے منتظر تھے اور کبھی کبھار آسمان کی طرف رخ اقدس اٹھا کر دیکھتے رہتے تھے۔

سب سے پہلا نسخ:

تحویل قبلہ سب سے پہلا منسوخ ہونے والا حکم ہے لیکن یہاں یہ وضاحت

ضروری ہے کہ نسخ دو قسم پر ہے:

1: نسخ قبل از عمل۔ 2: نسخ بعد از عمل۔

تحويل قبلہ کا تعلق اسی دوسری قسم کے ساتھ ہے یعنی نسخ بعد از عمل۔ ورنہ نسخ قبل از عمل تو تحويل قبلہ سے تین سال پہلے معراج کے موقع پر پچاس نمازوں سے پانچ نمازوں کی صورت میں ہو چکا تھا۔

رمضان کے فرض روزوں کا حکم:

2 ہجری نصف شعبان المعظم میں (تحويل قبلہ کے ایک ماہ بعد) رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی، اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء (دسویں محرم) کا روزہ خود بھی رکھا اور اس کا حکم بھی دیا کیونکہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا۔ لیکن جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو عاشوراء کے روزہ کا وجوب منسوخ ہو گیا البتہ اس کا استحباب باقی رہا۔

عاشوراء کا روزہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ... وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانَ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَا يَصُومُهُ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3831

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (ہجرت سے پہلے) عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسلمانوں کو بھی) عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض

کر دیے گئے (تو اب وہی فرض ہیں اور عاشوراء کے روزے کی فرضیت ختم ہو گئی) اب جو عاشوراء کا روزہ رکھنا چاہے رکھے اور جو چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَصُومُ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفَرِّضَ رَمَضَانَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتُنُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَهَّدُنَا عَلَيْهِ فَلَمَّا افْتُضَ رَمَضَانُ لَمْ يَحْتُنُّنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَتَعَهَّدُنَا عَلَيْهِ وَكُنَّا نَفْعَلُهُ.

صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: 2083

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے ہمیں عاشوراء (دسویں محرم کے دن) کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور اس کی ترغیب بھی دیتے تھے اس کے بعد جب رمضان (کے روزہ رکھنا) فرض کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عاشوراء کے روزے کی ترغیب نہیں دی جبکہ ہم پھر بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا مسلمان رمضان المبارک کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء (دسویں محرم) کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

عاشوراء اور مشرکین مکہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3831

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش (مکہ) عاشوراء (دسویں محرم) کے دن کا روزہ رکھتے تھے۔

فائدہ: یہاں یہ بات اچھی طرح ملحوظ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ روزہ

قریش کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نہیں رکھتے تھے بلکہ شریعت کا حکم سمجھ کر رکھتے تھے جس طرح بیت اللہ کا طواف، صفا اور مروہ کے درمیان سعی اس وجہ سے نہیں کرتے تھے کہ یہ کام قریش کرتے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ یہ شریعت کے احکام ہیں۔ اسی طرح عاشوراء (دسویں محرم) کا روزہ اس وجہ سے نہیں رکھتے تھے کہ قریش رکھتے ہیں بلکہ اس وجہ سے رکھتے تھے کہ شرعاً ابتداءً اسلام میں یہ روزہ رکھنے کا حکم ہے۔

عاشوراء اور یہودِ مدینہ:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَإِذَا أَتَانَسَ مِنَ الْيَهُودِ يُعْظَمُونَ عَاشُورَاءَ وَيَصُومُونَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِصَوْمِهِ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3942

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں پر یہودی لوگ دسویں محرم کی عظمت کے پیش نظر اس دن روزہ رکھا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (اہل اسلام) اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ آپ نے (بامر الہی) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

فائدہ: اسلام بذاتِ خود ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، ہر پہلو سے اپنے اندر جامعیت و کمال رکھتا ہے اپنی اسی جامعیت اور کمال کے پیش نظر اپنے ماننے والوں کو الگ سے اپنی شناخت عطا کرتا ہے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی شکل و صورت، عبادات و معاملات، طرزِ معاشرت، اخلاقیات، تہذیب و تمدن اور ان کے کلچر کی مشابہت سے سختی سے روکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اہل اسلام کو تاکید کی کہ تم یہود کی

موافقت کے بجائے ان کی مخالفت کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعْظِمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى نُوَفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1916

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس دن کو یہود و نصاریٰ بڑی تعظیم و اہمیت دیتے ہیں۔ (یعنی آپ ہمیں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور عاشوراء کے روزہ جیسی عبادت میں ان کی مخالفت کے بجائے موافقت ہو رہی ہے۔) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نوے تاریخ کا روزہ (بھی ساتھ) رکھیں گے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔

فائدہ: صیام رمضان کی فرضیت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہود اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ ہماری نجات کا دن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جو کام خلاف شریعت نہ ہوں اور ان سے اہل کتاب کو قریب کرنے کا موقع میسر ہو سکتا ہو تو آپ وہ عمل فرمالیتے تھے جیسے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔ کچھ عرصہ یوں ہی چلتا رہا جب ان سے قرب کا امکان ختم ہو گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا۔ اس پر صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے عاشوراء کے روزہ کی ترغیب بھی دی ہے اور یہود کی مخالفت کا حکم بھی دیا اس دن تو یہود روزہ رکھتے ہیں تو ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ ہم اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملا لیں گے تاکہ یہود کی مخالفت ہو جائے۔

صلوٰۃ و سلام کا حکم:

سن 2 ہجری شعبان المعظم کی پندرہویں شب میں درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا گیا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

﴿۵۶﴾

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 56

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ پر (دعاء) رحمت بھیجو اور (بادب طریقے سے) سلام بھیجو۔

نوٹ: درود و سلام کے عنوان پر میری کتاب ”صلوٰۃ و سلام“ کا مطالعہ کیجیے!

نماز میں سلام و کلام کی ممانعت:

سن 2 ہجری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی تیاری فرما رہے تھے اس وقت درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ حکم دیا گیا کہ نماز میں سلام و کلام کی ممانعت ہے۔

﴿۲۳۸﴾ فَوُضِعَ اللَّهُ فِيهِ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 56

ترجمہ: اور اللہ کے حضور (خاموشی سے) بادب کھڑے رہو۔

غزوہ بدر:

سن 2 ہجری رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 150 کلومیٹر دور ”بدر“ کے مقام پر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام رُوْحا پہنچ کر حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور انہیں مدینہ واپس بھیج دیا۔

غزوے کا سبب:

قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں شام کی طرف جا رہا تھا، قافلے میں لاکھوں دراہم کی مالیت کا مال و اسباب اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ مسلمان چونکہ مکہ میں قریشیوں کے مہلک جان لیوا مظالم کو سہہ چکے تھے اس لیے وہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ اگر قریش کی معیشت مضبوط ہو گئی تو وہ اسلام کو مٹانے میں ذرہ برابر تامل نہیں کریں گے۔ حفظ ما تقدم کے اصول کے مطابق مسلمانوں نے اس قافلے کو روکنے کی کوشش کی تاکہ کافروں کی عسکری طاقت کی بنیاد ہی مسمار ہو جائے اور انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ ملے، لیکن قافلہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

مدینہ سے بدر روانگی:

مسلمان اب اس انتظار میں تھے کہ کب یہ قافلہ واپس آتا ہے؟ قافلے کے واپس ہونے کی اطلاع ملی تو 12 رمضان المبارک سن 2 ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 313 مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے، 60 مہاجرین جبکہ باقی انصاری تھے۔

ابوسفیان کا قریش کے نام پیغام:

دوسری طرف ابوسفیان کو جب مسلمانوں کی آمد کا علم ہوا تو اس نے ایک

تیز رفتار گھڑ سوار مکہ کی طرف دوڑایا اور قریش مکہ کے نام پیغام بھیجا کہ یہی موقع ہے اسلام کی شمع کو ہمیشہ کے لیے بجھا دینے کا۔ تم جلدی سے اسلحہ اور سواریوں سمیت پہنچو، قریش مکہ تو پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ایک ہزار سپاہی، ایک سو سواریاں، تیر و تفنگ، نیزے بھالے، تلواریں، ڈھالیں اور جنگی ہتھیار سے لیس ہو کر مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے۔

میدان بدر اور مشاورت:

بدر میں قریشیوں کی فوج نے پڑاؤ ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے دریافت کی۔ مہاجرین کے سرخیل جناب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہدانہ تقاریر کیں، جانثاری کا یقین دلایا۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: ہم قوم موسیٰ جیسی بے وفا قوم نہیں جنہوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے آپ کی حفاظت کریں گے، ہر وقت آپ کے ساتھ رہیں گے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کی رائے لی۔ قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ جہاں تشریف لے جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں، جس سے جیسا چاہیں تعلق نبھائیں، ہم سے جو لینا چاہیں یا ہمیں کچھ دینا چاہیں ہم ہر طرح تیار ہیں، جو حکم فرمائیں ہم آپ کے شانہ بشانہ ہیں، بدر کیا ہے اگر آپ برک غماد (ایک جگہ کا نام ہے) تک بھی جائیں ہم آپ کے ہم رکاب رہیں

گے، اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں ہم بلاچوں چراگود پڑیں گے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور بدر کے قریب ایک چشمے
پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کے لئے عریش (چھپر) بنوایا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے
جنگی صورت حال کو خود ملاحظہ فرما سکیں۔ آج یہاں ”مسجد عریش“ موجود ہے۔

رات بھر دعا و مناجات:

16 رمضان المبارک کو دونوں فوجیں پڑاؤ ڈال چکی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ
وسلم رات بھر بارگاہ ایزدی میں دعا و مناجات کرتے رہے۔ بالآخر وہ وقت آن پہنچا
جب بدر کا میدان رزم حق و باطل کا استعارہ بن گیا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی
جرات و شجاعت، بہادری و جانبازی، اللہ کی مدد اور نصرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی بہترین عسکری حکمت عملی کی مثال کے طور پر تاریخ عالم میں جانا جاتا ہے۔

فوج کی صف بندی اور دعا:

17 رمضان المبارک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی صف بندی کی
اور دست رحمت کو بارگاہ رحمت میں دراز کرتے ہوئے التجاء کی، اے پروردگار! جو آپ
نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرمائیں۔ آج اگر یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی تو
تاقیامت آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

جب رشتہوں پر اسلام کی محبت غالب آئی:

یہ صبر آزما امتحان تھا، مسلمانوں کے تلواروں کے نیچے ان کے قلب و جگر
کے ٹکڑے اور بزرگ بھی آرہے تھے، لیکن اسلام کی محبت غالب تھی۔

کون کس کے مقابل رہا؟

لشکرِ اسلام

لشکرِ قریش

چچازاد ابوسفیان بن حارث، نوفل بن حارث	خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ
داماد ابو العاص	
بیٹا عبد الرحمن بن ابو بکر	سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
ماموں عاص بن ہاشم	سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
بھائی عقیل بن ابی طالب	سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
بھائی عباس بن عبدالمطلب	سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
والد عبد اللہ بن جراح	سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
سسر عقبہ بن ابی معیط	سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
بھائی ابو عزیر بن عمیر	سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
رضاعی بھائی ابو جہل	سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ
والد سہیل بن عمرو	سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ
چچا عمرو بن عثمان	سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ
بھائی اسود بن عبد الاسد	سیدنا ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ
چچازاد حارث بن نوفل	سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ
والد عتبہ بن ربیعہ، بھائی ولید بن عتبہ، چچا	سیدنا ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ
شیبہ بن ربیعہ اور بھانجا حنظلہ بن ابوسفیان	

فرعونِ امت ابو جہل کا قتل:

دو انصاری بھائیوں حضرت معوذ بن عفراء اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی معاونت سے زخمی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھ کر آؤ کہ ابو جہل کا کیا بنا؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی

اللہ عنہ اس کی تلاش میں نکلے، دیکھا کہ ابھی زندگی کے کچھ آثار باقی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ اس کے سینے پر چڑھے خنجر نکالا اور اس کا سر کاٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا اور عرض کی:

هَذَا رَأْسُ عَدُوِّ اللَّهِ أَبِي جَهْلٍ۔

یہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَعَزَّنَا الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ۔

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی۔

عکرمہ بن ابی جہل نے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے حملہ کیا جس سے ان کا بازو کندھے سے لٹک گیا لیکن شیر دل مجاہد اسلام پھر بھی لڑتے رہے جب لڑکا ہوا بازو دشمن پر حملے کرنے سے رکاوٹ بنا تو حضرت معوذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھ سے ایک جھٹکے سے جھٹک دیا۔

أُمِّيَّةُ بْنُ خَلْفٍ كَاتِلٌ:

ابو جہل کے مرنے سے قریش مکہ کی ہمت کافی حد تک پست ہو گئی، ان کے حوصلے جواب دینے لگے تھے لیکن ان کی ایک امید ابھی باقی تھی یعنی سردار اُمیہ بن خلف۔ پھر چشم فلک نے وہ نظارہ بھی کیا جب بلال پر ستم ڈھانے والے امیہ کے جسم کو نیزوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ یہ وہ بد بخت انسان تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت تکلیفیں پہنچائی تھیں۔

دشمن کو شکست ہوئی:

دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی، خدا کی طرف سے فرشتوں کی فوج اتری،

کفر کے سرداروں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ 70 کفار مارے گئے، 70 کو قیدی بنا لیا گیا جبکہ باقی دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ دوسری طرف 14 مسلمان شہید ہوئے۔
قریش کے نامور مقتولین:

غزوہ بدر کے اندر تقریباً وہ تمام سردارانِ قریش مسلمانوں کی تلوار کا نشانہ بنے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں دیا کرتے تھے یا جو آپ کے مشورہ قتل میں شریک تھے۔
قریش کے ان نامور مقتولین میں چند اہم نام درج ذیل ہیں:

ابو جہل (عمر بن ہشام)	عتبہ بن ربیعہ	شیبہ بن ربیعہ
ولید بن عتبہ بن ربیعہ	امیہ بن خلف	علی بن امیہ بن خلف
عتبہ بن ابی معیط	نضر بن حارث	ابو البختری بن ہشام
سعید بن عاص بن امیہ	عُبَیدہ بن سعید بن عاص	حَنْظَلہ بن ابوسفیان
حارث بن عامر	طُعیمہ بن عدی	زَمْعہ بن اسود
نوفل بن خویلد بن اسد	معید بن وہب	عاص بن ہشام بن مغیرہ
یینیہ بن حجاج سہمی	منبہ بن حجاج سہمی	حرث بن عامر بن نوفل
عمر بن عثمان	مسعود بن امیہ	ابو العاص بن قیس سہمی

شہداء بدر:

غزوہ بدر کے شہداء کی تعداد چودہ ہے جو کہ درج ذیل ہے:

1. عُبَیدہ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف مطلبی رضی اللہ عنہ
2. صَفْوَان بن وہب القرشی الفہری رضی اللہ عنہ

3. عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی)

4. مہجع بن صالح یمنی رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ)

5. عاقل بن کبیر اللیثی رضی اللہ عنہ

6. ذوالشمالین عمیر بن عبد عمرو بن نضلد الخزرجی رضی اللہ عنہ

7. عمیر بن حُمام السلی رضی اللہ عنہ

8. یزید بن حارث رضی اللہ عنہ

9. رافع بن مَعْلَى رضی اللہ عنہ

10. حارث بن سراقہ رضی اللہ عنہ

11. عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ

12. مَعْوِذ بن عفراء رضی اللہ عنہ

13. سعد بن حَیثَمہ رضی اللہ عنہ

14. مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ

قلیب بدر پر مقتولین کفار کو خطاب:

غزوہ بدر سے فارغ ہونے کے تین دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قلیب

(کنویں) کے قریب تشریف لائے جہاں کفار کے نامور مقتولین ڈالے گئے تھے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَلَى قَلِيْبٍ بَدْرٍ فَقَالَ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمْ الْآنَ

يَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ. فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّهُمْ الْآنَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّاحِقَ كُنْتُ أَقُولُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَأْتَ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى؛ حَتَّى قَرَأْتَ الْآيَةَ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3980

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے اس کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور (ان مقتولین سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: (ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقعہ کے مطابق سچا ہی پایا) کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم اُسے ان (مقتولین) سے زیادہ نہیں سن رہے۔

بدر کے قیدی:

قیدیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی تھے۔ اب یہ مسئلہ پیش آیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اس وقت قیدیوں سے جو وحشیانہ سلوک ہوتا تھا یا اب تک ہو رہا ہے وہ انتہائی دردناک ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایسا رحم و کرم کا سلوک کیا کہ تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قیدیوں سے حُسنِ سلوک:

قیدیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا گیا اور ان سے حُسنِ سلوک کا تا کیدی حکم بھی سنا دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اپنی جان کے دشمنوں سے ایسے کریمانہ سلوک سے پیش آئے کہ خود کھجوروں پر گزارہ کر کے

قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔

قیدی سہیل بن عمرو سے مشفقانہ برتاؤ:

انہی میں ایک شخص سہیل ابن عمرو بھی تھا جو بلا کا خطیب تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کر کے لوگوں میں آپ کی نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رائے دی کہ اس کے نچلے دودانت اکھاڑ دیے جائیں تاکہ تقریر نہ کر سکے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اسے منظور نہ فرمایا۔

قیدیوں کے کپڑوں کا انتظام:

جن قیدیوں کے کپڑے خراب ہو گئے یا پھٹ گئے ان کو کپڑے دینے کا حکم دیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قد قدرے لمبا تھا کسی اور کا کرتہ ان کے بدن پر پورا نہیں آتا تھا تو عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنا کرتہ دیا، احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ منافق مرا تو آپ نے اس کے کفن کے لیے اپنا کرتہ دیا جو اسی احسان کا بدلہ تھا۔

ایک قیدی کا بیان:

ایک قیدی ابو عزیز کا بیان ہے کہ میں جس انصاری کے ہاں قید تھا وہ صبح و شام میرے سامنے کھانا رکھتے، روٹی اور سالن وغیرہ میری طرف رکھتے اور خود چند کھجوریں کھا کر گزارہ کر لیتے مجھ کو شرم آتی میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ اسے ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے واپس کر دیتے۔

اختلاف آراء... فدیہ یا قتل؟:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا کہ ان قیدیوں کا کیا کیا جائے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں نے آپ کی رسالت کو جھٹلایا، آپ کو اپنے گھر سے نکالا، ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم ان کی گردنیں اڑادیں۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی زیادہ سخت رائے دی: یا رسول اللہ! آپ ایسے علاقے میں ہیں جہاں لکڑیاں بکثرت ہیں آپ جنگل میں آگ لگوا کر ان کو اس میں ڈال دیں۔

سب سے آخر میں مزاج شناس رسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! یہ آپ کی قوم ہے، آپ کے گھر والے ہیں انہیں زندگی کی مہلت دیں تو بہ کر آئیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ کو قبول فرمائیں گے، میری رائے یہ ہے کہ ان سے کچھ فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر اٹھ کر چلے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے اور فرمایا: اے ابو بکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: جس نے میری اتباع کی وہ مجھ سے ہے۔

اے ابو بکر! آپ کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: اے اللہ اگر آپ انہیں عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ بخشنے والے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ کی مثال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: عمر! تیری مثال موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرعون کے لیے اللہ سے بددعا کی تھی۔ اور اے عمر! تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے

یوں بددعا کی تھی: اے اللہ! کافروں کا ایک بھی گھر زمین پر باقی نہ چھوڑ (ان سب کو ہلاک کر دے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا: اس وقت تم ضرورت مند ہو اس لیے ان قیدیوں سے (ان کی حیثیت کے مطابق) فدیہ وصول کر کے انہیں چھوڑ دو۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا جن کے پاس مال تھا ان کی حیثیت کے مطابق فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور جن کے پاس مال نہیں تھا ان سے کہا گیا کہ ہر قیدی مسلمانوں کے 10، 10 بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے ان کا یہی فدیہ ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر چند معجزات کا ظہور:

1: حضرت عکاشہ بن محسن اسدی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک شاخ دی اور فرمایا کہ اس سے لڑو۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے اس کو وصول کیا تو ان کے ہاتھ میں آتے ہی وہ تلوار بن گئی۔ اسی کے ساتھ وہ لڑتے رہے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں اسی تلوار کے ساتھ جہاد و قتال کرتے رہے۔ انتقال تک یہ تلوار ان کے پاس رہی۔

2: حضرت سلمہ بن حریس رضی اللہ عنہ غزوہ بدر والے دن اسلام لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ”ابن طاب“ نامی کھجور کی ایک شاخ دی کہ اس کے ساتھ لڑو۔ یہ شاخ ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی۔ 14ھ میں معرکہ ”جسر بن ابی عبید“ میں شہید ہوئے اس وقت تک یہ تلوار ان کے پاس ہی رہی۔

3: قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی تو ان کی آنکھ اسی وقت ٹھیک ہو گئی۔

4: خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا جس سے آنکھ ضائع ہو گئی،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ والی جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اللہ سے دعا کی۔ وہ ایسے ٹھیک ہوئی کہ دونوں آنکھوں کے درمیان یہ فرق کرنا مشکل تھا کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔

5: رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا جس سے آنکھ ضائع ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ والی جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اللہ سے دعا کی۔ وہ ایسے ٹھیک ہوئی کہ دونوں آنکھوں کے درمیان یہ فرق کرنا مشکل تھا کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔

6: خبیب بن آساف بن عتبہ الانصاری (خزرجی) رضی اللہ عنہ کو تلوار کا زخم لگا جس سے ان کا کولہہ نیچے کی جانب ڈھلک گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زخم والی جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اللہ سے دعا کی۔ جس کی برکت سے وہ فوراً شفا یاب ہو گئے۔ انہی کے ہاتھ سے امیہ بن خلف قتل ہوا۔

7: غزوہ بدر سے دو دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمائی کہ فلاں کافر فلاں جگہ پر مارا جائے گا۔ جس جس جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا انہی جگہوں پر غزوہ بدر کے دن ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

8: حضرت عباس بن عبدالمطلب (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے) کو قیدی بنایا گیا انہوں نے کہا کہ میرے پاس (فدیہ ادا کرنے کے لیے) مال نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سونے سے فدیہ ادا کرو جو آپ نے بدر آنے سے پہلے اپنی بیوی کی موجودگی میں گھر میں دفن کیا ہے اور اسے وصیت بھی کی تھی کہ اگر مجھے اس سفر میں کچھ ہو

جائے تو یہ مال میرے تین بیٹوں فضل، عبد اللہ اور قثم کا ہے۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کیونکہ یہ بات میرے اور میری بیوی ام الفضل کے علاوہ کسی انسان کو معلوم نہیں تھی (یقیناً آپ کا اس واقعے کی سچے سچ اطلاع دینا وحی الہی کی وجہ سے ہو سکتا ہے اس کے علاوہ نہیں)۔ یہ واقعہ ان کے قبول اسلام کا ذریعہ بنا۔

بدر سے واپسی پر:

بدر سے واپسی پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرق الظبئیہ نامی جگہ پر پہنچے تو عامر بن ثابت بن ابی افرح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَصْفَرَاءِ نامی مقام پر پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ وہ نضر بن حارث کو قتل کر دیں۔ یہ وہی نضر بن حارث تھا جو مکہ کا بہت بڑا تاجر تھا اور اپنی تجارت کے لئے ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ ایران گیا اور وہاں کے بادشاہوں کے قصوں پر مشتمل کتابیں خرید لایا اور بعض روایات میں ہے کہ وہ وہاں سے ایک گانے والی کینز بھی خرید کر لایا۔ جس کے ذریعے وہ لوگوں کو قرآن سے دور کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کی مذمت میں یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ يُتَبَدَّلُ بِهِ

بُرُؤًا، أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾

سورۃ لقمن، رقم الآیۃ: 6

ترجمہ: اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو اللہ سے غافل کر دینے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے بغیر علم کے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بہکائیں اور اس کا مذاق

اڑائیں ان لوگوں کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو ان کو ذلیل کر دے گا۔

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی وفات:

سن 2 ہجری 19 رمضان المبارک بروز اتوار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں ان کی وفات ہوئی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور کفار قریش کی شکست و ہزیمت کی خوشخبری دینے کے لیے مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ محترمہ کی تدفین میں مصروف تھے۔

ابولہب کی موت:

سن 2 ہجری 24 رمضان المبارک غزوہ بدر کے سات دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عبدالعزیٰ ابولہب کفر کی حالت میں مرے، اس کی موت کا سبب ”عدسہ“ نامی بیماری بنی جو جسم کے مختلف حصوں پر چھوٹے چھوٹے دانوں کی صورت میں رونما ہوتی ہے اور جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ اہل عرب اس بیماری کو بہت منحوس خیال کرتے تھے۔

سر یہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری 24 رمضان المبارک غزوہ بدر کے بعد حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ (ناپینا صحابی) کو ”اسماء بنت مروان“ کی طرف بھیجا گیا۔ یہ عورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو (العیاذ باللہ) گالیاں دیا کرتی تھی اور کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ناپینا ہونے کے باوجود موقع پا کر اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ”بصیر“ رکھا۔

صدقہ فطر اور نماز عید کا حکم:

سن 2 ہجری رمضان المبارک کے ختم ہونے سے دو دن پہلے ”صدقہ فطر“ کا حکم نازل ہوا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو صدقہ فطر کا حکم دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کے لئے شہر سے باہر عید گاہ تشریف لے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کے لئے عصا کو سترہ کے طور پر گاڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی سمت کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

فائدہ: یہ عصاء حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تھا، عیدین کے موقع پر اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور سترہ گاڑا جاتا تھا۔
غزوہ بنی سلیم / قرقرۃ الکرد:

سن 2 ہجری شوال المکرم کے ابتدائی دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مقام ”کدر“ تشریف لے گئے۔ حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم جبکہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو (نماز کے لیے) امام مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو سلیم کی آبادی کے قریب پہنچے اور دشمنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثاران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے اور اپنے اونٹ وہیں چھوڑ گئے۔ 500 اونٹ بطور مال غنیمت حاصل ہوئے۔ مدینہ واپسی پر مقام ”صرار“ میں مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ اونٹوں کے چرواہوں میں ایک یسرانی شخص بھی تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا۔

سر یہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ شوال المکرم میں حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ”ابوعنکب یہودی“ کی طرف بھیجا گیا۔ جو بنو عمرو بن عوف کے خاندان سے تھا۔ یہ بد بخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ جملے بکتا اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابھارتا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور پر اس کو قتل کیا اور صحیح سالم واپس لوٹے۔

سر یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لشکر اسلام کفار قریش کے ایک قافلے کے تعاقب میں ”خرار“ کی جانب روانہ ہوا۔ ان میں 8 یا 20 مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ نکل چکا ہے اس لیے بغیر جنگ کے واپس آگئے۔

غزوہ سویق:

سن 2 ہجری 5 ذوالحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر مقام ”عریض“ کی طرف رخ کیا یہ وہ جگہ تھی جہاں ابوسفیان 200 سواروں کو لے کر مقتولین بدر کا بدلہ لینے آیا ہوا تھا کیونکہ غزوہ بدر میں قریش مکہ کو جس ہزیمت و شکست کا سامنا کرنا پڑا وہ ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھی اس موقع پر ابوسفیان نے قسم اٹھائی تھی کہ جب تک مقتولین بدر کے بدلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہیں لے گا اس وقت تک نہ گھی استعمال کرے گا اور نہ ہی غسل جنابت کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ / ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ یا ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے،

ابوسفیان کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشاران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے اور اپنے ساتھ جو ستو کی بوریاں لائے تھے وہیں گرا دیں۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں اس لیے اس غزوہ کا نام بھی غزوہ سویق پڑ گیا۔

عید الاضحیٰ اور قربانی:

سن 2 ہجری ذوالحجہ میں عید الاضحیٰ اور قربانی کا حکم نازل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے، نماز عید الاضحیٰ پڑھائی اور اس کے بعد دو مینڈھے اللہ کے نام پر قربان فرمائے۔

مشق نمبر 2

مختصر جواب دیں:

1. جہاد کی حکمت بیان کریں؟
2. جہاد اصطلاح شریعت میں کس چیز کا نام ہے؟
3. غزوات و سرایا کی تعداد کتنی ہے؟
4. حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کب ہوا؟
5. سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز کیا تھا؟
6. تحویل قبلہ کا حکم کب نازل ہوا؟
7. نوح کی کتنی قسمیں ہیں؟ صرف نام لکھیں۔
8. غزوہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس کے مقابلے کے لئے نکلے؟
9. فرعون امت ابو جہل کو کن حضرات نے زخمی کیا؟
10. کفار کے کتنے لوگ قید ہوئے اور کتنے جہنم رسید ہوئے؟
11. مسلمانوں کے شہدائی کی تعداد کیا ہے؟
12. قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء کیا تھیں؟
13. غزوہ بدر میں ظاہر ہونے والے معجزات میں سے کوئی ایک لکھیں۔
14. حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی وفات کب ہوئی؟
15. غزوہ سویق کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟
16. صفی کی تعریف کریں۔
17. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟

خالی جگہ پر کریں:

1. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی صبر و تحمل پر..... سال قائم رہے۔
2. اگر کسی اور حکم پر جہاد کے لفظ کا استعمال ہوا ہے تو وہ..... کے اعتبار سے ہے۔
3. آپ ﷺ نے اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر روانہ کیا ہو اس کو اصطلاح میں..... یا..... کہا جاتا ہے۔
4. حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد..... نے بچپن میں اللہ کے رسول ﷺ کی کفالت کی ہے۔
5. رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے..... کا روزہ واجب تھا۔
6. قریش کا ایک بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں..... کی طرف جا رہا تھا۔
7. کے اندر تقریباً تمام سرداران قریش مسلمانوں کی تلوار کا نشانہ بنے۔
8. حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو..... یہودی کی طرف بھیجا گیا۔
9. حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی قیدی..... سے بہتر نہیں دیکھا۔
10. کے علاوہ کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئیں ہوں۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: کل غزوات کی تعداد ہے:

پچیس چھبیس اٹھائیس

2: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ

3: غزوہ بدر میں مسلمان شہید ہوئے:

دس بارہ چودہ

4: سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا زوجہ ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

5: عریش کہتے ہیں:

چھت ستون چھپر

سن 3 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی، غزوہ عطفان، غزوہ فرع
 غزوہ بنو قینقاع، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت
 غزوہ أحد، نوحہ کی حرمت، غزوہ حراء الاسد، سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

سر یہ ابی سلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 3 ہجری ماہ محرم الحرام کے آغاز میں حضرت ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد الخزومی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 150 افراد کا لشکر قطن کی طرف روانہ ہوا، کافی مال غنیمت ہاتھ لگا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے خمس اور صفی نکال کر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا۔

صفی: (چنا ہوا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی کہ مال غنیمت میں جو چیز اپنی ذات کے لیے چاہیں منتخب فرمائیں اس چیز کو صفی کہتے ہیں۔

سر یہ عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ:

سن 3 ہجری 5 محرم الحرام میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے حضرت عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ کو سفیان بن خالد ہذلی کی طرف بطن عر نہ میں بھیجا۔ (یہ عرفات کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) 22 محرم کو حضرت عبد اللہ بن انیس اسلمی رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیان بن خالد کو قتل کر کے اس کا سر پیش کیا۔

سر یہ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ (حادثہ رجیع):

سن 3 ہجری ماہ صفر المظفر میں سر یہ رجیع پیش آیا۔ رجیع مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ایک جگہ کا نام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے حالات دریافت کرنے اور ان کے اسلام دشمن عزائم سے آگاہی کے لیے جاسوسی کے طور پر دس افراد کو بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ انہی دنوں میں قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں

آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو بھیج دیں تاکہ وہ ہمیں قرآن کریم اور اسلامی احکام کی تعلیم دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ کام بھی سپرد فرمایا کہ وہاں جا کر قرآن کریم کی تعلیم دو اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقام رجب پر پہنچے تو ان لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ غداری کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی مقام پر ٹھہرا کر خود قریب میں موجود قبیلہ بنو لحيان کی طرف گئے اور ان سے کہا کہ اصحاب محمد آئے ہوئے ہیں ان کو مار ڈالو۔ تھوڑی دیر میں قبیلہ بنو لحيان کے لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پڑاؤ والی جگہ کا گھیراؤ کر لیا۔ امیر لشکر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ بنو لحيان نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا آپ نیچے اتر آئیں ہم آپ کو امان دیتے ہیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کافر کی امان کی کوئی ضرورت نہیں اور میں کبھی کافر کی امان میں نہیں اتروں گا اور یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اٰخِذْ عَلَيَّ رَسُوْلَكَ۔

اے اللہ! اہماری حالت سے اپنے رسول کو باخبر فرما دیجیے۔

دوسری دعا یہ فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتُخِيْلُكَ الْيَوْمَ دِيْنَكَ فَاَحْمِلْنِيْ لِحَبِيْبِيْ۔

اے اللہ! آج کے دن میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں آپ میرے

جسم کی ان کافروں سے حفاظت فرمانا۔

کفار نے جنگ شروع کی، تیرے سائے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو اپنے

چھ ساتھیوں سمیت شہید کر دیا۔

کفار کی غداری:

تین صحابہ حضرت عبد اللہ بن طارق، زید بن دثنہ اور خبیب بن عدی رضی اللہ عنہم مشرکین کے بار بار امن اور امان کے وعدے کی بنیاد پر ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ جب یہ حضرات نیچے اترے کفار نے ان پر اچھی طرح قابو پالیا تو انہی کے کمانوں کی تانتوں سے ان کو باندھ دیا۔ حضرت عبد اللہ بن طارق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ تمہاری پہلی غداری ہے اور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

کفار نے زبردستی ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن حضرت عبد اللہ نے چلنے سے انکار کر دیا بالآخر کفار نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جبکہ حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو مکہ لے گئے اور بیچ دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف کے بیٹے صفوان بن امیہ نے اپنے باپ کے بدلہ میں شہید کرنے کے لیے خرید کیا کیونکہ امیہ بن خلف بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا جبکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بدر میں حارث بن عامر قتل ہوا تھا اس وجہ سے حارث کے بیٹوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو خرید لیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شہادت:

صفوان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حرم کی حدود سے باہر ایک تنعیم نامی جگہ میں شہید کروانے کے لیے بھیج دیا اور قریش آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا نظارہ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے، ابوسفیان بن حرب ان کے ساتھ تھے۔ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے لایا گیا تو اس موقع پر ابوسفیان نے کہا: اے زید! میں تجھے اللہ کی قسم دے کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے اور آپ کی جگہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کو شہید کر دیا جائے اور تو اپنے گھر سکون سے رہے؟
 حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ بات گوارہ نہیں کہ محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر میں کوئی کاٹنا چھبے اور میں اپنے گھر آرام سے بیٹھا رہوں۔
 ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے کسی کو کسی شخص کا اس درجہ محب اور مخلص
 دوست اور جانثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کے محب اور جانثار ہیں۔

نسطاس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه
 حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی کرامت:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ تک ان لوگوں کی قید میں رہے۔
 جب شہادت کا وقت قریب تھا اس سے پہلے حارث کی بیٹی زینب سے (جو کہ بعد میں
 مسلمان ہو گئی تھیں۔ رضی اللہ عنہا) سے صفائی کے لیے استرہ مانگا، زینب نے آپ
 رضی اللہ عنہ کو استرہ دیا اور آپ صفائی کرنے لگے تو کچھ دیر بعد زینب کا بچہ حضرت
 خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا اور استرہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ زینب گھبرا کر آئی
 تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو یہ خطرہ تھا کہ میں تمہارے بچے کو قتل
 کر دوں گا؟ ہم لوگ دھوکا نہیں دیتے۔ میں ایسا کام کبھی نہیں کروں گا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسلام لانے کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ
 عنہ کے اس واقعہ کو بیان کرتی تھیں فرماتی تھیں کہ میں نے کوئی قیدی حضرت خبیب
 رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں دیکھا۔ میں نے ان کو انگور کے خوشے کھاتے ہوئے دیکھا
 ہے حالانکہ ان دنوں مکہ میں کہیں بھی اس پھل کا نام و نشان نہیں تھا اور حضرت خبیب
 رضی اللہ عنہ اس وقت بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ خود انگور لینے کہیں جا نہیں

سکتے تھے ان کو یہ رزق محض اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی غرض سے حرم کی حدود سے باہر تنعیم میں لے گئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دے دو جس میں میں دور کعت نماز پڑھ لوں۔ کفار نے اجازت دے دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے دور کعت نماز نفل ادا کی اور مشرکین کو متوجہ کر کے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے نماز لمبی نہیں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے موت کے ڈر سے نماز لمبی کی ہے۔ اس کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ دعا مانگی:

اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تَبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا۔

اے اللہ! ان کو ایک ایک کر کے اپنی گرفت میں لیجیے! انہیں چین چین کے قتل کر دیجیے، ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ باقی چھوڑیے۔ اور یہ شعر پڑھے:

فَلَسْتُ أَبَالِي جِدِينَ أَقْتُلُ مُسْلِمًا

جب اللہ کی رضا کیلئے میری شہادت ہو تو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں

علیٰ اُمّی جَنَّبِ كَانَ لِلَّهِ مَضْرَعِي

چاہے جس پہلو پر لٹا کر مار دیا جاؤں

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَاءُ

اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے اگر وہ چاہے

يُبَارِكْ عَلَيَّ أَوْصَالِ شِلْوِ مُمَزَّعِ

میرے بدن کے ٹکڑے شدہ اعضاء میں برکت ڈال دے

اس کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا دیا گیا اور آپ رضی

اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

100 اونٹوں کا انعام:

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں سلامہ بنت سعید نامی عورت کے دو بیٹوں کو قتل کیا تھا اس وجہ سے اس نے یہ منت مانی تھی کہ میں عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی اور اس نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لائے گا اس کو 100 اونٹ دے گی۔

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں قبول:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں قبول فرمائی اور بذریعہ وحی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اطلاع پہنچائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دی۔

دوسری دعا اپنے جسم کی حفاظت کی تھی وہ بھی قبول ہوئی۔ قبیلہ ہذیل کے چند لوگوں نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے سر لانے کے لیے آپ کا تعاقب کیا تا کہ 100 اونٹ حاصل کر سکیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی دشمنوں سے حفاظت کی صورت یہ بنائی کہ شہد کی مکھیوں کا ایک جتھہ بھیج دیا جس نے آپ رضی اللہ عنہ کے وجود کو ہر طرف سے گھیر لیا۔

کسی کافر کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے قریب جاتا۔ انہوں نے یہ کہہ کر اس وقت چھوڑ دی کہ شام کو یہ کھیاں چلی جائیں گی تو اس وقت ان کا سر لے جائیں گے، لیکن رات کے وقت ایک سیلاب آیا جو آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک وجود کو بہا کر لے گیا، اس طرح کفار کی پہنچ سے آپ کے وجود کو محفوظ رکھا گیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی حفاظت:

مشرکین مکہ نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا کر چھوڑ دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی میت کو لے آؤ۔ یہ دونوں حضرات مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، جب تنعیم کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مبارک وجود سولی پر جھول رہا ہے اور اس کا پہرہ دینے کے لیے 40 بندے ارد گرد موجود ہیں۔ حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما نے پہریداروں کو غافل دیکھ کر جلدی سے آپ کے وجود مبارک کو اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر تیزی سے چل پڑے۔

40 دن سولی پر گزرنے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک بالکل تازہ تھا اور کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ جب کفار بیدار ہوئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے وجود کو گم پایا، فوراً اس کی تلاش میں نکلے اور حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو پکڑ لیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے وجود مبارک کو زمین پر رکھا تو زمین پھٹی اور آپ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو نگل گئی۔ اس وجہ سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ”بلیع الارض“ (زمین کا نوالہ) کے نام سے مشہور ہوئے۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح:

3 ہجری ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اس لیے آپ کو ذوالنورین کا لقب ملا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ شرف

حاصل نہ ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی سن 9 ہجری شعبان اس دار فانی سے رحلت فرمائیں۔ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری دس بیٹیاں ہوتی تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کہ نکاح میں دے دیتا۔

غزوہ عَظْفَانَ / ذی اَمْرًا / انمار:

سن 3 ہجری 12 ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 100 کلومیٹر دور ”نجد“ تشریف لے گئے جہاں یہ قبیلہ بنو عطفان رہائش پذیر تھا۔ ”ذو اَمْرًا“ نجد میں ایک چشمے کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 450 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، ان لوگوں کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ گئے۔

غزوہ فُرْع:

سن 3 ہجری 6 جمادی الاولیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 154 کلومیٹر دور ”بُحْران“ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، قبیلہ بنو سلیم کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے۔

غزوہ بنی قَیْنَقَانَ:

سن 3 ہجری تقریباً نصف جمادی الاولیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ

سے یہود بنو قینقاع کے قلعہ کی طرف تشریف لے گئے۔

غزوے کا سبب:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کے قبائل سے معاہدہ کیا کہ ایک دوسرے کے خلاف نہ جنگ کریں گے اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف کسی اور قبیلہ کی مدد کریں گے۔ یہود نے اس کی خلاف ورزی کی۔

یہود کو تنبیہ:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس لوٹے تو آپ نے مدینہ کے یہودیوں کو جمع کر کے انہیں دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں میری مخالفت کرنے کے بارے میں اللہ سے ڈرو یہ نہ ہو کہ جیسے بدر میں قریش پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اسی طرح تمہارے اوپر بھی عذاب نازل ہو جائے۔

یہود کی دھمکی:

بنو قینقاع کے یہودی اس بات پر تلملے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکی دیتے ہوئے کہا: آپ قریش کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کی وجہ سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، قریش لڑائی کے معاملے میں ناتجربہ کار قوم تھی اس وجہ سے وہ لوگ مارے گئے جب آپ کا ہمارے ساتھ مقابلہ ہو گا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ غالب کون آتا ہے؟

بنو قینقاع کا محاصرہ:

جب بنو قینقاع نے جنگ کے لیے آمادہ ہو کر عہد شکنی کی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کوساتھ لے کر ان کے قلعوں کا محاصرہ کیا، جو 15 دن تک جاری رہا۔
اموال ضبطی اور جلاوطنی کا حکم:

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جبکہ منافقین میں سے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول نے ان کی سفارش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ انہیں یہاں سے جلاوطن کر دیا جائے، ان کے اموال کو ضبط کر لیا جائے۔ تعمیل حکم میں انہیں جلاوطن کر دیا گیا، ان کے اموال کو بحق ریاست ضبط کر لیا گیا اور قتل سے معاف رکھا گیا۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا پیغام نکاح:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ حُنَيْسِ بْنِ حَذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوْفِيَ بِالْمَدِينَةِ قَالَ عُمَرُ فَلَقَيْتُ عُمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنَّ شِدَّتْ أَنْكَحْتِكَ حَفْصَةَ بِنْتُ عُمَرَ قَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لِيَالِي فَقَالَ قَدْ بَدَأَ لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقَيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ إِنَّ شِدَّتْ أَنْكَحْتِكَ حَفْصَةَ بِنْتُ عُمَرَ فَصَبَّتْ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَزَجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُمَانَ فَلَبِثْتُ لِيَالِي ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ فَلَقَيْتَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرُجِعْ إِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْتَنِعْنِي أَنْ أَرُجِعْ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِي سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتَهُمَا۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4005

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب (میری بیٹی) حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے شوہر خُنَیس بن حُدَافہ السہمی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آکر شہادت پائی جس کی وجہ سے میری بیٹی حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ تو میں نے اپنی بیٹی سے رشتے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح اپنی بیٹی حفصہ سے کر دوں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ دن کا وقت لے لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دن بعد دوبارہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے اس بارے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو بغور سن تو لیا لیکن کوئی جواب دیے بغیر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ باعث تکلیف ہوا۔ میں نے کچھ دن توقف کیا۔

اس کے بعد خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے پیغام نکاح بھیجا اور میں نے اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ کچھ دن بعد میری ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: عمر! شاید آپ کو میرے طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہوگی کہ آپ نے

اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کے لیے مجھ سے بات کی تھی اس پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: بالکل تکلیف تو ہوئی ہے۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصل بات یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ آپ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خود نکاح فرمانے کی بات کی تھی۔

اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کروں۔ اس لیے میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ فرماتے تو میں آپ کی بیٹی سے ضرور نکاح کر لیتا۔

ام المؤمنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح:

3 ہجری شعبان المعظم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بعوض 400 درہم حق مہر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ اس وقت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً 22 سال تھی۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان:

حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، ان کے مسجد نبوی کے قریب کئی مکانات تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے نکاح فرماتے تو حضرت حارثہ اپنا ایک مکان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک مکان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا۔ شادی کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کو جو مکان ملا وہ مسجد نبوی کی مشرقی جانب تھا۔

جنت میں بھی شرفِ زوجیت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: اے حفصہ! ابھی ابھی جبرائیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں اور مجھ سے کہا: بے شک وہ (سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا) بہت زیادہ روزے دار اور کثرت سے راتوں کو اللہ کے حضور قیام کرنے والی ہیں اور وہ جنت میں بھی آپ کی اہلیہ ہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت:

3 ہجری تقریباً نصف رمضان المبارک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور بچے کے کان میں اذان کہی، اپنے مبارک لعاب دہن سے آپ رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔ ولادت کے سات دن بعد آپ رضی اللہ عنہ کا حلق (سر کے بال اتارنا) کیا، اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں دو بکریاں ذبح فرمائیں۔

غزوہ اُحد:

3 ہجری 15 شوال المکرم میں ”غزوہ اُحد“ پیش آیا۔

غزوے کا سبب:

غزوہ بدر میں قریش مکہ کو شکست ہوئی تو بدلہ لینے کے لئے فیصلہ کن اور منظم جنگ کی منصوبہ بندی کرنے میں مصروف ہو گئے، افرادی اور معاشی قوت کو جمع کرنے کے لیے مسلسل محنت شروع کر دی۔ بدر میں مسلمان جس قافلے کے لیے نکلے تھے وہ ابوسفیان کی معیت میں بچ نکلا اور مکہ پہنچ گیا یہ قافلہ جو مال تجارت لے کر آیا تھا قریش کو اس میں بہت نفع ہوا انہوں نے اس بات پر مشورہ کیا کہ جتنا نفع ہو گا وہ سب اس

جنگ میں لگائیں گے۔

قریش مکہ کی تیاریاں:

مشورہ کی مخصوص جگہ ”دارالندوہ“ میں اجلاس ہوا اور یہ طے ہوا کہ ارد گرد کے قبائل کو ساتھ ملایا جائے تاکہ فیصلہ کن جنگ ہو، خوب تیاری کی گئی۔ 3000 افراد پر مشتمل لشکر تیار ہوا جن میں سات سوزرہ پوش (جنگی لباس جو لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے) 3000 اونٹ، 200 گھوڑے شامل تھے۔ قریش اپنے ساتھ 15 خواتین بھی لائے تھے اور ان کو لانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ عورتیں جنگی اشعار پڑھ کر اپنے نوجوانوں کو جنگ کے لئے بھڑکائیں گی۔

کچھ اونٹ کھانے کے لئے کچھ بار برداری کے لیے جبکہ کچھ اونٹ اس نیت سے لائے تھے کہ واپسی پر مسلمانوں کے اموال چھین کر ان پر لاد کر لے جائیں گے۔ 5 شوال المکرم کو قریشی لوگ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قاصد:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مکہ میں موجود تھے، انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد کو خط دے کر بھیجا کہ وہ جلدی پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے عزائم سے آگاہ کرے، وہ قاصد خفیہ راستوں سے ہوتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ پہنچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر قریش کے حالات معلوم کرنے کے لیے دو انصاری صحابی حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ان کے ساتھ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو لشکر کے افراد کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجا انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ ان کی تعداد 3000 ہزار کے لگ بھگ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب مبارک:

دوسرے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنا ایک خواب سنایا کہ ایک مضبوط قلعہ ہے، اس میں ایک گائے ہے، میرے ہاتھ میں تلوار ہے، میں نے اپنی تلوار کو ہلایا تو اس کا آگے کا حصہ ٹوٹ گیا، پھر میں نے دوبارہ ہلایا تو وہ صحت مند اور اچھی بھلی ہو گئی۔

خواب کی تعبیر:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ قلعہ سے مراد مدینہ ہے، گائے سے مراد مسلمانوں کا لشکر ہے اس کے ایک حصہ کرنے سے مراد مسلمانوں کی شہادت ہے... تلوار کا ہلنا جنگ سے کنایہ ہے... اگلے حصے کا گرنا اس سے مراد جنگ کے حالات خراب ہونا / نقصان ہونا ہے، پھر گائے کا ٹھیک ہونا اس سے مراد ہے جنگ کے حالات کا دوبارہ ٹھیک ہونا ہے۔

میدان جنگ کے بارے مشاورت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے یا مدینہ کے اندر رہ کر؟ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے جبکہ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (اکثر وہ حضرات تھے جو غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے) کی رائے یہ تھی کہ باہر نکل کر جنگ لڑی جائے مدینہ کے اندر رہ کر لڑنے سے کفار قریش ہمیں کمزور سمجھیں گے۔

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی خواہش تھی، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

نے قسم اٹھائی:

وَاللّٰهُ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا حَتّٰی اَقْتُلَهُمْ خَارِجَ الْمَدِيْنَةِ۔

ترجمہ: اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی، میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینہ سے باہر نکل کر ان کو مار نہ ڈالوں۔

منافقین کی رائے:

اس موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی اپنے ساتھ 300 افراد لے کر اپنے غلط مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے شریک ہوا۔ اس کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر جنگ کی جائے کیونکہ یہ مدینہ کی تاریخ ہے کہ مدینہ کے رہنے والوں نے جب بھی اندر رہ کر جنگ لڑی ہے ان کو فتح ملی ہے۔

اُحد کی طرف روانگی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن عصر کے بعد فیصلہ فرمایا کہ مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے اور جنگ کی تیاری فرمائی چنانچہ 1000 کا لشکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مدینہ سے اُحد کی طرف نکلا، جس میں صرف 2 گھوڑے تھے، ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبکہ دوسرا حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ لشکر اسلام مغرب سے پہلے مدینہ سے نکلا شیخین کے مقام پر پڑا اوڈالا۔

منافقین کی غداری:

اس موقع پر عبداللہ بن ابی منافق اپنے ساتھ 300 افراد لے کر یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا کہ جنگ ہمارے مشورے کے مطابق نہیں ہے اس لیے ہم اس میں

اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتے۔

صف بندی اور دو بدو لڑائی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی فرمائی سامنے مدینہ پشت کی جانب اُحد پہاڑ تھا محفوظ طریقہ پر صفیں بنائی گئیں۔ مشرکین کی طرف سے سب سے پہلے مبارزت (میدان میں مقابلے کے لیے اپنے فریق کو لاکار کر لڑنے کی دعوت دینا) کرتے ہوئے میدان میں طلحہ بن ابی طلحہ اترا، مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے اور اس کو قتل کیا، اس کے بعد عثمان بن ابی طلحہ میدان میں آیا تو اس کے مقابلے میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میدان میں اترے اور اسے قتل کیا پھر ابوسعید بن ابی طلحہ آیا تو اس کے مقابلے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ میدان میں اترے اور اسے قتل کر دیا پھر اس کے بعد عمومی جنگ شروع ہوئی اور افراتفری مچ گئی۔

جبلِ رماة پر مقرر دستہ:

اُحد پہاڑ کی ایک طرف دَرَّہ ہے جو جبلِ رماة کے نام سے معروف ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ جب تک میرا حکم نہ ہو آپ لوگوں نے یہاں سے ہٹنا نہیں، چاہے فتح ہو یا شکست۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی جاٹاری اور جوانمردی کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور مشرکین بھاگنے پر مجبور ہو گئے کچھ مسلمان ان کو بھگا رہے تھے اور کچھ مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔

خالد بن ولید کا حملہ:

دَرَّہ پر مقرر تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر نیچے اتر کر اپنے

دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر غنیمت اکٹھی کرنے لگے۔ دوسری طرف خالد بن ولید جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے درہ خالی دیکھا اور اچانک حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درّے سے نیچے اترنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جب تک میں نہ کہوں آپ نے یہاں سے نہیں بلنا چاہے فتح ہو یا شکست۔ اس کے باوجود وہ نیچے کیوں اترے؟

پہلی وجہ... اجتہادی خطا:

پہلی بات یہ ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد تھا اور اس میں خطا سرزد ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے ان کی اس اجتہادی خطا کو معاف فرما دیا ہے۔ لہذا ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ان پر اعتراض کریں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوهُنَّ بِأَذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا أَرْسَلَكُمْ مَا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ. وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٢﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآیہ: 152

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھلایا جب تم اللہ کے حکم سے ان (کافروں) کو قتل کرنے لگے یہاں تک کہ جب تم بے ہمت ہو گئے اور ایک معاملہ میں (مورچے پر ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کے بارے) آپس میں جھگڑا بھی کیا اور تم اس بارے میں پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کر بیٹھے۔ اس کے بعد اللہ نے تمہیں وہ چیز (میدان جنگ میں فتح، دشمن پر غلبہ اور اس سے حاصل ہونے والا مال غنیمت) دکھا دی جو تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ ایسے ہیں جو دنیا (کے اسباب یعنی مال غنیمت) کا ارادہ کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت (کے ثواب) کا ارادہ کرتے ہیں۔ پھر اللہ

تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے ان سے پھیر دیا (یعنی کچھ وقت کے لیے اپنی مدد موقوف کر دی) پکی بات ہے کہ اللہ نے تمہیں معاف فرما دیا ہے اور وہ اہل ایمان پر فضل فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی معافی کا یوں اعلان فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَفَى الْجَمْعَيْنِ، إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَ لَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ، إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

سورۃ آل عمران، رقم الآیہ: 155

ترجمہ: دو فوجوں کی باہمی لڑائی (غزوہ احد) والے دن جو لوگ تم میں سے پیچھے ہٹ گئے، شیطان نے انہیں ان کے بعض (پہلے والے) گناہوں کی وجہ سے بہکایا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی بھی معافی دے دی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بخشنے والی اور بردبار ہے۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے معاف فرمادینے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزام درست نہیں۔

دوسری وجہ... مذموم دنیا مراد نہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غنیمت کو اکٹھا کرنے کے لیے درے سے نیچے اترے اسی کو قرآن نے مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس دنیا سے وہ دنیا مراد نہیں جس کی قرآن و سنت میں مذمت بیان کی گئی ہے یعنی جس میں مشغول ہو کر بندہ آخرت سے غافل ہو جائے۔ بلکہ یہاں دنیا سے مراد مال غنیمت ہے اس پر دنیا کا لفظ مجازاً بولا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حلال اور پاکیزہ مال ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبَاتٍ وَ اتَّقُوا اللَّهَ، إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾

سورۃ الانفال، رقم الآیہ: 69

ترجمہ: اب تم اس غنیمت کے مال میں سے کھاؤ (استعمال میں لاؤ) جو حلال پاکیزہ ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے، رحم کرنے والے ہیں۔
فائدہ: اس وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزام درست نہیں۔

تیسری وجہ... دہر ا ثواب کمانے کا جذبہ:

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگ کی ابتداء سے مورچے پر مامور تھے، انہیں میدان میں اتر کر لڑائی کا موقع ہی نہ ملا، اگرچہ مورچہ سنبھالنے کا اور پہرے کا ثواب ملا ہے لیکن انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں میدان میں اتر کر بہادری کے ساتھ لڑنے اور کفار کو بھگانے والی شجاعت کا ثواب نہیں مل رہا۔ اب جب انہیں دشمن کے بھاگ جانے کا اور لشکر اسلام کے فتح یاب ہونے کا یقین ہو تو وہ نیچے اتر آئے تاکہ دونوں اجر حاصل کر سکیں مورچے پر پہرے دینے والا بھی اور میدان میں جہاد و قتال کرنے والا بھی۔ جب کفار میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مبارک جذبے کے تحت درے سے نیچے اترے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا، اس بابرکت کام میں ان کی مدد کرنے لگے۔

یہ حضرات قُربِ خدا اور قُربِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام پر فائز تھے کہ جہاں ان کی صورتاً لغزش پر بھی محبوبانہ عتاب نازل ہوا۔ لیکن جہاں یہ محبوبانہ عتاب نازل ہو اسی کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا اعلان بھی کر دیا اور محبت کی شدت اور انتہاء کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ تسلی پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ فوراً ساتھ دوسری مرتبہ بھی ازراہ شفقت مزید فرمایا کہ بخش دیا ہے۔ اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں محبت بہت زیادہ ہو تاکہ کمال محبت کا اظہار ہو جائے۔

فائدہ: یہ واقعہ تکوینی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کرایا گیا تاکہ خدا تعالیٰ

کی ان سے محبت سب کے سامنے آشکار ہو سکے، ان سے محبت خداوندی کا اظہار ان کے لیے اعزاز ہے ان پر الزام نہیں۔

جنگ ہاتھ سے نکل گئی:

خالد بن ولید جو کہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے شدید حملہ کر دیا جس کے بعد مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا صرف دس افراد درہ پر باقی بچے تھے اور گیارہویں حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے سب شہید ہو گئے اب جیتی ہوئی جنگ بظاہر ہاتھ سے نکل گئی۔ اس افراتفری کی شدید کیفیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے چند مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی دلیری:

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ انتہائی بہادر اور نڈر تھے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار عطا فرمائی تو انہوں نے اپنے سر پر ایک سرخ عمامہ باندھا اور میدان میں دلیروں کی طرح کود پڑے اور اشعار پڑھتے ہوئے کفار کی صفوں کو چیرتے گئے اور جس طرف رخ کرتے کفار کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے اور جو شخص بھی سامنے آتا اس کی لاش زمین پر گرتی۔

ایک عجیب واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ہند آئی پہلے تو اس پر تلوار اٹھائی لیکن فوراً روک لیا کہ مرد کو زیب نہیں عورت پر تلوار چلائے اور پھر وہ تلوار بھی نبوت کی عطا کردہ ہو۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب بھی اس جنگ میں شریک تھے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَسَدُ اللہِ وَاَسَدُ

رَسُولِهِ (یعنی اللہ اور اس کے رسول کا شیر) قرار دیا تھا۔

غزوہ بدر میں جبیر بن مطعم کے چچا طُعَيْمِہ بن عدی کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جبیر کو اس کا بہت صدمہ تھا انتقام کے طور پر جبیر نے اپنے غلام وحشی بن حرب سے کہا: اگر تو میرے چچا کے قاتل حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرے تو تو آزاد ہے چنانچہ جب کفار قریش غزوہ احد کے لیے مکہ سے روانہ ہوئے تو وحشی بھی ان کے ہمراہ چل پڑے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں بڑی جوانمردی سے لڑ رہے تھے جب جنگ احد شروع ہوئی تو کفار کی طرف سے سباع بن عبد العزیٰ میدان میں لاکرتا ہوا آیا تو اس کے مقابلہ کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے اترے اے سباع! اے عورتوں کے ختنے کرنے والی عورت کے بیٹے! تو اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ کرے گا پھر اس پر تلوار سے وار کیا اور ایک ہی وار سے اسے واصل جہنم کر دیا۔ وحشی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا تھا جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیا اور نیزہ مارا جو کہ ناف کی طرف سے پار ہو گیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس حملے کی شدت کی وجہ سے تھوڑی ہی دیر بعد شہید ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کا مثلہ (اعضاء کاٹنا) کیا گیا انتہائی ظلم اور بے دردی سے آپ رضی اللہ عنہ کی ناک، آپ کے کان کاٹے گئے، آپ کے پیٹ کو چاک کیا گیا، کلیجہ نکالا گیا اور اسے چبایا گیا۔

فائدہ: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی بعد میں مسلمان ہوئے جن کے قبول اسلام کا واقعہ فتح مکہ کے بعد آرہا ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بڑی بہادری اور دلیری سے لڑے آپ کا مقابلہ ابوسفیان سے ہوا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان پر وار کرنا چاہا لیکن ایک کافر نے آپ پر پیچھے کی جانب سے حملہ کر دیا جس سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے حنظلہ کو دیکھا کہ فرشتے ان کو چاندی کے برتنوں سے بادل کے پانی سے غسل دے رہے ہیں اس لئے ان کو ”غَسِيْلُ الْمَلَائِكَةِ“ کہا گیا اور اسی لقب سے مشہور ہوئے۔

ان کی بیوی جن کا نام جبیلہ تھا صحابیہ تھیں اور عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کی بہن تھیں جب ان سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ فجر کے وقت عدم غسل کی حالت میں ہی میدان جنگ چلے گئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ایک رات قبل ان کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہوئے اور پھر وہ دروازہ بند ہو گیا۔ بیوی نے اس خواب سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تعبیر سمجھی اور وہ تعبیر پوری ہوئی۔

حضرت مُصْعَب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

جب دشمن نے دَرَّہ کے راستے سے حملہ کیا تو مسلمانوں کی صفوں کی ترتیب باقی نہ رہی اور کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب پہنچ گئے۔ اُحد میں مسلمانوں کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مردانہ وار لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شکل و صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی جلتی تھی تو کسی نے یہ خبر پھیلا دی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔

حضرت یمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

اس خبر کو سنتے ہی مسلمانوں کے لشکر میں بدحواسی پھیل گئی جس کی وجہ سے اپنے اور پرانے کا علم نہ رہا، اسی گھمسان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

افرا تفری کے عالم میں مسلمانوں کو پتہ نہ چلا اور حضرت یمان رضی اللہ عنہ اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بہت آواز لگائی لیکن اتنے شور میں کوئی کیسے سنتا؟

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو میرے قریب لاؤ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لے آئے۔

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ نے اپنے رخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر رکھ دیے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔

انگلی مبارک پر زخم:

حضرت جناب بن سفیان بنجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پر پتھر سے چوٹ لگ گئی جس کی وجہ سے انگلی مبارک سے خون نکل پڑا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا:

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيَّتْ
 تو ایک انگلی ہی ہے جو خون آلود ہو گئی ہے
 وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيَّتْ
 اور تجھے یہ تکلیف بھی تو اللہ کے راستے میں ہی آئی ہے

آپ ﷺ کا دندان مبارک شہید:

عنتہ بن ابی وقاص جو کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے انہوں نے اس افراتفری کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا اور پتھر پھینکا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید اور نچلا ہونٹ مبارک ہوزخمی ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنا حریص اپنے بھائی کے قتل کا ہوں اتنا کسی کے قتل کا نہیں۔

آپ ﷺ کے رخسار اور سر مبارک زخمی:

عبد اللہ بن قمرہ نے بھی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا یہ قریش کا مشہور پہلوان تھا اس نے اتنی شدت سے حملہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک زخمی ہو گئے اور خود (لوہے کی بنی ہوئی جنگی ٹوپی کے) دو حلقے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے میں گھس گئے۔ عبد اللہ بن شہاب (جو بعد میں مسلمان ہو گئے) نے پتھر مارا جس سے پیشانی مبارک زخمی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں سے خون بہنے لگا جس کو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ (جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ہیں) نے چوس کر نکل لیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَسَّ دَمِي دَمَهُ لَمْ تُصِبْهُ النَّارُ.

ترجمہ: جس کے خون میں میرا خون بھی شامل ہو جائے اس پر جہنم کی آگ اثر نہیں

کرے گی۔

گڑھے کی آغوش میں:

ابو عامر فاسق نے ایک گڑھا مسلمانوں کے لیے تیار کر رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اس گڑھے کی آغوش سے جا ملے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک کو سہارا دیا اور علی المر تقضی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ کر باہر نکالا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو جسم پر زر ہوں (لوہے کا بنا ہوا جنگی لباس) کی وجہ سے چڑھنا مشکل تھا اور زخمی ہونے کی وجہ سے ضعف اور کمزوری ہو گئی تھی تو اس موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بیٹھ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر اپنے پاؤں مبارک رکھے اور اوپر چڑھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا کرتے ہوئے سنا: **أَوْجِبْ طَلْحَةَ**۔

طلحہ نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے ہاتھوں سے روکتے رہے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شل ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے بدن پر اُحد کے دن 35 یا 39 زخم لگے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: احد کا سارا دن ہی طلحہ کی جانثاری کا دن ہے۔

تیر چلاؤ! میرے ماں باپ قربان:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے اُحد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر ان کو دیے اور فرمایا: اِذِہْ فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمَّحِیْ۔ تیر چلاؤ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ اس دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار تیر چلائے۔

جبلِ اُحد سے جنت کی خوشبو:

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں اُحد میں بڑی دلیری سے لڑتے رہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر مشہور ہو گئی تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو کیا ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تو زندہ ہے جس دین کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی ہم بھی اسی دین کی خاطر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں گے کیونکہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہ کر بھی کیا کرنا ہے؟

اس کے بعد لشکر کفار میں گھس گئے اور شہادت تک لڑتے رہے شہادت سے قبل فرمانے لگے کہ مجھے اُحد کہ پہاڑوں سے جنت کی خوشبو آتی ہے اور اس دن آپ رضی اللہ عنہ کے بدن مبارک پر تیر اور تلوار کے 80 سے زائد زخم لگے تھے۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اس جنگ میں بڑی بہادری اور دلیری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ آپ کے جسم پر تیر اور تلوار کے ستر زخم تھے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش شروع کی بالآخر جب میں ان کے پاس پہنچا ان کے جسم میں ابھی تک زندگی کے کچھ

آثار باقی تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کی ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پوچھتے ہیں آپ اس وقت اپنی حالت کیسی پاتے ہیں؟

حضرت سعد رضی اللہ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ تم پر بھی سلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سلام کہنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس وقت جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں اور میری قوم سے کہہ دینا کہ تمہارے ہوتے ہوئے نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی تکلیف پہنچی اور تم میں سے ایک آنکھ بھی دیکھنے والی ہوئی تو اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہو گا یہ کہہ کر روح پرواز کر گئی۔

دو مبارک دعائیں:

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک دوسرے سے ملے اور جنگ سے پہلے دونوں نے یہ بات طے کی کہ ہم دونوں الگ بیٹھ کر دعا مانگتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

ایک نے دعا مانگی کہ جنگ کے دن میرا مقابلہ کسی جنگجو مشرک سے ہو اور وہ مجھے شہید کر دے۔ دوسرے نے دعا مانگی کہ میرا مقابلہ کسی جنگجو سے ہو جائے اور میں اس کو قتل کر دوں چنانچہ جنگ کے دن ایسا ہی ہوا۔

ابی بن خلف کا قتل:

دشمن اسلام ابی بن خلف جس نے ایک گھوڑا اس نیت سے پالا تھا کہ اس پر سوار ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کروں گا (نعوذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میں ہی قتل کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

احد والے دن جنگ کے دوران آمناسا منا ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس کھڑے ایک صحابی سے نیزہ لیا اور اس کی گردن پر دے مارا جس سے وہ چیختا چلاتا وہاں سے دوڑا اور وہ دوڑتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قتل کر ڈالا ہے۔ اس کے ساتھیوں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اتنا معمولی سازختم ہے اس پر اتنا چیخ رہا ہے یہ کوئی اتنا بڑا اور گہرا زخم بھی نہیں۔ تو وہ کہنے لگا کہ کیا تم جانتے نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا اور اللہ کی قسم اگر یہ تکلیف تمام عرب میں تقسیم کر دی جائے تو سب لوگ مرجائیں گے مقام سرف میں اسی تکلیف سے مر گیا۔

نوٹ: دنیا کے دو انسان سب سے زیادہ بد بخت اور بد نصیب ہیں ایک وہ جو کسی نبی کو شہید کرے، دوسرا وہ جسے نبی اپنے ہاتھوں سے قتل کرے۔

غزوہ احد میں چند معجزات کا ظہور:

1: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوئی اور رخسار کی طرف نکل آئی، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ رکھ کر لعاب مبارک لگایا اور دعادی، جس کی برکت سے وہ اسی وقت ٹھیک ہو گئی۔

2: حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک چھڑی عطا فرمائی جو ان کے ہاتھ میں جاتے ہی تلوار بن گئی، اس کا نام ”العرجون“ تھا۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان مبارک کی تانت (کمان میں موجود وہ دھاگہ

جس پر تیر رکھ کر کھینچا جاتا ہے) ٹوٹ گئی، یہاں تک کہ قابل استعمال نہ رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کی برکت سے وہ اتنی لمبی ہو گئی کہ کمان پر لپیٹنی پڑی۔

4: اللہ رب العزت نے مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمانوں سے فرشتے بھیجے، جن میں حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام شامل تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کافروں کو دیکھتے تھے کہ ان کی گردنیں کٹ کٹ کر گر رہی تھیں جبکہ مقابلے میں کوئی انسان موجود نہیں تھا۔

اس غزوہ میں ابتداءً مسلمان فاتح ہو گئے اور پھر درمیان میں کچھ نقصان ہوا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور مسلمان سنبھل گئے مزید نقصان نہ ہوا۔
نوحہ کی حرمت:

3 ہجری غزوہ احد کے بعد نوحہ کی حرمت و ممانعت نازل ہوئی۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ النَّيِّاحَةِ.

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 3129

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (تمام اہل اسلام کو) نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔
نوحہ کرنا اسلام کی تعلیم نہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُذُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 1297

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو مصیبت کے وقت رخساروں کو پیٹے، گریبان چاک کرے اور (میت وغیرہ پر) زمانہ جاہلیت کی طرح زور زور سے آوازیں نکالے (یعنی نوحہ کرے)۔

نوحہ کرنے والوں سے اظہارِ بیزاری:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي بُرَيْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَا أُنْحِي عَلَى أَبِي مُوسَى وَأَقْبَلْتِ أَمْرًا أَنَّهُ أَمَرَ عَبْدَ اللَّهِ تَصِيحُ بَرْتَّةٍ قَالَا ثُمَّ أَفَاقَ قَالَ أَلَمْ تَعْلَمِي وَكَانَ يُجَدِّدُهَا أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا بَرِيٌّ مِنْ حَلْقٍ وَسَلَقِ وَخَرَقِ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 150

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن یزید اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے تو آپ کی اہلیہ چلا چلا کر رونے لگی۔ جب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں ہر اس شخص سے بیزار (لا تعلق) ہوں جو مصیبت و حادثہ وغیرہ کے وقت سر کے بال منڈائے، چلا چلا کر روئے (نوحہ کرے) اور اپنے کپڑوں کو پھاڑے۔

نوحہ قابلِ لعنت کام:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَبِعَةَ.

سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 3130

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت پر لعنت فرمائی ہے جو خود نوحہ کرنے والی یا اسے سننے والی

(یعنی نوحہ کو پسند کرنے والی) ہو۔

نوحہ کا عذاب:

أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُونَهَا... وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تُتَّبَقْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُنْقَامَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سَبْرٌ بَالٍ مِنْ قَطْرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ.

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2116

ترجمہ: حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بعض لوگوں میں جاہلیت کی چار باتیں پائی جائیں گی جن کو وہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان میں ایک نوحہ کرنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے اس سے توبہ نہیں کرے گی تو قیامت والے دن وہ اس حالت میں ہوگی کہ اس کے جسم پر تار کول اور خارش کا لباس ہوگا۔

غزوہ حراء الاسد:

سن 3 ہجری 16 شوال المکرم کو غزوہ احد سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 13 کلومیٹر دور مقام ”حراء الاسد“ کی طرف تشریف لے گئے اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔

غزوے کا سبب:

جس رات احد سے واپسی ہوئی دوسرے دن صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: میں اپنے گھر والوں کے پاس سے آرہا تھا جب میں فلاں مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ

قریش وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یہ کہتے سنا: ”تم نے تو کچھ بھی نہیں کیا ان مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے سردار تو زندہ ہیں جو پھر تمہارے خلاف لشکر جمع کر لیں گے۔ آؤ پھر واپس چلو ہم ان سب کا بھی خاتمہ کر دیں“

مگر صفوان ابن امیہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان لوگوں کی رائے سے اختلاف کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

”لوگو! ایسا نہ کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مسلمان جو لشکر کے ساتھ نہیں تھے تم پر حملہ آور نہ ہو جائیں اس لئے واپس لوٹ چلو، ابھی توفیح اور کامیابی تمہارے ساتھ ہے مگر ڈر ہے کہ تم نے پھر مدینے کا رخ کیا تو کہیں یہ توفیح و کامرانی تمہارے خلاف نہ پڑ جائے۔“

حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”صفوان نے ان لوگوں کو صحیح راستہ دکھلایا حالانکہ وہ خود صحیح راستہ نہیں دیکھتا۔“

شیخین رضی اللہ عنہما سے مشاورت اور کوچ کا حکم:

اس کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان کو عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی خبر سنائی، دونوں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ دشمن کا پیچھا کیا جائے تاکہ وہ لوگ ہماری عورتوں اور بچوں پر حملہ آور نہ ہو سکیں“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو قتال فی سبیل اللہ کی بھرپور ترغیب دی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کریں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دشمن کا پیچھا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ کہ صرف وہی لوگ اس میں شریک ہوں جو غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اجازت:

اسی دوران حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں غزوہ احد میں شریک نہیں ہو سکا تھا اور وجہ یہ تھی کہ میری سات بہنیں ہیں اور میرے والد نے مجھے حکم دیا: بیٹے! یہ بات نہ میرے لئے مناسب ہے اور نہ تمہارے لئے کہ ہم اپنی ان عورتوں کو اس حال میں چھوڑ جائیں کہ ان کے پاس کوئی مرد نہ ہو۔

ادھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لئے اپنے مقابلے میں تمہیں ترجیح نہیں دے سکتا، ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی دولت میسر فرمادیں لہذا تم اپنی بہنوں کے پاس رہو! چنانچہ اس طرح میں بہنوں کی نگرانی کے لئے یہاں رہ گیا تھا اور انہوں نے شہادت کے لئے اپنے آپ کو مجھ پر ترجیح دی! لہذا یا رسول اللہ مجھے بھی اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت عطا فرمائیں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت عنایت فرمادی۔

مسکب پر سواری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مسکب نامی گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی لباس پہنا، سوائے آپ کی مبارک آنکھوں کے چہرہ مبارک کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ آپ کے ساتھ وہ تمام جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی روانہ ہوئے جو احد میں آپ کے ساتھ شریک تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی حالت:

روانگی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید زخمی حالت میں تھے، چہرہ

مبارک زرہ کی کڑیاں گڑ جانے کی وجہ سے زخمی، دندان مبارک شہید، ہونٹ مبارک زخمی، دایاں کندھا مبارک زخمی اور آپ کے دونوں گھٹنے مبارک بھی ایک گڑھے میں گرجانے کی وجہ سے زخمی تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت:

یہی حالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی وہ بھی زخموں سے چُور تھے، حضرت اُسید بن حُضَیر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما کے جسموں پر 9، 9 گہرے زخم تھے، حضرت حراش رضی اللہ عنہ کے جسم پر 10 گہرے زخم تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے جسم پر 20 سے زائد گہرے زخم تھے جبکہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے جسم پر 70 سے زائد گہرے زخم تھے۔

دوانصاری بھائیوں کا واقعہ:

دوانصاری بھائی حضرت عبد اللہ بن سہیل اور حضرت رافع بن سہیل رضی اللہ عنہما غزوہ احد میں شدید زخمی ہوئے۔ حضرت رافع رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کی بنسبت زیادہ زخمی ہوئے کہ چلنا بھی مشکل تھا۔ جس وقت باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حراء الاسد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اس وقت انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیسے جایا جائے؟ کیونکہ نہ سواری اور نہ ہی چلنا ممکن۔

ایک نے دوسرے سے کہا: کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ میں شریک ہونے سے محروم رہ جائیں گے! بہر حال دونوں زخموں سے چُور بدن کے ساتھ چل پڑے، جب حضرت رافع رضی اللہ عنہ تھک جاتے تو ان کے بھائی حضرت عبد اللہ ان کو اپنی کمر پر اٹھا لیتے اور جب حضرت عبد اللہ اٹھا اٹھا کر تھک جاتے تو انہیں اتار دیتے، پھر کچھ قدم دونوں پیدل چلتے پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ

عنه اپنے بھائی حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو اپنی کمر پر سوار کر لیتے۔ اسی طرح چلتے چلتے دونوں بھائی حمراء الاسد تک پہنچے۔

یہ عشاء کا وقت تھا پہرے پر موجود حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنی مجبوری بتلائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی۔
مدینہ منورہ واپسی:

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تین دن قیام فرمایا اور واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

3 ہجری ماہ ذوالحجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے بعوض 400 درہم حق مہر نکاح کر لیا۔

معیت رسول کا مختصر زمانہ:

آپ رضی اللہ عنہا کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کو نہیں ملا۔ بلکہ نکاح کے کچھ ہی عرصہ بعد 4 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ وفات پا گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا اور آپ کو مدینہ منورہ جنت البقیع نامی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

فائدہ: امہات المؤمنین میں سے صرف سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا یہ اعزاز ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا۔

مشق نمبر 3

مختصر جواب دیں:

1. غزوہ احد کب پیش آیا؟
2. عبد اللہ بن ابی ابن سلول تین سو کا لشکر لے کر واپس کیوں لوٹا؟
3. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا درے سے نیچے اترنے کی کوئی ایک وجہ تحریر کریں۔
4. غزوہ احد میں ظاہر ہونے والے معجزات میں سے ایک معجزہ لکھیں۔
5. نوحہ کی حرمت کب نازل ہوئی؟
6. نوحہ کرنے والی کا قیامت کے دن عذاب کیا ہے؟
7. سیدہ زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا کتنا عرصہ آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں؟

خالی جگہ پر کریں:

1. جو شخص عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لائے گا اس کو..... دیں گے۔
2. تین ہجری تقریباً نصف رمضان المبارک..... کی ولادت ہوئی۔
3. تلوار کا ہلانا..... سے کننا یہ ہے۔
4. حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ..... تیر اندازوں کو مقرر فرمایا۔
5. اللہ رب العزت نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس..... خطا کو معاف فرما دیا ہے۔
6. کے جسم مبارک کا مثلہ کیا گیا۔
7. جس کے پیٹ میں نبی کا خون ہو اس پر..... اثر نہیں کرے گی۔

8. دنیا کا سب سے بد بخت اور بد نصیب شخص وہ ہے جو کسی..... کو شہید کرے۔
9. غزوہ احد کے بعد..... کی حرمت و ممانعت نازل ہوئی۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: اگر میری دس بیٹیاں ہوتی تو میں یکے بعد دیگرے نکاح میں دے دیتا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

2: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ کی ہوں گی:

اہلیہ پڑوسن کچھ نہیں

3: عبد اللہ ابن ابی افراد کو لے کر اپنے غلط مقاصد کے لیے نکلا:

دوسو تین سو چار سو

4: ”اسد اللہ و اسد رسولہ“ کا لقب ملا:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

سن 4 ہجری

خاتم النبیین ﷺ سے یہودیوں کی بد عہدی، غزوہ بنو نضیر، شراب کی حرمت
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت، غزوہ بدر موعد، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنو نضیر سے معاہدہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے معاہدے کیے۔ ان معاہدات میں ایک بنیادی شق یہ تھی کہ اگر یہود پر کسی نے حملہ کیا تو ہم تعاون کریں گے اور ہم پر کسی دشمن نے حملہ کر دیا تو یہود ساتھ دیں گے۔ اگر یہود کے بندے سے قتل ہو گیا تو دیت میں ہم ساتھ شریک ہوں گے اور اگر ہمارے بندے سے قتل ہو گیا تو دیت میں یہود شریک ہوں گے۔ یہ معاہدہ تھا۔

سر یہ منذر بن عمرو الساعدی رضی اللہ عنہما / بَرِّ مَعُونَه:

سن 4 ہجری ماہ صفر المظفر میں ”قبیلہ بنو عامر“ کے ایک شخص عامر بن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے اس نے قبول نہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا آپ ہمارے ساتھ اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیج دیں تاکہ وہ ہمارے لوگوں کو اسلام سکھلائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجد والوں سے خطرہ ہے۔

عامر بن مالک جس کی کنیت ابو براء ہے کہنے لگا میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس کی ضمانت کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو قراء کہا جاتا تھا ان کے ساتھ بھیج دیے۔ ان کے امیر حضرت منذر بن عمرو الساعدی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو دیا کہ بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کو دے دیں۔

مدینہ منورہ سے نکل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب ”بَرِّ مَعُونَه“ نامی مقام

پر پہنچے، وہاں قیام فرمایا۔ تو حضرت حرام بن ملان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط قبیلے کے سردار عامر بن طفیل کو دیا۔ اس نے فوراً ایک شخص کو آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا اشارہ کیا اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے نیزہ مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے آر پار ہو گیا اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا:

اللَّهُ أَكْبَرُ فُرْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.

اللہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

عامر بن مالک نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو امان دی تھی اس لیے جب عامر بن طفیل نے اپنے قبیلہ والوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل کا حکم دیا تو عامر بن طفیل کے چچا ابوبراء عامر بن مالک نے ان کو قتل کرنے سے روکا اور اپنے قبیلے والوں کو بھی منع کیا۔ عامر بن طفیل کو جب اپنے قبیلے سے مدد نہ ملی تو اس نے دیگر قبائل رعل، ذکوان اور عُصی سے مدد مانگی ان قبائل نے مدد کی حامی بھری اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے قصور شہید کر دیا۔

ایک صحابی حضرت کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بے ہوش تھے ان کو فوت شدہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ بعد میں ہوش میں آئے زندہ رہے اور غزوہ احزاب (خندق) میں شہید ہوئے۔

دو صحابی حضرت منذر بن محمد اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما دور جنگل میں اپنے قافلے کے جانور چرانے گئے ہوئے تھے آسمان کی طرف دیکھا تو زیادہ تعداد میں پرندے اڑتے ہوئے نظر آئے، جس سے یہ سمجھ گئے کہ کوئی خاص بات ہے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام دوست شہید ہو چکے تھے۔

آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ مدینہ منورہ جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس

میں سارا معاملہ رکھتے ہیں جبکہ منذر بن محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مقابلہ کرتے ہیں اور شہادت حاصل کرتے ہیں پھر دونوں لڑے اور منذر بن محمد رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا گیا۔ عامر بن طفیل نے آپ رضی اللہ عنہ کے بال کٹوا کر آزاد کر دیا اور کہا کہ میری ماں نے غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی میں اس کے بدلے تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

اس واقعہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ ان کے جسم مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے اتنا صدمہ ہوا جتنا پوری زندگی کبھی نہیں ہوا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ تک فجر کی نماز میں (قنوت نازلہ پڑھتے رہے) ان لوگوں کے لیے بد دعا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے درج ذیل آیت اتاری اور اس سے منع فرمایا:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 128

ترجمہ: اے میرے پیغمبر! آپ کو اس فیصلے کا اختیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول کرے یا ان کو عذاب دے کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ چھوڑ دی۔

عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کا دو کافروں کو قتل کرنا:

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ان کا دو کافروں سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ کافر ہیں، مخالف ہیں، ان پر حملہ کر کے دونوں کو قتل کر دیا۔ جب یہ دونوں کو قتل کر کے مدینہ منورہ

پہنچے تو پتا چلا کہ وہ دونوں قبیلہ بنی عامر کے افراد تھے اور بنی عامر وہ قبیلہ تھا کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا۔ اب معاہدے کی رُو سے ان کو مارنا جائز نہیں تھا لیکن ان کو پتا نہیں تھا کہ یہ بنو عامر قبیلہ کے ہیں، انہوں نے غلطی سے مار دیا۔ غلطی سے مارا تو اب قصاص کے بجائے دیت آتی تھی۔

بنو نضیر کی عہد شکنی:

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے پاس گئے اس لیے کہ بنو عامر جس طرح مسلمانوں کے حلیف تھے اسی طرح بنو نضیر کے بھی حلیف تھے۔ اب دیت مسلمانوں اور بنو نضیر نے مل کر ادا کرنی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ رقم ہم جمع کریں اور کچھ تم جمع کرو۔ بنو نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ یہاں تشریف رکھیں، ہم مال جمع کرتے ہیں۔

آپس میں مشورہ کیا کہ جس مقام کے نیچے آپ تشریف فرما ہیں اوپر سے بڑا پتھر گراؤ تاکہ آپ یہیں (العیاذ باللہ) قتل ہو جائیں اور معاملہ ختم ہو جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آگئی، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تو آپ وہاں سے اٹھ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

غزوہ بنو نضیر:

سن 4 ہجری ربیع الاول میں ”غزوہ بنو نضیر“ پیش آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور بنو نضیر کو پیغام بھجو دیا کہ تم نے وعدہ خلافی کر کے معاہدہ کو توڑ دیا ہے، اب ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہو گیا، لہذا اب تمہیں دس دنوں کی مہلت دی جاتی ہے کہ تم اپنا سامان اٹھاؤ اور یہاں سے نکل جاؤ، ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے لیکن بنو نضیر اس کے لیے تیار نہیں ہوئے۔

جب تیار نہیں ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر گئے اور باقاعدہ جہاد کا اعلان کیا کہ ان کو ختم کر دیتے ہیں۔ یہ سارے لوگ قلعہ بند ہو گئے۔ ان کے جو درخت تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جلانے شروع کر دیے تاکہ ان کو تکلیف ہو، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں جلانے کہ بنو نضیر جب چلیں جائیں گے تو یہ درخت ہمارے کام آئیں گے۔

جب انہوں نے سمجھا کہ اب ہماری جان بخشی کی کوئی صورت ممکن نہیں، شاید ہم ختم ہو جائیں تو پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم مدینہ چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جتنا سامان ایک بندہ ایک اونٹ پر لاد سکتا ہے لے جائے، ان لوگوں نے گھروں کے دروازے، چارپائیاں اور جو کچھ اٹھا سکتے تھے اٹھا کر وہاں سے چلے گئے۔ ان میں سے اکثر شام کے علاقے میں چلے گئے اور کچھ ان میں سے خیبر میں چلے گئے۔ ان کے سردار حی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع اور سلام بن ابی الحقیق خیبر ہی میں ٹھہرے۔

بنو نضیر کا مال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے اموال کو مہاجرین میں تقسیم فرمایا تاکہ انصار کے حالات بہتر ہوں اور ان پر مالی بوجھ میں کمی آئے اگرچہ انصار کو یہ خرچہ ہرگز بوجھ معلوم نہ ہوتا تھا وہ تو اپنے لئے اس کو سعادت سمجھتے تھے حتیٰ کہ اپنے آپ پر مہاجرین کو ترجیح دیتے تھے۔

انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اس فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ یہ مال صرف مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور ہمارے مہاجر بھائی ہمارے گھر میں پہلے کی طرح رہیں

اور اگر وہ ہمارے مال سے بھی خرچ کرنا چاہیں تو اپنی مرضی سے خرچ کر سکتے ہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود بنو نضیر کے اموال کو مہاجرین میں تقسیم
کر دیا صرف دو انصاری صحابی جو تنگدست تھے ابو دجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ
عنہما ان کو بھی عطا فرمایا۔ اس غزوے میں دو شخص یامین بن عمیر اور ابو سعد ابن وہب
رضی اللہ عنہما مسلمان ہوئے۔

شراب کی حرمت کا حکم:

سن 4 ہجری ربیع الاول میں ”شراب کی حرمت“ کا حکم نازل ہوا۔

یہ بات یاد رہے کہ شراب کی حرمت کے بارے میں تدریجاً احکام نازل
ہوتے رہے۔ پہلا حکم نازل ہوا کہ اس میں گناہ ہے اور فائدہ بھی۔ یہ اس وقت جب
حضرت عمر، حضرت معاذ بن جبل اور دیگر انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، شراب کے بارے میں دریافت فرمایا، اس
وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ

نَفْعِهِمَا.

سورة البقرة، رقم الآية: 219

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ
ان سے فرمادیں کہ ان (کو کرنے) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے نفع بھی ہے۔ اور
ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔

چونکہ اس آیت میں مطلقاً حرمت نہیں تھی اس لیے بعض صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم نے شراب کو چھوڑ دیا اور بعض نے نہیں چھوڑا۔

دوسرا حکم یہ نازل ہوا کہ خاص نماز کی حالت میں حرام ہے، حضرت علی کرم

اللہ وجہ سے مروی ہے کہ (شراب کے مطلقاً حرام ہونے سے پہلے) ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھانے پر مدعو کیا، وہاں کھانے کے بعد شراب پی گئی، اسی حالت میں نماز (مغرب) کا وقت آگیا، تو ایک شخص نے امامت کی، اور اس میں نشے کی وجہ سے قرآنی آیات کی تلاوت میں بہت بڑی غلطی کر گئے، سورۃ الکافرون کی آیات کو

مَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ، وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ

اس طرح پڑھا جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی اے کافر تو تم عبادت کرتے ہو اور ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں جس کی کافر تو تم عبادت کرتے ہو۔ (یعنی غیر اللہ کی عبادت جس میں بت وغیرہ شامل ہیں)

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ-

سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 43

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم (شراب کے) نشے میں مدہوش ہو جاؤ اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو ایسی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔

چونکہ اس آیت میں بھی مطلقاً حرمت نہیں تھی بلکہ نماز کی حالت کے ساتھ خاص تھی۔

تیسرا حکم اس وقت نازل ہوا جب حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی، اس میں بھی بدستور شراب پی گئی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نشے کی حالت قسیدہ پڑھا، جس میں انصار مدینہ کی ہجو (بدگوئی) اور اپنی قوم کی تعریف کی، اس پر ایک انصاری صحابی کو غصہ آیا اونٹ کی ہڈی اٹھا کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دے ماری، جس کی وجہ سے

انہیں شدید زخم آیا، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْحَمْرِ بَيِّنَاتًا شَافِيَةً۔

اے اللہ شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم نازل فرما۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ فَأَجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾

سورۃ المائدہ، رقم الآیہ: 90

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قرع کے تیر یہ سب گندی باتیں ہیں
شیطان کی کام ہیں اس سے اپنے آپ کو بچاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

اس کے بعد شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا، صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم نے شراب بہادی اور شراب کے برتن (مٹکے وغیرہ) توڑ دیے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت:

سن 4 ہجری 5 شعبان المعظم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک سے اور کھجور چبا کر گھٹی دی، آپ کا نام
حسین رکھا۔ ساتویں دن سر کے بال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اترائے، بالوں کی
تعداد کے برابر چاندی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے خیرات کی، عقیتہ بھی آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کیا۔

غزوہ بدر موعود:

سن 4 ہجری شعبان المعظم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے آگے مقام
”جبتہ“ تشریف لے گئے، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم
مقام حاکم بنایا اور 1500 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نکلے۔ ابوسفیان غزوہ

احد سے واپسی کے وقت یہ کہہ گیا تھا کہ آئندہ سال آپ سے مقام بدر اور الصفراء پر پھر مقابلہ ہوگا۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ بدر موعدا کہتے ہیں۔
فائدہ: موعدا کا معنی وعدہ کی جگہ / زمانہ ہے۔

قریشی لوگ مکہ سے باہر ”مر الظهران“ نامی جگہ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیا اور وہ وہیں سے واپس لوٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔
ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 4 ہجری شوال المکرم کے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (اصل نام ہند بنت ابی امیہ سہیل بن مغیرہ ہے) کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح لائے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے عذر کیا کہ میرے بچے زیادہ ہیں، میری عمر بھی کافی ہے، کوئی میرا وارث بھی نہیں اور میرا مزاج یہ ہے کہ میں چھوٹی چھوٹی باتیں بہت زیادہ محسوس کرتی ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک عمر کی بات ہے تو میری عمر آپ سے زیادہ ہے۔ دوسری بات بچوں کا اللہ نگہبان ہے ان کی تربیت و پرورش میں آپ کو کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی، میں بھی ان کا خیال رکھوں گا۔ باقی رہی مزاج والی بات تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ آپ کا مزاج بدل جائے۔ آپ کا کوئی ولی میرے ساتھ اس رشتے کو ناپسند بھی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ پیغام قبول کر لیا۔

چنانچہ شوال 4ھ کی آخری تاریخوں میں آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ

و سلم نے مہر میں چڑے کا بنا ہوا تکیہ دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں۔

مشق نمبر 4

مختصر جواب دیں:

1. بنو نضیر یہودیوں سے معاہدہ کی بنیادی شق کیا تھی؟
2. بڑ معونہ میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے نیز انہیں کیا کہا جاتا تھا؟
3. شراب کی حرمت کب نازل ہوئی؟
4. غزوہ بدر موعد میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہوئے؟

خالی جگہ پر کریں:

1. شراب کی حرمت کے بارے میں..... احکام نازل ہوتے رہے۔
2. شراب، جوا، بت اور قرع کے تیر یہ سب..... باتیں ہیں۔
3. آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو..... چبا کر گھٹی دی۔
4. حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے..... لائے۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: ”غسیل الملائکہ“ کا لقب ملا:

حضرت یمان رضی اللہ عنہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

2: بڑ معونہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا ان کو کہا جاتا تھا۔

قرآء حفاظ علماء

سن 5 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی مشرکین سے جنگ، غزوہ دومۃ الجندل، وفد مزینہ کی آمد
 وفد عبدالقیس کی آمد، غزوہ بنو مصطلق، اٹک، تیمم کا حکم، سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی
 غزوہ خندق، غزوہ بنو قریظہ، سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی، حجاب کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غزوه دُومَة الْجَنْدَل:

سن 5 ہجری 25 ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ”تبوک“ کے قریب ”دُومَة الجندل“ نامی علاقے میں تشریف لے گئے۔ یہ شام کے قریب ایک بہت بڑی بستی ہے اس کا نام دُومی بن اسماعیل علیہ السلام کے نام کی وجہ سے دُومہ پڑ گیا۔

غزوے کا سبب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ دُومَة الجندل نامی جگہ پر مشرکین نے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے جو وہاں سے گزرنے والے لوگوں پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور یہ کہ مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیاح بن عُرْفُطہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور 1000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے نکلے۔

دشمن بھاگ گئے:

جب مشرکوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کی اطلاع ملی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیا اور وہ لوگ وہاں سے منتشر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر ان کے مویشیوں اور چرواہوں کا گھیراؤ کیا نتیجہ میں کچھ ہاتھ آگئے اور کچھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد آئندہ سال ماہ شعبان المعظم میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک سریرہ بھیجا۔ (جس کا تذکرہ آ رہا ہے)

مدینہ منورہ واپسی:

20 ربیع الثانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

وفدِ مُزَیْنَة:

سن 5 ہجری ماہ رجب المرجب میں حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ ”مزیٰنہ“ کے 400 افراد کا وفد لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کو خوشی کے ساتھ قبول کیا۔ جاتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سامانِ سفر کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کو زاد راہ دے دو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے پاس کھجوریں کم ہیں ان سب کو پوری نہیں ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ ان کو دے دو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو اپنے گھر لے آئے سب نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں لیں پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

وفدِ عبد القیس:

سن 5 ہجری ماہ رجب المرجب میں قبیلہ ”عبد القیس“ کے 14 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ قبیلہ بحرین کے قریب آباد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا ایسی قوم کے لئے جو نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ ہوئے یعنی بغیر لڑے خوشی کے ساتھ مسلمان ہوئے۔

وفد نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مُضَرَ کے مشرکین ہیں اس لئے ہم اشہر حرم (رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم) کے علاوہ حاضر نہیں ہو سکتے۔ ہمیں کوئی ایسا مختصر عمل بتادیں جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے علاوہ کسی کو معبود

نہ مانو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ادا کرو اور چار مخصوص برتنوں میں نبیز (یعنی وہ پانی جس میں کھجور یا کشمش ملا دی جائے اور اس میں ان کا اثر اچھی طرح آجائے مگر اس میں نشہ پیدا نہ ہو) نہ بناؤ۔ 1: دُباء، 2: نقیر، 3: حنتم، 4: مُزْتَّت۔

فائدہ: دُباء... وہ پکا ہوا بڑا کدو جس کو اندر سے خالی کر کے نبیز بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ نقیر... وہ کھجور کے تنے کی لکڑی جس کو اندر سے خالی کر کے نبیز کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ حنتم... وہ سبز رنگ کا گھڑا جسے نبیز کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اور مزفت وہ برتن جس پر تار کول لگا کر نبیز بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

دوسری مرتبہ یہ وفد سن 8 ہجری فتح مکہ کے بعد حاضر خدمت ہوا اس وقت

یہ وفد چالیس افراد پر مشتمل تھا۔

نوٹ: اس وفد کی دو مرتبہ آمد کی دلیل یہ ہے کہ اس قبیلے کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر آباد ہے جس سے ہمیں خطرہ ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب قبیلہ مضر مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن جب قبیلہ مضر مسلمان ہو گیا تو اب قبیلہ عبد القیس کو اس سے خطرہ نہ رہا۔

غزوہ بنی مُصطلق / مریسیج:

سن 5 ہجری 2 شعبان المعظم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے

”قُدَید“ کے قریب بنو خزاعہ کی ایک شاخ ”بنو مصطلق“ کی طرف تشریف لے گئے۔

غزوے کا سبب:

واقعہ یہ پیش آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ قبیلہ

بنو مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار اپنے قبیلے اور کچھ دیگر قبائل کے لوگوں کے

بہراہ اہل اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیاریاں کر رہا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے بنو مصطلق کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر حارث بن ضرار سے ملاقات کی اور بات چیت کی اور واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے باخبر کیا کہ واقعی بنو مصطلق اور دیگر قبائل کے لوگ حارث بن ابی ضرار کی قیادت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور 2 شعبان المعظم کو بنی مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں امہات المؤمنین میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ / حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یا پھر نمیلہ بن عبد اللہ لیشی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ اس غزوے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ منافقین کی بھی ایک جماعت تھی جو اس سے پہلے کسی غزوے میں شریک نہیں ہوئی تھی۔

جاسوس کا قتل:

دوسری طرف حارث بن ابی ضرار نے بھی اسلامی لشکر کی نقل و حرکت، سپاہیوں کی تعداد اور اسلحہ کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ایک جاسوس بھیجا، یہ جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا گیا اور مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔

حارث بن ابی ضرار اور اس کے قبیلے کے لوگوں کو جب یہ اطلاع ملی کہ لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں بنو مصطلق کی طرف آرہا ہے مزید یہ کہ انہیں اپنے جاسوس کے قتل کا علم ہوا تو وہ سخت خوفزدہ ہوئے۔ بنو مصطلق کے علاوہ

جو دیگر قبائل ان کے ساتھ تھے وہ سب خوف کے مارے واپس ہو گئے۔ ادھر لشکر اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مقام قُدید کے قریب چشمہ مریسیع تک پہنچ گیا۔

جنگی صف بندی:

حارث بن ابی ضرار نے یہ صورت حال دیکھی تو جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف بندی فرمائی۔ اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیا اور خاص انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

اہل اسلام کی فتح:

یہ جنگ کچھ دیر تک جاری رہی، دونوں طرف سے تیروں کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یکبارگی حملہ کیا اور بنو مصطلق کے قدم اکھڑ گئے، مسلمان فتح یاب ہو گئے اور مشرکین نے شکست کھائی، مسلمانوں کو مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں ملیں۔

بنو مصطلق کے گیارہ آدمی مارے گئے (جن میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر مسافع بھی شامل تھے) اور چھ سو کے قریب گرفتار ہوئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہ (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) بھی تھیں۔

ہشام بن صباحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

مسلمانوں میں سے صرف ایک صحابی حضرت ہشام بن صباحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ یہ بھی ایک شبہ کی وجہ سے شہید ہوئے۔ ایک انصاری صحابی کو ان کی

پہچان نہ ہو سکی اور انہوں نے آپ کو دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔ حارث بن ابی ضرار اور دیگر چند لوگوں نے راہ فرار اختیار کی اور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

”اِفْک“ کا دلخراش واقعہ:

غزوہ بنو مصطلق میں امہات المؤمنین میں سے صدیقہ کائنات عقیقہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ دشمنان اسلام منافقین نے آپ کی عفت و پاکدامنی پر انگلیاں بھی اٹھائیں۔ جسے عرف عام میں ”واقعہ افک“ کہا جاتا ہے یہ بہت دلخراش سانحہ تھا کئی دنوں کے صبر و استقلال کے بعد بالآخر اللہ رب العزت نے آپ کی پاکدامنی پر قرآنی مہر ثبت کر دی، قرآن کریم کی سورۃ نور میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

نوٹ: ”اِفْک“ جھوٹ، تہمت اور بدعنوانی کے جھوٹے الزام“ کو کہتے ہیں۔ جبکہ بعض اہل لغت کے ہاں افک محض جھوٹ کو نہیں بلکہ ایسے بڑے جھوٹ کو کہتے ہیں جو اصل معاملے کی ساری صورت حال کو یکسر بدل دے۔ یہ لفظ ”فکر“ کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی الف کے نیچے زیر کے ساتھ۔

سیدہ کا ہار گم ہونا:

مدینہ منورہ سے پہلے ذی قریح ایک بستی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا، لشکر کی روانگی سے کچھ پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قضاے حاجت کے لیے لشکر سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ جب واپس تشریف لا رہی تھیں تو اتفاقاً آپ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ اپنے گلے پر پڑا، ایک دم ٹھٹک کر رہ گئیں کیونکہ اپنی ہمیشہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے جو ہار عاریتاً لائی تھیں وہ گلے میں موجود نہیں تھا بلکہ کہیں گر چکا تھا چنانچہ آپ واپس پلٹیں اور ہار تلاش کرنا شروع کیا۔

ہار کی تلاش:

دوسری طرف لشکر مدینہ منورہ کی طرف جانے کے لیے بالکل تیار تھا، آپ رضی اللہ عنہا نے یہ خیال کیا کہ ہار ابھی مل جائے گا اور میں واپس آ جاؤں گی لیکن ہار تلاش کرنے میں کافی دیر ہو گئی۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے جاتے وقت کسی کو اطلاع نہیں دی کہ میں قضائے حاجت کے لیے جا رہی ہوں، ساربانوں (جو کجاوے کو اٹھا کر اونٹ پر باندھتے ہیں) نے خیال کیا کہ آپ کجاوے میں سوار ہیں۔

نوٹ: یہ کجاوہ ڈولی نما ہوا کرتا تھا جس میں مستورات سفر کرتی تھیں۔ اس کجاوے کے پردے نیچے لٹکے ہوئے تھے، ساربانوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ رضی اللہ عنہا کجاوے کے اندر موجود ہیں۔ کجاوہ اونٹ پر کسا اور لشکر کے ساتھ چل دیے۔ اُس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بمشکل 14/15 سال تھی اور آپ رضی اللہ عنہا کا جسم بھی دبلا پتلا تھا۔ اسی لیے کجاوہ کسنے والے ساربانوں کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ سوار ہیں یا نہیں۔؟

ہار مل گیا، قافلہ چلا گیا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: میں کافی دیر ہار تلاش کرتی رہی، بالآخر ہار مجھے مل گیا لیکن ایک پریشانی بھی ساتھ لاحق ہو گئی کہ قافلہ مجھے سے دور جا چکا تھا۔ غالباً ساربانوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور اونٹ پر باندھ دیا یہ سمجھ کر کہ میں بھی اس میں سوار ہوں حالانکہ میں ہار تلاش کرنے گئی تھی۔ اب اس میدان میں سوائے سیدہ عائشہ کے اور کوئی بھی نہیں تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے قافلے کے پیچھے جانے کے بجائے یہ فیصلہ کیا کہ قافلہ والے جب مجھے اپنے اندر نہ پائیں گے تو لازماً تلاش کرنے

کے لیے ہمیں لوٹیں گے اس لیے آپ رضی اللہ عنہا چادر لپیٹ کر سو گئیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو نیند آگئی۔

قافلے کے تین حصے:

جب لشکر کسی معرکے کے لیے نکلتے تو قافلے کے تین حصے ہوتے۔ قافلے سے آگے کچھ فاصلے پر چند افراد ہوتے پھر قافلہ ہوتا اور آخر میں چند افراد یا کسی ایک کی ذمہ داری ہوتی کہ قافلے والوں کی کوئی چیز راستے میں گر گئی ہو تو وہ اسے اٹھالے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری:

چونکہ قافلہ جا چکا تھا، قافلہ کے آخری حصہ کے ذمہ دار حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے، وہ وہاں پہنچے اور دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی ہیں۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ پڑھا۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کانوں میں جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی آواز پڑی تو آپ فوراً جاگ گئیں اور جھٹ سے پردہ کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! صفوان نے مجھ سے کوئی بات تک نہیں کی اور اُن کی زبان سے سوائے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ کے میں نے کوئی کلمہ نہیں سنا۔

مدینہ کی جانب سفر:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: صفوان نے اپنا اونٹ میرے قریب کیا اور خود پیچھے ہٹ گئے، میں اُس پر سوار ہوئی اور صفوان اُس اونٹ کی تکمیل پکڑ کر آگے ہو لیے اور لشکر کی تلاش میں تیزی سے روانہ ہوئے۔

مہربانی میں کمی کا احساس:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم دو پہر کو لشکر کے ساتھ آکر ملے اور تہمت لگانے والوں کو جو کچھ کہنا تھا، انہوں نے کہا اور مجھ کو اس کی کوئی خبر نہ تھی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدینہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی۔ تقریباً ایک مہینہ بیماری میں گزارا، بہتان لگانے والے اپنے کام میں لگے رہے مگر مجھے ان باتوں کا کچھ علم نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس مہربانی میں کمی آجانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں میرے ساتھ رہی۔ میں بہت پریشان تھی آخر کیا بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تو تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس ہو جاتے ہیں، مجھ سے دریافت نہیں کرتے، آپ کے اس انداز سے میری تکلیف میں اضافہ ہوتا تھا۔

میکے جانے کی اجازت:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایسے حالات نے مجھے دل گرفتہ کر دیا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ مجھے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں، میں وہاں چلی جاؤں تاکہ وہ میری تیمارداری اچھی طرح سے کر سکیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اُمّ مسطح رضی اللہ عنہا کی بات:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنی والدہ کے پاس چلی آئی اور میں ان باتوں سے قطعاً بے خبر تھی اور قریباً ایک ماہ کی بیماری میں نہایت کمزور ہو چکی تھی۔ ہم عرب لوگ تھے، ہمارے گھروں میں اہل عجم کی طرح بیت الخلاء نہ تھا۔ فضائے حاجت کے لیے مدینہ کی کھلی فضاء میں چلے جاتے تھے (یعنی کھلے جنگل میں شہر کے باہر) اور خواتین حوائج ضروریہ کے لیے رات کو باہر جایا کرتی تھیں چنانچہ میں بھی ایک رات

قضائے حاجت کے لیے باہر گئی اور میرے ہمراہ اُم مسطح بنت ابی رہم بن مطلب تھیں، چلتے چلتے وہ اپنی چادر میں الجھ کر ٹھوکر لگی اور گر گئیں تو اُن کے منہ سے نکلا: مسطح ہلاک ہو (مسطح اُن کا بیٹا تھا، لقب مسطح تھا اور نام عوف تھا)۔

واقعہ کی آگاہی، رات بھر رونا:

یہ سن کر میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے ایک بدری مہاجر کو بددعا دے کر برا کیا۔ تو اُم مسطح نے کہا: اے دختر ابی بکر! کیا تم کو وہ بات معلوم نہیں؟ میں نے پوچھا کون سی؟ تو اُم مسطح نے مجھے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ میں نے حیرت سے پوچھا: کیا یہ بات ہو چکی ہے؟ اُم مسطح نے کہا: ہاں واللہ! یہ بات پھیل چکی ہے۔ میرے اوسان خطا ہو گئے اور میں بغیر رفع حاجت کے واپس چلی آئی، واللہ! میں رات بھر روتی رہی، میں نے محسوس کیا کہ روتے روتے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ یہ سنتے ہی مرض میں اور شدت آگئی۔

والدہ کی تسلی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنے والدین کے پاس آئی اور اپنی ماں سے کہا: اے میری ماں آپ کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہہ رہے ہیں؟۔ ماں نے کہا: اے میری بیٹی تو رنج نہ کر، دنیا کا قاعدہ یہی ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت ہو اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبہ ہو تو حسد کرنے والی عورتیں اُس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں اور لوگ بھی اُس پر تہمتیں تراشتے ہیں۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ کیا ابوجان کو بھی اس بات کا علم ہے؟ تو والدہ نے جواب دیا کہ ہاں۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اے میری ماں! اللہ تمہاری مغفرت کرے، لوگوں میں تو اس کا چرچا ہے اور آپ نے مجھ سے اس کا ذکر تک نہیں کیا، یہ کہتے ہوئے میری آنکھوں میں آنسو آگئے اور میری چیخیں نکل گئیں۔ میرے

والد جو بالاخانہ پر تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے کہ میری چیخ سن کر نیچے آگئے اور میری ماں سے میرے بارے دریافت کیا۔ ماں نے کہا کہ اسے ساری بات کا علم ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میرے والد بھی رونے لگے۔

ساری رات روتے گزری:

مجھ کو شدت کا لرزہ آیا، میری والدہ نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیے اور یونہی تمام رات روتے ہوئے گزر گئی۔ ایک لمحہ کے لیے آنسو نہیں تھمتے تھے کہ اسی طرح صبح ہو گئی۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے شدتِ غم سے صرف یہ جملہ نکلا: اللہ کی قسم! ایسی باتیں تو ہمارے بارے میں زمانہ جاہلیت میں بھی کسی نے نہیں کہی، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزت بخشی تو اس کے بعد کیسے ممکن ہے؟

نزولِ وحی میں تاخیر اور مشاورت:

جب اس معاملہ میں نزولِ وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ آپ کے اہل خانہ ہیں، ہم ان میں سوائے خیر و بھلائی کے کچھ نہیں جانتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مشورہ:

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل پریشانی اور رنج و غم کو دور کرنے کے لیے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے خواتین کے معاملے میں آپ پر تنگی نہیں رکھی۔ (آپ مزید پریشان نہ ہوں، اور اپنے آپ کو

اس فکر میں گھولتے نہ رہیں ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پریشانیاں دیکھی نہیں جاتی (میری رائے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی خواتین ہیں۔ لیکن آپ اس معاملے میں جلدی نہ فرمائیں بلکہ گھر کی باندی بریرہ سے اس بارے حقیقت حال معلوم کر لیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے یہ سمجھتے ہیں کہ العیاذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں ام المومنین کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی یا اچھی حیثیت نہیں تھی حالانکہ ہر گز ہر گز ایسا معاملہ نہیں تھا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ام المومنین کی پاکدامنی و عفت میں ذرہ برابر بھی تردد نہیں، باقی رہے ان کے یہ کلمات تو ان کو بغض عائشہ سے پاک دماغ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی کامل یقین تھا کہ بریرہ ضرور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں گواہی دے گی اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو اطمینان ہو جائے گا کیونکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا خانگی معاملات کو قریب سے مشاہدہ کر رہی ہے۔

سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کی گواہی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: بریرہ! اگر تو نے ذرہ برابر بھی کوئی شے ایسی دیکھی ہو جس میں تجھ کو شبہ اور تردد ہو تو بتلا۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: قسم ہے اُس ذات پاک کی، جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا، میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی کوئی بات معیوب اور قابل گرفت کبھی نہیں دیکھی، سوائے اس کے کہ وہ ایک کمن لڑکی ہیں، آٹا گندھا ہوا چھوڑ

کر سوجاتی ہیں اور بکری کا بچہ آکر اُسے کھا جاتا ہے۔

پاکدامنی کی نبوی شہادت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سنا فوراً مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر مختصر خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم میں سے اس شخص کے خلاف کون میرا ساتھ دینے کو تیار ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کو ایذا پہنچائی۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنے اہل خانہ سے سوائے نیکی اور پاکدامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور بالکل اسی طرح جس شخص کا اُن لوگوں نے نام لیا ہے اُن میں بھی سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں دیکھا۔

کلیجہ پھٹ نہ جائے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: میرا یہ سارا دن بھی روتے ہوئے گزرا، ایک لمحہ بھر کے لیے بھی آنسو نہیں تھے۔ رات بھی اسی طرح گزری، میری اس حالت میں میرے والدین کو گمان ہونے لگا تھا کہ اب اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو بالکل میرے قریب آکر میرے والدین بیٹھ گئے اور میں روئے جا رہی تھی اتنے میں انصار کی ایک عورت آگئی اور وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔

اللہ ضرور بری کرے گا:

اسی دوران اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے میرے قریب بیٹھ گئے۔ جب سے جھوٹا منفی پروپیگنڈا عام ہوا کبھی آپ میرے پاس آکر نہیں بیٹھے تھے اور وحی کے انتظار میں ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی۔ اس کے بعد یہ فرمایا: اے عائشہ! مجھے تیرے بارے میں ایسی ایسی بات پہنچی ہے، اگر تو اس سے بری ہے تو دیکھنا عنقریب اللہ

تعالیٰ تمہیں ضرور بری کرے گا اور اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ سے توبہ اور استغفار کر، اس لیے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وضاحت:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم فرمائی تو اسی وقت میرے آنسو تھم گئے۔ یہاں تک کہ آنسو کا کوئی ایک قطرہ بھی میری آنکھ میں نہ رہا اور میں نے اپنے والد سے کہا: ابو! آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں، انہوں نے کہا: میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں؟ پھر میں نے یہی الفاظ اپنی ماں سے کہے تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا: اللہ کو بخوبی علم ہے کہ میں اس سارے معاملے میں بری اور بے قصور ہوں لیکن (منفی پروپیگنڈے کی وجہ سے) لوگوں کے دلوں پر اس کے اثرات گہرے پڑ چکے ہیں۔

اگر میں یوں کہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں، تو تم سب یقین نہ کرو گے اور اگر بالفرض میں اقرار کر لوں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں، تو تم سب یقین کرو گے اور میں نے روتے ہوئے یہ کہا: اللہ کی قسم! میں اُس چیز سے کبھی توبہ نہیں کروں گی جو یہ لوگ مجھ سے غلط منسوب کرتے ہیں، بس میں وہی کہتی ہوں کہ جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہا تھا:

فَصَبَّرْ بِجَبِيلٍ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ

صبر بہتر ہے اور اللہ ہی مددگار ہے اُس بات کی حقیقت ظاہر فرمانے پر جو تم

بیان کرتے ہو۔

(اس موقع پر آپ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نہیں لیا اس کی وجہ خود بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کیا تو نام یاد نہ آیا تو اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کہا۔)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یقین کامل:

آپ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں: اُس وقت میرے دل کو کامل یقین ہو گیا کہ ضرور اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بری ثابت فرمائیں گے، لیکن یہ تو میرے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ میرے بارے میں اللہ تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی، میرا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری برائت اپنے رسول کو خواب دکھادیں گے۔

سورۃ النور کا نزول:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر تشریف فرما تھے کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے نیچے چڑے کا ایک تکیہ رکھ دیا گیا اور ایک چادر اوڑھادی گئی۔ سیدہ فرماتی ہیں: باوجود شدید سردی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین مبارک سے پسینے کے قطرات ٹپکنے لگے۔ جب وحی کا نزول شروع ہوا تو میں بالکل نہیں گھبرائی، کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر ظلم نہیں فرمائے گا، لیکن میرے والدین کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اُن کی جان ہی نہ نکل جائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کی خدائی شہادت:

وحی الہی کا نزول ختم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ صاف کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے میری طرف متوجہ ہوئے، فرمایا:
يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللَّهُ فَقَدْ بَرَّأكَ.

اے عائشہ! اللہ نے تمہاری پاکدامنی بیان فرمادی ہے۔

سورۃ نور کی 11 سے لے کر 20 تک دس آیات مبارکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ

عنها کے حق میں نازل ہوئیں۔

غلبہ حال:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میری والدہ نے مجھے کہا کہ عائشہ اٹھو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! سوائے اللہ تعالیٰ کے جس نے میری براءت نازل فرمائی، کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ یہ ایک خاص قسم کی حالت ہے جسے طریقت کی اصطلاح میں غلبہ حال کہا جاتا ہے جو شرعاً قابل مواخذہ نہیں۔

نازِ محبوبی:

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوہری حیثیت کی مالکہ ہیں۔ پہلی حیثیت یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی ہیں اور دوسری حیثیت کہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں بلکہ محبوب ترین بیوی ہیں۔ اب سمجھیے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے والدہ کے کہنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ کیوں نہیں ادا کیا یہ شوہر اور بیوی میں لاڈ و محبت کا وہ درجہ ہے جسے نافرمانی کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ ”نازِ محبوبی“ کہا جاتا ہے۔

خوشی کا سماں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النور کی ان آیات مبارکہ کی تلاوت

سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور لخت جگر کی پیشانی پر بوسہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے آیات تلاوت فرمائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی دنوں کی پریشانی ختم ہوئی، مسجد نبوی میں ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔

حد قذف کا نفاذ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول اس فتنے کی اصل بنیاد عبد اللہ ابن ابی بن سلول منافق تھا اور اُس کے ساتھ منافقین کا گروہ سرگرم تھا۔ مسلمانوں میں سے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حمزہ بنت جحش رضی اللہ عنہا پر ویپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان کے مکرو فریب کے جال میں پھنس گئے۔ ان تینوں افراد پر حد قذف (جھوٹی تہمت لگانے کی شرعی سزا) جاری کرتے ہوئے 80، 80 کوڑے مارے گئے اور وہ اپنی غلطی سے تائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم

چند فوائد:

- ❖ دشمنان اسلام شروع دن سے خاندان نبوت بالخصوص ازواج مطہرات کے کردار پر کیچڑا چھالتے آرہے ہیں۔
- ❖ پروپیگنڈہ خواہ مثبت ہو یا منفی اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین کے منفی پروپیگنڈے کے برے اثرات مرتب ہوئے۔
- ❖ منفی پروپیگنڈے کے وقت جذباتی فیصلے کے بجائے صبر اور مشاورت سے کام لینا اسوہ پیغمبری ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ میں یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبات میں کوئی ایسا فیصلہ نہیں فرمایا جس سے خاندان جدا ہو جائیں۔
- ❖ یہ ضروری نہیں کہ جس کی طرف غلط باتوں یا غلط کاموں کی نسبت کی جائے وہ

- حقیقت میں درست ہوں۔ جیسا کہ اس واقعے سے پتہ چلتا ہے کہ منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما پر تہمت لگائی۔
- ❖ غیب کا کلی اور محیط علم صرف اللہ کے پاس ہے اللہ کے ماسوا کسی کے پاس نہیں اگر کسی کے پاس ہوتا تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چیمیتی اور محبوبہ زوجہ پر ناحق تہمت لگتی ہے اس کے باوجود آپ وحی کا انتظار فرماتے ہیں معلوم ہوا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا کلی اور محیط علم نہیں تھا ورنہ تو پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔
- ❖ پریشانی کے وقت ہائے ہائے اور دلبرداشتہ ہو کر مایوس ہونا مومن کی شان نہیں بلکہ نماز اور صبر کر کے اللہ کی مدد مانگنی چاہیے جیسا کہ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب پریشانی آئی تو آپ فوراً اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئیں اور صبر کر کے اللہ سے مدد مانگی۔
- ❖ دعا کامل یقین کے ساتھ مانگی جائے تو اللہ قبول فرماتے ہیں جیسا کہ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کامل یقین کے ساتھ دعا مانگی۔
- ❖ ضروری نہیں کہ جو نبی دعا مانگیں اسی وقت وہ چیز مل جائے۔ اس میں تاخیر ہو سکتی ہے اس کی حکمتیں اللہ ہی کے علم میں ہیں۔ جیسا کہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت دعا مانگی اسی وقت آپ کی براءت نازل نہیں ہوئی بلکہ آزمائش کا کچھ وقت گزرا ہے۔
- ❖ اگر گھر والوں اور اہل ایمان میں سے کسی پر آزمائش آئے تو اس کے حق میں فکر مندی اور اس کے حق میں دعا کرنی چاہیے جیسا کہ اس واقعے میں تمام صحابہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کے عمل سے اس کی عکاسی ہوتی ہے۔

❖ اہل ایمان میں سے شیطان اپنا سب سے بڑا دشمن اسے سمجھتا ہے جو دین کی تفتہ رکھتا ہو یہی وجہ ہے کہ امہات المؤمنین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ فقاہت کی مالک تھیں اس لیے شیطان اور اس کے حواری آپ کے دشمن بن گئے۔ اسلام کی پوری چودہ صدیاں اس بات پر گواہ ہیں کہ اسلام کی فقاہت رکھنے والوں پر اس طرح کے الزامات لگتے رہتے ہیں۔

❖ جب اللہ تعالیٰ پریشانی کو دور فرمادیں تب بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جیسا کہ اس واقعے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے عمل سے اس کا ثبوت دیا ہے

❖ اگر منفی پروپیگنڈہ زیادہ بھی ہونے لگے تب بھی کسی کی باتوں میں آکر ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جیسا کہ اس واقعے میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باتیں کہہ بیٹھے۔

❖ اسلام کا قانون سب کے لیے برابر ہے اگر کوئی اپنا بھی اس قانون کی زد میں آتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ اس واقعے میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حد قذف لگائی گئی۔

❖ حد قذف کے صحابہ پر جاری ہونے کے باوجود ان کے قابل احترام، معیار حق اور جنتی ہونے کے منافی نہیں۔ اللہ نے تکوینی طور پر کچھ ایسے کام ان سے کرا دیے جن سے مقصد امت کو تعلیم دینا تھا۔

❖ جس پر ناحق تہمت لگائی جائے اللہ اس کو عزتیں عطا فرماتے ہیں۔

تیمم کا حکم:

سن 5 ہجری شعبان المعظم میں غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم ٹھہر گئے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرے۔ یہ ایسی جگہ تھی کہ جہاں پانی نہیں تھا اور لوگوں کے پاس بھی پانی موجود نہیں تھا۔

چند لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ کی بیٹی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی جگہ رکنا پڑا جہاں پانی ہی نہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد میرے پاس آئے اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے میرے والد نے مجھ پر غصہ کیا اور مجھے تادیباً مارا بھی لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑنے کی وجہ سے حرکت نہ کی غرضیکہ بغیر پانی کے صبح ہوئی، اسی دوران تیمم کی آیت نازل ہوئی لوگوں نے تیمم کر کے فجر کی نماز پڑھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ.

اے آل ابو بکر یہ (تیمم کی رخصت کاملنا) تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ بلکہ اس سے پہلے اور بھی آسانیاں ہو چکی ہیں۔

ہارنہ ملنے کی وجہ سے جب جانے لگے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو اٹھایا تو ہار اونٹ کے نیچے تھا۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 5 ہجری غزوہ بنو مصطلق کے قیدیوں میں حارث بن ابی ضرار کی بیٹی برہہ بھی موجود تھیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ بنت حارث؛

سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچا زاد کے حصے میں آئی چنانچہ جویریہ نے اپنے بارے میں مکاتبت کر لی۔

فائدہ: مکاتب اس غلام اور مکاتبہ اس لونڈی کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے یہ طے کر لے کہ وہ ایک مقررہ رقم مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے گا / ہو جائے گی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جویریہ حسن صورت کی مالک خاتون تھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی مکاتبت (ادا بیگی رقم سے مشروط آزادی) کے سلسلے میں آئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے دیکھا کہ جویریہ دروازے پر کھڑی ہوئی کہہ رہی تھیں: اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں، میرا معاملہ آپ سے مخفی نہیں ہے (کہ جنگی قیدی ہوں اور لونڈی بنائی گئی ہوں) میں ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی ہوں، میں نے ان سے اپنے بارے میں مکاتبت کر لی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ میرے ساتھ تعاون فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم اس سے بہتر معاملہ پسند نہیں کرتی ہو؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہاری طرف سے تمہاری رقم ادا کر دیتا ہوں اور آپ سے شادی کر لیتا ہوں۔“

انہوں نے کہا: میں راضی ہوں۔ اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رقم ادا کی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرما کر ”ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا“ بنا دیا۔ حق مہر کے طور پر ان کے قبیلے کے 40 غلام آزاد فرمائے۔

غزوہ خندق / احزاب:

سن 5 ہجری شوال المکرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب (دوسرا نام خندق ہے) پیش آیا۔

غزوے کا سبب:

جب بنی نضیر کے یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا گیا تو انہوں نے ”خیبر“ جانے کے بعد مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اس مقصد کے لیے ان کے سردار حِجَّتِی بن اخطب نے مختلف قبائل کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ حی بن اخطب خود مکہ گیا اور وہاں مشرکین مکہ کو جنگ کے لئے تیار کیا۔

ادھر کنانہ بن ربیع نے بنو غطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ کیا اور ان کو خیبر کی کھجوروں کا لالچ دیا کہ جتنی کھجوریں ہوں گی اس کا آدھا حصہ ہر سال تمہیں دیا جائے گا۔ یوں 10000 کا لشکر ابوسفیان کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ اتنا بڑا لشکر لانے کا مقصد مسلمانوں کو بالکل صفحہ ہستی سے مٹانا تھا کہ اسلام کا نام لیوا دنیا میں کوئی نہ رہے۔

جنگی حکمت عملی:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب سابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا، مختلف آراء سامنے آئیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے علاقے (ایران) کی دفاعی جنگ کا طریقہ بتایا کہ جب ہم دفاعی جنگ لڑتے ہیں تو شہر کے ارد گرد خندق کھود دیتے ہیں اس طرح دشمن کے لیے حملہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور ہم محفوظ رہتے ہیں، اسی مشورہ پر عمل کیا گیا۔ مسلمانوں کے پاس 300 گھوڑے اور 1500 اونٹ تھے۔

محل وقوع:

پہلے خندق کی سمت کا تعین کیا گیا اور وہ شام کی طرف تھی جہاں سے حملے کا خطرہ تھا باقی اطراف محفوظ تھیں کیونکہ ایک طرف پہاڑ تھے دوسری طرف مدینہ کی آبادی اور ایک طرف کھجوروں کے گنجان باغات تھے۔

خندق کی لمبائی چوڑائی:

اب شام کی طرف مدینہ کے گرد تین میل لمبی اور پانچ گز سے زیادہ گہری خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا اور چوڑائی اتنی رکھی گئی کہ جس کو گھوڑا پار نہ کر سکے۔ فیصلہ ہوا کہ 10، 10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہ 10، 10 گز زمین کھودیں گے، کام شروع ہوا اور تقریباً 6 دن میں خندق مکمل ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خندق کی کھدائی میں شریک تھے اور سب سے پہلی ضرب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر لگائی۔ قحط کا زمانہ تھا، بھوک کی شدت تھی، کھانے کو کچھ نہ تھا اور سخت سردی لیکن ان سب کٹھن مراحل کے باوجود خندق کھودی جاتی رہی۔

ایمانی جذبات کی ایک جھلک:

کھدائی کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے:

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِهِ بَدَيْتَنَا

اللہ کے نام سے اور اسی کے نام سے ہم نے شروع کیا

وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهُ شَقِينَا

اگر ہم کسی اور کی بندگی کرتے تو بد نصیب ٹھہرتے

حَبَدْنَا رَبًّا وَحَبَدْنَا دِينًا

ہمارا رب ہی خوبیوں والا اور ہمارا دین ہی خوبیوں والا ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیک زبان ہو کر کہتے:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا

ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا

جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا یوں جواب دیتے:

اللَّهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةِ

اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے

فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

اللہ آپ انصار و مہاجرین کو بخش دیں

سکون اور ثابت قدمی کی دعا:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ احزاب

والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی والی مٹی کو وہاں سے دور پھینک رہے

ہیں اور کھجوروں کے پتوں سے بنی ہوئی ٹوکری سے مٹی چھن چھن کر پیٹ مبارک پر پڑ

رہی ہے۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ

عنہ کے یہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے۔

لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں کبھی ہدایت نہ ملتی

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اور ہم صدقہ ادا کر سکتے نہ ہی نماز پڑھ سکتے

فَأَنْزِلَ الشَّكِيَّةَ عَلَيْنَا

اے اللہ ہم پر سکون نازل فرما

وَتَبَّتْ الْأَقْدَامَ إِنَّ لَاقِيَنَا

اگر ہماری لڑائی ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما

إِنَّ الْأُلَىٰ قَدْ بَعَّوْا عَلَيْنَا

ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے

إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبِينَا

یہ ہمیں فتنے میں ڈالنا چاہیں تو ہم قبول نہ کریں گے

جب آخری لفظ اَبِينَا پر پہنچتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مل کر باواز بلند

اس لفظ کو دو مرتبہ دہراتے اور اَبِينَا اَبِينَا کہتے۔

شام، ایران اور یمن کی فتح کی پیش گوئی:

ایک مرتبہ کھدائی کے دوران ایک بڑی اور سخت چٹان سامنے آگئی۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم نے کافی زور لگایا لیکن چٹان نہ ٹوٹی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا معاملہ بتایا۔ اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کدال لے کر خود خندق میں اترے صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم

نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے پیٹ مبارک پر (دوا اور بعض

روایات کے مطابق تین) پتھر باندھ رکھے تھے۔ (تاکہ پتھروں کی ٹھنڈک کی وجہ سے

بھوک کا احساس کم سے کم ہو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تین دن سے کوئی چیز نہ

کھائی تھی اور (بھوک کی حدت کو کم کرنے کے لیے) پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر چٹان پر ضرب لگائی اس کا ایک

حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! شام کی چابیاں مجھے دے دی گئیں، اللہ کی قسم! شام کے سرخ محلات میں اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ضرب لگائی جس سے اس چٹان کا دوسرا حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فارس (ایران) کی چابیاں مجھے دے دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! مدائن کے سفید محلات کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور ضرب لگائی جس سے بقیہ حصہ بھی بکھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یمن کی چابیاں مجھے دے دیں گئیں۔ اللہ کی قسم! صنعاء (یمن کا دار الحکومت) کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

مشرکین کا لشکر مدینہ پہنچا:

ابھی خندق کی کھدائی مکمل ہوئی تھی کہ مشرکین کا لشکر مدینہ منورہ پہنچ گیا قریش مکہ نے اُحد پر پڑاؤ ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جبل سلع کے قریب قیام فرمایا۔

یہود بنو نضیر کی بد عہدی:

قریش نے بنو قریظہ کو بھی بار بار اصرار کر کے اپنے ساتھ ملایا حالانکہ بنو قریظہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے دشمنوں کا ساتھ نہیں دیں گے لیکن اس کے باوجود یہود بنو نضیر کے سردار حی بن اخطب کے بار بار کہنے پر بنو قریظہ کی نیت بدل گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ

بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے جا کر حالات دیکھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی بدعہدی سے آگاہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بدعہدی اور غداری سے بہت غمگین ہوئے۔ باہر کفار نے مسلمانوں کا محاصرہ کیا، اندر سے بنو قریظہ نے غداری کی۔

مقابلہ آرائی:

مسلمان کئی دن اور کئی راتوں سے سخت بھوک اور پیاس میں مبتلا تھے، سخت سردی کا موسم، ٹھنڈی ہواؤں کا سامنا، اتنی ساری تکالیف اور پریشانیاں اکٹھی ہو گئیں، دو ہفتے تک تیر اندازی ہوتی رہی، خندق سے پار کوئی نہ آیا نہ گیا۔ اس کے بعد عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل، ہبیرہ بن ابی وہب، ضرار بن خطاب، نوفل بن عبد اللہ نے آمنے سامنے جنگ لڑنے کے لیے اہل اسلام کو لاکارا۔ ایک طرف سے خندق کی چوڑائی قدرے کم تھی، جہاں سے دشمن کے کچھ لوگ خندق پار کر کے مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ دشمن کی فوج میں عمرو بن عبدود نامی ایک پہلوان بھی تھا جس کے بارے مشہور تھا کہ وہ تنہا ایک ہزار شہسواروں سے لڑ سکتا ہے، اس نے اہل اسلام کو لڑنے کی دعوت دیتے ہوئے کہا: تم میں سے کوئی ہے جو مجھ سے لڑنے کی ہمت رکھتا ہو؟

اس کے مقابلے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے عمرو! کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر کسی قریشی نے مجھے دو چیزوں کی دعوت دی تو میں ایک کو ضرور قبول کروں گا؟ اس نے کہا کہ ایسا ہی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے حقارت آمیز لہجے سے جواب دیتے ہوئے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: پھر میں تمہیں مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے متکبرانہ لہجے میں کہا: بچے! میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے دشمن دین کی رعونت کو خاک تلے روندتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ عمرو غصے سے لال پیلا ہوا، گھوڑے سے نیچے اترا، اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور تلوار سونت لی، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مقابلے میں سینہ تان کر کھڑے ہوئے اور تلوار کو سونت لیا۔

تھوڑی دیر بعد تلواروں کی جھنکار سے رزم گاہ گونج اٹھی، دشمنان اسلام کے دلوں میں اسلام کی ہیبت اترنا شروع ہوئی اور اہل اسلام کے قلوب میں نصرت خداوندی کی امید؛ یقین کاروپ دھارنے لگی کچھ ہی لمحوں میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عمرو جیسے دیوبیکل انسان کو خاک و خون میں ڈھیر کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔

نوفل بن عبد اللہ نے حملہ کے ارادے سے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اس کا گھوڑا اور وہ خود بھی خندق میں ہی گر گئے اور وہ گردن ٹوٹنے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا:

تیر اندازی اتنی شدید کہ ہر طرف سے تیروں کی بارش تھی، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہ رگ پر تیر لگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دربار میں دعا کی: اے اللہ! اگر اس کے بعد کفار مکہ اور اسلام کی کوئی لڑائی جنگ باقی ہو تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ کیونکہ مجھے اس سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں کہ میں ان لوگوں سے لڑوں جنہوں نے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دی ہے اور اگر قریش مکہ اور مسلمانوں کی کوئی جنگ باقی نہیں تو اسی زخم کو میری شہادت کا ذریعہ بنا۔

یہودی جاسوس کا خاتمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں بھیج دیا اور اسی قلعہ کے قریب یہود آباد تھے، اس قلعہ پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے۔ ایک یہودی اس قلعہ کے قریب مشکوک پایا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے پہلے خیمہ کی ایک لکڑی لی اور اس کے سر پر دے ماری جس سے اس کا کام تمام ہوا۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بہادر تھے بزدل نہیں:

علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی طرف بزدلی کی نسبت کرنا درست نہیں اس لیے کہ اگر واقعاً حضرت حسان رضی اللہ عنہ بزدل ہوتے اور میدان جنگ میں بزدلی کا مظاہرہ کرتے تو ان کے مخالف شعراء اپنے اشعار میں ان کی بزدلی کا تذکرہ ضرور کرتے جبکہ ان کے خلاف لکھے گئے اشعار میں کہیں بھی ان پر بزدلی کا طعنہ موجود نہیں۔

ایک جنگی تدبیر:

قبیلہ بنو غطفان کے ایک بڑے رئیس نعیم بن مسعود الاشجعی جنگ کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ میرے لوگوں کو میرے ایمان کی خبر نہیں ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی تدبیر کے ذریعے ان دشمنوں کے درمیان پھوٹ ڈال دوں تاکہ یہ محاصرہ ختم ہو جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ اور ارشاد فرمایا کہ إِنَّ الْحَرْبَ خَلْعَةٌ لِّرَأْيِ حَيْلِهِ اور تدبیر ہی کا نام ہے۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ غطفان کے سردار تھے اس

لیے یہود اور قریش مکہ دونوں کو آپ پر اعتماد تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہلے بنو قریظہ کے یہودیوں کے پاس گئے، ان سے کہا: تم جنگ میں شریک تو ہو گئے ہو لیکن کیا تم نے یہ سوچا ہے کہ اگر جنگ میں شکست ہوئی تو غطفان اور قریش تو اپنے اپنے گھروں کے چلے جائیں گے تمہارا کیا ہو گا؟ تمہارا واسطہ تو مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہی رہے گا۔

بنو قریظہ نے کہا کہ بات تو آپ کی بالکل درست ہے لیکن اب ہم کیا کریں؟ حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے اطمینان حاصل کر لو قریش اور غطفان کے چند آدمی اپنے پاس رہن رکھ لو۔ اگر وہ رہن میں اپنے آدمی رکھوادیں تو جنگ میں شرکت کرو ورنہ نہیں۔ بنو قریظہ کو ان کی یہ تجویز پسند آئی اور یہ فیصلہ کر لیا کہ قریش اور غطفان کے چند لوگوں کو بطور رہن اپنے پاس رکھیں گے۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد قریش کے پاس آئے، ان سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہود بنو قریظہ اس جنگ کی وجہ سے کافی پریشان ہیں اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگر ہم قریش اور غطفان کے چند سردار گرفتار کر کے آپ کے حوالے کر دیں تو کیا آپ ہم سے لڑائی نہیں کریں گے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رضامندی ظاہر کر دی ہے دیکھ لینا یہودی تم سے رہن میں تمہارے کچھ لوگوں کا مطالبہ کریں گے اور ان کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو یہود بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ محاصرہ کافی طویل ہو گیا ہے اب تم لوگ باہر نکلو تاکہ ہم سب مل کر حملہ کریں، انہوں نے عکرمہ سے کہا کہ پہلے اپنے چند لوگوں کو بطور رہن ہمارے پاس رکھو ہم پھر جنگ میں شریک ہوں گے تاکہ ہمیں تمہاری طرف سے اطمینان ہو جائے کہ تم ہمیں تنہا چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔

تدبیر کام کر گئی:

بنو قریظہ کی اس بات سے قریش اور غطفان کو حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم رہن میں اپنے لوگ نہیں رکھوا سکتے اگر جنگ لڑنی ہے تو آ جاؤ ورنہ ہمیں بھی تمہاری ضرورت نہیں۔ یہود کو بھی حضرت نعیم بن مسعود کی بات کا یقین ہو گیا کہ قریش ہمیں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس تدبیر سے غلط فہمیاں پیدا کر دیں جس سے ان میں پھوٹ پڑ گئی اور بنو قریظہ نے قریش کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

تیز آندھی:

جب عمرو بن عبدود اور نوفل بن عبد اللہ قتل ہوئے تو باقی مبارزین (لکارنے والے) واپس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعا کرنے کا حکم فرمایا، سب نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ رات کو تیز آندھی چلی، ان کے خیمے اکھڑ گئے، برتن الٹ گئے، چولہوں پر موجود بڑی بڑی دیگیں الٹ گئیں، ان میں ریت چلی گئی اور مشرکین و کفار کی آنکھوں میں ریت پڑ گئی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حاضر دماغی:

رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو لشکر کی صورت حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا اور تاکید کی کہ آپ پر یہ ہدایت دی کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرنا۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ ان پر کوئی تیر مت چلانا، تلوار کا وارنہ کرنا، ان پر پتھر بھی نہ پھینکنا یہاں تک کہ آپ میرے پاس صحیح سالم لوٹ کر آؤ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو جاتے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے دعادی کہ جب تک آپ میرے پاس لوٹ کر نہیں آتے آپ کو گرمی یا سردی نہیں لگے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش کے لشکر کی طرف گئے، ان کے لوگوں میں داخل ہوئے۔ ابوسفیان نے اس وقت لوگوں کو جمع کیا ہوا تھا اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے قریش! تم میں سے ہر شخص جاسوسوں سے ہوشیار رہے اور اپنے ارد گرد والے کو اچھی طرح پہچان لے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان کی یہ بات سن کر میں نے فوراً اپنے دائیں جانب والے کا ہاتھ پکڑا اور اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان اس کے بعد بائیں جانب والے کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ عمرو بن عاص ہوں۔

آخر میں ابوسفیان نے قریش سے کہا کہ اب یہاں سے چلو! ہمارے جانور ہلاک ہو گئے ہیں، بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس تیز ہوانے ہمیں پریشان کر رکھا ہے ہمارے لیے اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا سب مشکل ہے اس لیے ہمیں یہاں سے لوٹ جانا چاہیے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر فوراً وہاں سے چل پڑا۔

کفر کی کمر لٹوٹ گئی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن کے بعد ہم ہی کفار و مشرکین پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ اب کفر کی کمر لٹوٹ گئی ہے۔ اس جنگ میں پندرہ دن تک محاصرہ رہا، 3 کا فرما رہے گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے 6 شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔

غزوہ احزاب میں چند معجزات کا ظہور:

1: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کی دعوت دی، جس میں بکری کا ایک بچہ ذبح کیا، آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرایا اور اپنے ساتھ 1000 افراد کو لے کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں جا پہنچے۔ کھانے پر برکت کی دعا فرمائی اپنا لعاب مبارک اس میں شامل فرمایا۔ وہی کھانا جو چند افراد کے لیے تیار کیا گیا تھا اسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے کھایا اور اپنے اڑوس پڑوس والوں کو بھی کھلایا لیکن پھر بھی کھانا بچ گیا۔

2: حضرت ام عامر اسلمیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حلوے کا ایک پیالہ لے کر آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلایا جن کی تعداد 3000 تھی سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ گیا۔

3: حضرت عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی اور شوہر کے لیے کچھ کھجوریں کھانے کے لیے لائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو فرمایا کہ کھجوریں میرے پاس لائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو ایک کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دیا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوب سیر ہو کر کھائیں پھر بھی وہ بچ گئیں۔

غزوہ بنی قریظہ:

سن 5 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس مدینہ لوٹے اور ابھی ہتھیار اتارے ہی تھے کہ حضرت جبرائیل امین موضع جنازہ (مسجد نبوی کے متصل وہ جگہ جہاں نماز جنازہ ادا کی جاتی تھی) کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار رکھ دیے ہیں حالانکہ ابھی تک میں نے اور ملائکہ نے ہتھیار نہیں اتارے۔ اللہ کا حکم ہے بنو قریظہ کی طرف چلنا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی میں پہلے جا کر ان کے دلوں میں

رعب ڈالتا ہوں تاکہ ان کے قدم اکھڑ جائیں۔

غزوے کا سبب:

اس غزوے کا سبب یہود بنو قریظہ کی غداری تھی وہ غطفان اور قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان کو شکست دی تو بنو قریظہ کے لوگوں نے اپنے آپ کو قلعوں کے اندر محصور کر لیا۔

بنو قریظہ کی طرف چلنے کا حکم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن کی تعداد 3000 تھی) سے فرمایا:

”لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَيْتِي قَرْيَظَةَ“

تم میں سے ہر شخص نمازِ عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھے!

مگر ہوا کچھ یوں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنی قریظہ پہنچنے سے قبل ہی نمازِ عصر اس وجہ سے پڑھ لی کہ وقت بالکل ختم ہونے والا تھا اور ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں نماز کا وقت ہی ختم نہ ہو جائے اور قضاء نہ ہو جائے، انہوں نے ”لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَيْتِي قَرْيَظَةَ“ میں یہ اجتہاد کیا کہ جلدی پہنچنا ہے یعنی نمازِ عصر تک وہاں ضرور پہنچنا ہے۔

اس حکم کا تعلق ادائے صلوٰۃ سے نہیں بلکہ جلد پہنچنے سے ہے، اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا بھی ضروری ہے اس لیے نماز کو ادا کر لیا جبکہ دوسرے فریق نے الفاظِ حدیث سے یہی سمجھا کہ اس کے ظاہر پر عمل ضروری ہے، انہوں نے بنی قریظہ پہنچ کر ہی نمازِ عصر ادا فرمائی۔ اس کی اطلاع جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے کسی کو غلط قرار نہیں دیا۔

یہ دلیل ہے کہ مجتہدین کا اجتہاد ہر حال میں باعث اجر ہے۔ اگر درست ہو تو دہر اجر اور اگر خطا پر بھی ہو تب بھی اکہر اجر ضرور ملتا ہے۔

اجتہاد سے متعلقہ اصولی بات:

1. معاملہ نیک نیتی پر مبنی ہو۔
2. اختلاف کا سبب امر اجتہادی ہو۔
3. اور اختلاف کرنے والے ماہرین شریعت ہوں۔

تو ان سے صادر شدہ اختلاف کو رحمت ہی کہا جائے گا، ہاں! اگر شرائط مذکورہ کا فقدان ہو تو پھر یہی اختلاف؛ افتراق کا زینہ بن جاتا ہے۔

ملائکہ کا لشکر بنو قریظہ پہنچا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ہمراہ بنو قریظہ پہنچے تو بنو غنم کا سارا محلہ گردوغبار سے بھر گیا (مجھے یہ واقعہ اب تک ایسا یاد ہے کہ) گویا کہ میں آج بھی اس گرد کو دیکھ رہا ہوں۔

اسلام کا جھنڈا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اسلام کا جھنڈا دے کر بنو قریظہ کی طرف بھیجا۔ اس کے بعد بذات خود تشریف لائے اور بنو قریظہ کا پچیس دن تک محاصرہ کیے رکھا۔

سردار بنو قریظہ کعب بن اسد کی تین شرطیں:

بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں تمہارے سامنے تین باتیں رکھتا ہوں ان میں سے کسی ایک بات کو اختیار کر لو تا کہ تم مصیبت سے بچ جاؤ۔

1: ہم سب اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئیں اور اس کے تابع اور فرماں بردار بن جائیں کیونکہ اللہ کی قسم یہ بات تم پر واضح اور روشن ہو چکی ہے کہ بے شک وہ اللہ جل جلالہ کے نبی اور رسول ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کا تذکرہ تورات میں تم لکھا ہوا پاتے ہو۔ اگر تم اس پر ایمان لے آؤ گے تمہاری جان، مال، بچے اور عورتیں سب محفوظ ہو جائیں گے۔ بنو قریظہ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔

2: ہم اپنے بچوں اور عورتوں کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے قتل کر دیں اور پھر بے فکر ہو کر لڑیں اگر ہم جنگ ہار بھی گئے تو بیوی بچوں کا غم اور فکر نہ ہو گا اور اگر جنگ ہمارے حق میں فتح کی خوشخبری بنے تو بیویاں اور بچے پھر سے آجائیں گے، عورتیں بہت ہیں۔ بنو قریظہ نے کعب کی اس بات کو ماننے سے بھی انکار کر دیا اور کہا کہ بھلا کوئی شخص اپنی بیوی اور اپنے ہی بچے اپنے ہاتھوں سے قتل کر سکتا ہے یہ کام ہم سے نہ ہو گا۔

3: آج ہفتہ کی رات ہے اور محمد اور اس کے صحابہ رضی اللہ عنہم غفلت کی نیند سوچکے ہوں گے۔ ان کی بے خبری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر اچانک حملہ کرتے ہیں اور ان کو یقین ہے کہ آج کے دن ہم ان پر حملہ نہ کریں گے کیونکہ ہمارے دین میں ہفتہ کا دن عظمت اور حرمت والا ہے۔ لیکن بنو نضیر نے یہ بات بھی نہ مانی اور کہا کہ ہمارے باپ دادا کو بھی اس دن کی بے حرمتی کی وجہ سے عذاب ہوا تھا اور وہ بندر اور خنزیر بن گئے تھے۔ ہم اس کی جرات نہیں کر سکتے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں ان کے بنو قریظہ کے ساتھ حلیفانہ تعلقات تھے۔ محاصرے کے دوران بنو قریظہ کے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ آپ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو

اجازت دیں کہ وہ ہمارے پاس آئیں، ہم نے ان سے مشورہ کرنا ہے۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اُن کے پاس تشریف لے گئے تو ان کی عورتیں اور ان کے بچے رونے لگ گئے، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان پر ترس آ گیا۔

بنو قریظہ نے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے ہم اسلام قبول کر لیں یا نہ کریں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ اسلام قبول کر لو تو بہتر ہے ورنہ حلق کی طرف اشارہ کیا کہ قتل کر دیے جاؤ گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قتل کریں گے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی قسم:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنی اس بات پر فوراً تنبیہ ہو گئی اور خود ہی دل میں سوچا کہ یہ تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کی بات بیان کر دی جو مجھے نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اپنے آپ کو ملامت کی اور مسجد نبوی میں آ کر اپنے آپ کو ستون (جو استوانہ ابی لبابہ / استوانہ التوبہ کے نام سے معروف ہے) سے باندھ دیا اور قسم اٹھالی کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری براءت نازل نہیں فرمائیں گے اس وقت تک یہاں سے اپنے آپ کو نہ ہٹاؤں گا مزید یہ کہ میں کبھی بنو قریظہ نہیں جاؤں گا۔

فائدہ: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صوفیاء کی اصطلاح میں ”حال“ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ملین، محبین و مخلصین کو عطا فرماتے ہیں یہ محبت کی وہ خاص کیفیت ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مستحسن ہے، بعض مشائخ کے احوال میں جو یہ ملتا ہے کہ وہ عبادات میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے اس کی اصل یہی ہے۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے جلدی کی ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابولبابہ ایسا کرنے کے بجائے میرے

پاس آکر معافی مانگ لیتے تو میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا اور اللہ تعالیٰ ان کے حق میں میری دعا اور توبہ قبول کر لیتے لیکن انہوں نے جلدی کی اب میں ان کو اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں براءت نازل نہ فرمادیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

محاصرہ طول پکڑ گیا تو بنو قریظہ نے مجبور ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہمیں قبول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا آپ لوگ اس بات پر راضی ہو کہ تمہارا فیصلہ تمہی میں سے ایک شخص کر دے، انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ فرمائیں ہمیں قبول ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلوایا جو کہ مسجد نبوی میں ایک خیمے کے اندر آرام فرما رہے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ خندق میں زخم آئے تھے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے خاص خیمہ مسجد نبوی میں لگوایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَوْمُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ

اپنے سردار کے اعزاز و استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنایا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام اور باندیاں بنا لیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں کو دے دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا:

اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ آپ کے علم میں ہے کہ مجھے اس بات سے زیادہ کوئی اور بات محبوب نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد و قتال کروں جس قوم نے آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور حرم سے ان کو نکالا ہے۔ اے اللہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ختم فرمادی ہے لیکن اگر قریش سے لڑنا ابھی باقی ہے تو مجھے زندگی عطا فرما کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر آپ نے ان کے اور ہمارے درمیان لڑائی ختم فرمادی ہے تو اس زخم کو جاری فرما دے اور اس کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا ختم ہوئی تو زخموں سے خون نکلتا شروع ہو گیا جو آپ رضی اللہ عنہ کو خندق کے موقع پر آئے تھے اور یہی آپ کی شہادت کا سبب بنا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سعادت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج سعد کی شہادت پر عرش الہی بھی کانپ اٹھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے لیے آسمان کے تمام دروازے کھول دیے گئے اور آسمانوں کے فرشتے ان کی روح سے مسرور ہوئے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترے تھے۔

جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو اس وقت آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آئی۔

بنو قریظہ کے غداروں کا انجام:

مذکورہ فیصلے کے مطابق بنو قریظہ کے جنگجوؤں کو گرفتار کر لیا گیا جن کی تعداد

400 تھی۔ انہیں ایک انصاری خاتون کے مکان میں رکھا گیا، بازار میں گڑھے کھدوائے گئے۔ پھر دودو، تین تین کو اسی مکان سے لایا جاتا اور گڑھوں میں ان کے سر قلم کر دیے جاتے۔ جی بن اخطب اور کعب بن اسد کو بھی قتل کر دیا گیا۔

قیدیوں کو نجد اور شام کی طرف بھیجا گیا اور ان کو فروخت کر کے گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے، صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا جس نے اپنی چھت سے بچی کا پاٹ گرایا تھا جس کی زد میں آکر صحابی رسول حضرت خلد بن سوید رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے۔ بنو قریظہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کیا گیا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی براءت:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ 6 دن تک ستون سے بندھے رہے صرف قضاء حاجت کے لیے کھول دیے جاتے نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے غم اور تکلیف سے نڈھال تھے اور توبہ استغفار کرتے کہ اللہ میری توبہ نازل فرمادے۔ اسی حالت میں تھے کہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی:

وَ اٰخِرُوْنَ اَعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صٰلِحًا وَّ اٰخَرَ سَلِيْمًا، عَسَى اللّٰهُ اَنْ يُّتُوْبَ عَلَيْهِمْ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ: 102

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا ہے، انہوں نے ملے جلے عمل کیے ہیں کچھ نیک کام اور کچھ غیر مناسب۔ امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لے گا یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والے، بڑے ہی مہربان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو

خوشخبری سنائی گئی تو انہوں نے خواہش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود مجھے اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے تشریف لائے اور ان کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کھول دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی:

5 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں ام المؤمنین سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شادی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں وہاں سے طلاق کے بعد جب عدت مکمل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ زید! جاؤ اور زینب کو میری طرف سے پیغام نکاح دو! حضرت زید رضی اللہ عنہ فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکان کی طرف چل پڑے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچا تو وہ میری نگاہ میں نہایت قابل عزت و احترام تھیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا یہاں تک کہ ادب و احترام کی وجہ سے میں ان کی طرف پشت کر کے کھڑا ہوا اور کہا: ”آپ کے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو نکاح کا پیغام دوں۔“

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی، یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اس بارے میں مشورہ نہ کر لوں اور پھر اٹھ کر نماز (استخارہ) پڑھنا شروع کی۔

دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتنا شروع ہو گئی، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم فرمانے لگے: ”کون ہے جو زینب کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح ان سے کر دیا ہے“ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ احزاب کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْنَدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَائِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا. وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٣٧﴾

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 37

ترجمہ: جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کرا دیا تاکہ مسلمانوں کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے (نکاح کرنے میں) اُس وقت کوئی تنگی نہ رہے جب انہوں نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کر لیا ہو اور اللہ نے جو حکم دیا ہے اس پر تو عمل ہو کر ہی رہنا تھا۔

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ موجود تھیں، انہوں نے سنا تو وہ خوشخبری سنانے کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئیں اور فرمایا: اے زینب! مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے جب یہ عظیم ترین خوشخبری سنی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے زیور اتار کر حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو دے دیے پھر اللہ کا شکر ادا کیا اور نذرمانی کہ میں دو ماہ روزے رکھوں گی۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور 400 درہم حق مہر ادا کیا۔

نکاح کے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے کی دعوت رکھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ولیمہ کیا اس سے بہتر ولیمہ کسی اور بیوی سے شادی کرنے

پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔“

چند معجزات کا ظہور:

1: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ویسے کے موقع پر ایک بکری ذبح فرمائی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بھی اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں **حریرہ** (عرب کی مشہور سوغات) بنا کر ایک برتن میں بھیج دیا اور تقریباً 300 افراد نے خوب پیٹ بھر کر کھایا۔

2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ! فلاں فلاں کو اور ان کے علاوہ جو تم کو ملے ولیمہ کے لیے بلا کر لاؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ویسے میں آنے کی دعوت دی کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر لوگوں سے بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ دس دس کا حلقہ بنا لو اور ہر شخص اپنی طرف سے کھائے۔

3: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کھانے میں رکھا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھالیا، کھانا تب بھی ختم نہ ہوا۔ جب سب لوگ کھا چکے تو مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اس کھانے کو اٹھاؤ! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسے اٹھایا تو میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ جب یہ کھانا میں نے لوگوں کے سامنے کھانے کے لیے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے؟ اس میں اتنی برکت ہوئی کہ سینکڑوں آدمیوں کے کھالینے پر بھی بچ گیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ معلوم ہوتا تھا۔

حجاب کا حکم:

سن 5 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں حجاب کا حکم نازل ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پردہ کا حکم کب، کہاں اور کیوں اترا؟ اس بات کو سب لوگوں سے زیادہ میں جانتا ہوں، فرماتے ہیں: ”سب سے پہلے پردہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد دوسرے روز ولیمہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا۔ لوگ آئے اور کھانا کھا کر چلے گئے لیکن چند آدمی وہیں باتیں کرتے ہوئے رہ گئے اور بہت دیر لگا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ناگواری محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ لوگ بھی چلے جائیں لیکن مروت کی وجہ سے ان کو کچھ کہہ نہ سکے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں کیا کہ خود وہاں سے چل دیے تاکہ یہ لوگ بھی چلے جائیں۔

حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، کچھ دیر بعد واپس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ شاید اب وہ لوگ بھی چلے گئے ہوں گے۔ واپس آکر دیکھا کہ وہ لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سارے واقعے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ آکر دیکھا تو لوگ چلے گئے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد باہر واپس تشریف لائے اور یہ آیت حجاب تلاوت فرمائی جو اسی وقت نازل ہوئی تھی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَظْرِينَ
إِنَّهُ وَ لَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۗ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ
يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَعِجِلْ مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَعِجِلْ مِنَ الْحَقِّ ۗ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ
وَرَاءِ حِجَابٍ ۗ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۗ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ ۗ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا

أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا. إِنَّ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 53

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو کرو مگر یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی دعوت دے دی جائے وہ بھی اس طرح کہ تم اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو۔ لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو، حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات کہنے میں کسی سے نہیں شرماتا۔ اور جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو تو پر دے کے پیچھے سے مانگو، یہ طریقہ تمہارے دلوں کو بھی اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی نکاح کرو۔ اللہ کے ہاں یہ بہت سنگین بات ہے۔

فائدہ: اس آیت مبارکہ میں پر دے کے بارے خطاب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ہے۔ لیکن حکم عام ہے ساری امت کے لیے ہے۔ جس کی دلیل آگے اسی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 59 ہے۔

مشق نمبر 5

مختصر جواب دیں:

1. دبا اور نقیر کسے کہتے ہیں؟
2. حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر کیا کہا؟
3. کن کے ذریعہ سے امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہتان کا علم ہوا؟
4. کون سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے؟
5. مکاتبت کسے کہتے ہیں؟
6. خندق کی لمبائی چوڑائی کیا تھی؟
7. غزوہ احزاب کب پیش آیا؟
8. اجتہاد سے متعلق اصولی باتیں کون سی ہیں؟
9. پردے کا حکم کب نازل ہوا؟

خالی جگہ پر کریں:

1. غزوہ بنی مصطلق میں صرف ایک صحابی..... شہید ہوئے۔
2. غزوہ بنی مصطلق میں قافلہ کے آخری حصہ کے ذمہ دار..... تھے۔
3. سورۃ نور کی آیات سیدہ..... کے حق میں نازل ہوئیں۔
4. مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرٍّ كَتَبْتُمْ يَا.....
5. سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے حق مہر کے طور پر آپ ﷺ نے ان کے قبیلے کے..... غلام آزاد فرمائے۔

6. غزوہ بنو قریظہ میں بنو قریظہ کے جنگجوؤں کو گرفتار کیا گیا۔
7. 6 دن تک ستون سے بندھے رہے۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: غزوہ ذومہ الجندل میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر نکلا:

ایک ہزار پندرہ سو دو ہزار

2: حدّ قذف کہتے ہیں:

چوری کی سزا شراب پینے کی سزا جھوٹی تہمت کی سزا

3: غزوہ احزاب کا دوسرا نام ہے:

غزوہ رجب غزوہ خندق غزوہ سویق

4: صداء کا وفد افراد پر مشتمل تھا:

دس بارہ پندرہ

5: غزوہ احزاب میں دن تک محاصرہ رہا:

آٹھ دن دس دن پندرہ دن

6: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلے نکاح میں تھیں:

حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

سن 6 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف جنگی مہمات پر روانہ کرنا،
 غزوہ بنو لحيان، غزوہ حدیبیہ، بیعت رضوان، صلح حدیبیہ، آپ ﷺ پر جادو
 انگوٹھی مبارک، غزوہ ذی قرد، ظہار کا حکم، وفد جذام کی آمد
 سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی، حج کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سر یہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ”قرطاً“ میں بھیجا۔ اس میں 150 اونٹ اور 3000 بکریاں بطور غنیمت ہاتھ آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرمادیا۔ اس میں حضرت ثمامہ بن اُتال حنفی رضی اللہ عنہ (رئیس اہل یمامہ) کو قید کر کے لایا گیا جو بعد میں صحابی رسول بنے۔ رضی اللہ عنہ۔

سر یہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 40 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ”عمر مرزوق“ (بنو اسد کے کنویں کا نام) کی طرف بھیجا گیا۔ بغیر مقابلے کے یہ حضرات 200 اونٹ لے کر مدینہ واپس آئے۔

سر یہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 10 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو معویہ“ میں بھیجا۔ یہ حضرات ”زبدہ“ کے راستے میں ایک جگہ ”ذوالقصرہ“ میں تھے کفار نے ان پر غلبہ پالیا اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ ان کی مدد کے لئے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا۔

نوٹ: ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

سریہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 40 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے ”ذوالقَصَّہ“ بھیجا۔ کفار پر غلبہ حاصل کیا اور بہت سے مال مویشی غنیمت کے طور پر لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خُمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرمادیا۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”جَوم“ (بطن نخلہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے) کی طرف بھیجا۔ ان حضرات نے چند کفار کو قید کیا اور مال مویشی پر قبضہ کر کے واپس مدینہ لوٹے۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ جمادی الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 15 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”ظَرْف“ (بنو ثعلبہ کا کنواں تھا) نامی مقام پر بھیجا۔ بغیر کسی مقابلے کے 20 اونٹ اپنے ساتھ لائے۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ جمادی الثانی ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 500 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”وادی قریٰ“ سے آگے بنو جذام کی جانب ”حسمیٰ“ نامی مقام کی طرف بھیجا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ 1000 اونٹ 5000 بکریاں اور 100 عورتیں اور بچے قید کر کے

لائے۔ بعد میں اس قبیلے کا سردار رفاعہ بن زید الجذامی دس آدمیوں کا وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدی اور مال مویشی واپس کر دیے۔

سر یہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

6 ہجری ماہ جمادی الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 100 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو فزارہ“ کی طرف وادی القریٰ بھیجا۔ کچھ کافر مارے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔

نوٹ: وادی القریٰ وہ وادی جس میں بہت ساری بستیاں ہوں۔ یہ وادی مدینہ کے قریب شامی حاجیوں کے راستے پر واقع ہے۔

سر یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

6 ہجری ماہ رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی ”بنو فزارہ“ کی طرف وادی القریٰ میں بھیجا۔ اس وقت قبیلہ کے لوگ وہاں جمع تھے اس سر یہ میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

غزوہ بنی لُحَیَّان:

6 ہجری ماہ رجب المرجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ”بنو لُحَیَّان بن ہذیل بن مدرکہ“ جو کہ ”عُسفان“ کی جانب تھا اس کی طرف تشریف لے گئے۔

غزوے کا سبب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ رجب (وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں بزمِ معونہ کے مقام پر دھوکے کے ساتھ شہید کر دیا گیا تھا) کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم

بنایا اور 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن میں 20 گھڑ سوار تھے) کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے نکلے۔

دشمن بھاگ گئے:

جب دشمنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کی اطلاع ملی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیا اور وہ لوگ وہاں سے پہاڑوں میں جا چھپے۔

دو دن قیام فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

سریہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ:

6 ہجری ماہ شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 700 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”ذومۃ الجندل“ روانہ فرمایا۔

وہاں جا کر آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ جزیہ دینے پر راضی ہوئے۔ (باقی تفصیل غزوہ ذومۃ الجندل میں گزر چکی) اس سریہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی دستار بندی فرمائی۔

سریہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

6 ہجری ماہ شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 100 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو سعد بن بکر“ کی جانب بھیجا۔ غنیمت کے طور پر 500 اونٹ اور 2000 بکریاں حاصل ہوئیں۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دوبارہ ”بنو فزارہ“ کی طرف ”وادی القریٰ“ بھیجا۔ بعض کفار مارے گئے اور بعض کو قید کر لیا گیا۔

سریہ عبد اللہ بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 5 یا 7 صحابہ رضی اللہ عنہم کو ”ابو رافع یہودی“ کی طرف بھیجا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے رات کی تاریکی میں اس کو قتل کر دیا۔

سریہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ شوال المکرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”أسیر بن رزام یہودی“ کی طرف بھیجا۔ جن میں عبد اللہ بن عتیک اور عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہما بھی تھے انہوں نے أسیر بن رزام سے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ تو دربار نبوی میں حاضر ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے انعام و اکرام سے نوازیں، خیر کا حاکم بنائیں۔ أسیر لالچ میں آکر ان کے ساتھ چل پڑا۔ راستے میں اس نے دھوکہ دینا چاہا تو حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا اس کے ساتھی لڑائی کرنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سب کو قتل کر دیا لیکن ایک شخص بھاگنے میں کامیاب ہوا۔

سمریہ گرز بن جابر رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری ماہ شوال المکرم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت گرز بن جابر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”محل اور عرینہ“ کی طرف بھیجا۔ اس کو ”عرینہ“ بھی کہا جاتا ہے۔

یہ وہ افراد تھے جو بظاہر اسلام لائے مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو جنگل میں چلے گئے۔ وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور صدقہ کے اونٹ لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت گرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بھیجا ان کے ساتھ 20 سوار تھے چنانچہ ان کو پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاصاً ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائی لگانے کا حکم دیا اور ان کو حرہ نامی جگہ پر ڈال دیا گیا، یہاں تک کہ مر گئے۔

غزوہ حدیبیہ:

سن 6 ہجری یکم ذوالقعدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ بغرض عمرہ مدینہ سے مکہ کا سفر شروع کیا، لیکن مکہ سے پہلے ”حدیبیہ“ مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکنا پڑا اور وہیں سے واپس آنا پڑا۔

مقام حدیبیہ:

حدیبیہ؛ مکہ مکرمہ سے تقریباً 24 کلومیٹر کے فاصلے پر واقعہ ایک بستی کا نام ہے پہلے یہاں ایک کنواں ہوا کرتا تھا جسے ”حدیبیہ“ کہا جاتا تھا، بعد میں اسی کنویں کی وجہ سے اس علاقے کا نام بھی ”حدیبیہ“ معروف ہو گیا۔ اس کا اکثر حصہ حدود حرم میں ہے اور بعض حصہ حل (حدود حرم سے خارج) ہے۔

نبی کریم ﷺ کا خواب مبارک:

6 ہجری میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور کعبۃ اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد کسی نے سر کے بال منڈوائے اور کسی نے کتروائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مبارک خواب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا سب نہایت خوش ہوئے۔ مکہ مکرمہ کی جانب سفر کا آغاز:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال یکم ذوالقعدہ بروز پیر مدینہ منورہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کا سفر شروع کیا۔ صحیح روایات کی بنیاد پر آپ کے ہمراہ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بروایت براء بن عازب رضی اللہ عنہ 1400 جبکہ بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ 1500 ہے۔

مقام ذوالحلیفہ پر:

مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے احرام باندھا، اس مبارک قافلے کے پاس اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانور بھی موجود تھے جنہیں ایک خاص علامت لگا کر ساتھ لایا جاتا تھا۔ بُسر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو قریش مکہ کی خبر معلوم کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ مسلمانوں کا ارادہ چونکہ صرف عمرہ کا تھا، جنگ کا نہیں تھا۔ اس لیے اسلحہ وغیرہ ساتھ نہیں تھا صرف اتنے ہتھیار ساتھ تھے جو عام سفر میں جان و مال کی حفاظت کے لیے ساتھ رکھے جاتے تھے۔

مقام غدیر اشطاط پر:

غدیر اشطاط پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع موصول ہوئی کہ قریش مکہ نے آپ کی اطلاع ملتے ہی ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے اور جنگ کی تیاری شروع کر دی

ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دو سو سواروں کو ساتھ لے کر مقام غنیم میں پہنچ گئے لہذا اس راستے سے ہٹ کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو۔

تقصواء (اونٹنی) کا معاملہ:

اہل اسلام کا یہ قافلہ حدیبیہ پہنچا، یہاں سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی (تقصواء) کو مکہ مکرمہ کی طرف موڑنا چاہا تو اونٹنی وہیں پر بیٹھ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو اٹھانے کے لیے حَلَّ حَلَّ (اونٹنی کو اٹھانے کی آواز) کہا لیکن اونٹنی اپنی جگہ سے نہ اٹھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے قصواء اڑ گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصواء نہ اپنی مرضی سے بیٹھی ہے اور نہ ہی اس طرح اڑ جانا اس کی عادت ہے بلکہ جس اللہ نے ہاتھیوں کو مکہ داخل ہونے سے روکا تھا (واقعہ اصحاب فیل کی طرف اشارہ تھا) اسی اللہ نے اسے بھی روک دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی چاہت:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر قریش مکہ مجھ سے کسی ایسی بات کا مطالبہ کریں جس میں وہ شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت والی چیزوں) کی تعظیم ہوگی تو میں اسے ضرور منظور کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو اٹھایا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

حدیبیہ کا آخری کنارہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید آگے کی طرف بڑھے اور حدیبیہ کے آخری کنارے پر ایک ندی کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ شدید گرمی کا موسم، پیاس کی شدت اور پانی کی قلت تھی۔ ندی / کنویں میں پانی کم مقدار میں تھا جو تھوڑی ہی دیر میں ختم ہو گیا۔

غزوہ حدیبیہ میں چند معجزات کا ظہور:

1: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پانی کم ہو گیا ہے۔ گرمی کا موسم ہے اور پیاس کی شدت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا کہ اسے پانی والی جگہ پر گاڑ دو۔ اس کے بعد وہاں سے پانی جوش مار کر نکلنے لگا جیسے چشمہ ابل پڑا ہو۔ پورا لشکر اس سے سیراب ہوا، ان کی واپسی تک یہی حال رہا۔

2: ایک بار پھر پانی کی قلت ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! تمام قافلے والوں سے پانی ختم ہو گیا ہے ہاں ایک برتن میں معمولی سا پانی موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منگوا لیا، اس میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں مبارک رکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے، پورے قافلے نے خوب سیر ہو کر پیا، وضو کیا، راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس دن آپ کتنے لوگ تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہم پندرہ سو لوگ تھے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو یہ پانی ان سب کے لیے کافی ہوتا۔

اہل مکہ کے نام پیغام اور ان کا رویہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خراش بن امیہ خزاعی رضی اللہ عنہ کو ایک اونٹ پر سوار کر کے قریش مکہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں جنگ و قتال کے لیے نہیں۔ قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور قاصد کو بھی قتل کرنا چاہا لیکن کچھ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرادیا۔ حضرت خراش رضی اللہ عنہ واپس حدیبیہ پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری صورت حال سے آگاہ فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس قاصد بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ساری صورت حال اور منشاء نبوت کو ملحوظ رکھ کر) اپنی رائے پیش کی کہ مجھے نہ بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا۔

سفیر نبوت مکہ کی جانب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر اور قاصد بنا کر بھیجا کہ آپ جا کر ابوسفیان اور قریش مکہ کو سمجھائیں کہ ہم لڑنے کی نیت سے نہیں آئے بلکہ بیت اللہ کا طواف کر کے واپس چلے جائیں گے۔ مزید یہ کہ جو مسلمان مکہ مکرمہ میں اپنے اسلام کا اظہار و اعلان نہیں کر سکتے انہیں یہ خوشخبری سنا دو کہ ہمت و حوصلہ سے کام لیں، گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے اور اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قریش مکہ سے گفتگو:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے اور اپنے ایک عزیز ابان بن سعید (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) کی پناہ لی۔ قریش مکہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا اور مکہ میں موجود مسلمانوں کو صبر و ہمت سے کام لینے کا کہا اور فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے قریش مکہ کو بہت سمجھایا کہ ہم صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں لڑنے کے لیے نہیں لیکن انہوں نے بات نہ مانی اور طے شدہ فیصلہ سنایا کہ اس سال تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی صورت مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عمرہ کی پیش کش:

ابوسفیان نے کہا: عثمان (رضی اللہ عنہ) اگر آپ چاہو تو میں تمہیں طواف کی اجازت دے سکتا ہوں لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو طواف کی اجازت نہیں دیں گے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں ہرگز طواف نہیں کروں گا۔

واقف رموز و اسرار شریعت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مزاج شریعت سے واقف تھے، آپ بخوبی جانتے تھے کہ اللہ کے ہاں وہی عبادت قبول ہوتی ہے جس میں منشاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہو۔ اور یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام عازمین بیت اللہ کا طواف کریں، عمرہ کریں۔ اب ان میں سے صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عمرہ کریں اور باقیوں کو اجازت نہ ہو تو منشاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اس لیے فرمایا کہ میں اکیلے عمرہ نہیں کر سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غیرت محبت:

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مکہ کے قریب عمرہ سے روک دیا جائے اور میں بیت اللہ کا طواف کروں، ملترم سے چٹ کر دعائیں مانگوں، حجر اسود کے بوسے لوں، مقام ابراہیم پر نوافل ادا کروں، صفا اور مروہ کی سعی کروں الغرض تمام افعال عمرہ ادا کروں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی غیرت محبت نے اس کو گوارا نہ کیا کہ رسول اللہ کا قرب چھوڑ کر بیت اللہ کا قرب حاصل کر لوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ:

آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر ابوسفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ

عنه اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قید کر دیا۔ کسی نے یہ غلط خبر اڑا دی کہ کفار مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا ہے۔

بیعتِ رضوان:

اس خبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید صدمہ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور میدانِ حدیبیہ میں موجود ایک ببول (کیکر) کے درخت کے نیچے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے موت کی بیعت لی۔ سب سے پہلے ابوسنان اسدی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾

سورۃ الفتح، رقم الآیة: 18

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان سے راضی ہوئے جب وہ ایک درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور پختہ عزم) تھا وہ بھی اللہ کے علم میں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت (اطمینان کی سب سے اعلیٰ کیفیت) نازل فرمائی اور ان کو (بطور) انعام کے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) عطا فرمائی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ اسی بیعت کو ”بیعتِ رضوان“ کہتے ہیں۔

بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان والی خبر سچی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کے کچھ لوگوں کو قید کر لو، مسلمانوں نے کفار کے چند لوگوں کو قید

کر لیا۔ تب کافروں نے مجبور ہو کر حضرت عثمان اور ان کے ہمراہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رہا کیا اور اس کے بدلے اپنے لوگوں کو رہا کروایا۔

بیعت کی اقسام:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تین قسم کی بیعت لیتے تھے:

1: بیعت علی الایمان... کہ پہلے کافر تھے، اب کلمہ پڑھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور بیعت کی کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں۔

2: بیعت علی الجہاد... میدان جہاد میں بیعت کرنی ہے۔ اس کو بیعت علی الموت بھی کہتے ہیں۔ ہم مر جائیں گے لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے، جب تک زندہ ہیں آپ کے ساتھ رہیں گے۔

3: بیعت علی ارکان الاسلام... کہ کلمہ پڑھ لیا ہے، جہاد بھی کرتے ہیں، اب ہم بیعت کرتے ہیں کہ احکام شریعت پر عمل کرتے رہیں گے اور ہم گناہوں سے بچیں گے۔ یہ تین قسم کی بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوتی تھی۔ ہمارے ہاں آج جو مشائخ بیعت لیتے ہیں یہ نہ تو بیعت علی الایمان ہے، نہ بیعت علی الجہاد ہے بلکہ یہ بیعت علی ارکان الاسلام ہے۔ تو یہ تین قسم کی بیعت مشروع ہے۔

شجرہ رضوان:

مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شجرہ، جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے ایک ببول کا درخت تھا اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگ وہاں چل کر جاتے اور اس درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو

خطرہ ہوا کہ کہیں آئندہ آنے والے جہلاء اسی درخت کی پرستش نہ شروع کر دیں جیسے پچھلی امتوں میں اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں اس لئے اس درخت کو کٹوا دیا۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

صحیحین میں ہے کہ حضرت طارق بن عبد الرحمن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے گیا تو راستے میں میرا گزرا ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک مقام پر جمع تھے اور نماز پڑھ رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان لی تھی، میں اس کے بعد حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا اور اس واقعہ کی خبر ان کو دی، انہوں نے فرمایا کہ میرے والد ان لوگوں میں سے تھے جو اس بیعت رضوان میں شریک ہوئے انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ہم جب اگلے سال مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو ہم نے وہ درخت تلاش کیا ہمیں بھول ہو گئی اس کا پتہ نہیں لگا۔ پھر سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو خود اس بیعت میں شریک تھے ان کو تو پتہ نہیں لگا تمہیں وہ معلوم ہو گیا عجیب بات ہے کیا تم ان سے زیادہ واقف ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں لوگوں نے محض اپنے تخمینہ اور اندازہ سے کسی درخت کو متعین کر لیا اور اس کے نیچے حاضر ہونا اور نمازیں پڑھنا شروع کر دیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ وہ درخت نہیں پھر خطرہ ابتلائے شرک کا لاحق ہو گیا اس لئے اس کو کٹوا دیا ہو۔ کیا بعید ہے۔ اس کے بعد اسی مقام پر ایک صلح نامہ مرتب ہوا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

فائدہ: یہ بات یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم

کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کی طرف آنے لگے تو ارادہ جنگ کا نہیں تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی (جھوٹی) خبر پھیل جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی اور کفار سے لڑنے کا عزم فرمایا۔ اسی وجہ سے اس کو غزوہ حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

بیعتِ رضوان کے قریش پر اثرات:

قریش کو علم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے اپنے ہمراہ آئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت علی الموت لی ہے تو وہ بہت زیادہ مرعوب اور خوف زدہ ہوئے۔ اور صلح کے لیے مجبوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصدوں کو پیغامات دے کر بھیجنا شروع کیا۔

بدیل بن ورقاء خزاعی کی حاضری:

قبیلہ خزاعہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا لیکن شروع سے مسلمانوں کا خیر خواہ اور راز دار رہا تھا، مشرکین مکہ کی اسلام دشمن سازشوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر رکھا کرتا تھا۔ اسی قبیلہ کے سردار بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے قبیلے کے چند اشخاص کو لے کر پہنچا اور کہا: قریش نے مکہ کے قریب حدیبیہ کے پاس پانی کے چشموں پر اپنے بڑے لشکر کو جمع کر لیا تاکہ آپ کو بیت اللہ سے روک سکیں اور اگر مزاحمت ہو تو طویل عرصے تک جنگ کرنے کے لیے اپنے ساتھ دودھ والی اونٹیاں بھی لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ کا اصولی موقف:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں۔ کچھ عرصے سے جاری لڑائیوں نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اگر وہ چاہیں تو میں ان کے لیے صلح کی ایک مدت مقرر کر دیتا ہوں اور وہ اس مدت میں میرے اور دوسرے لوگوں

کے درمیان رکاوٹ نہ ڈالیں۔

اگر اللہ کے فضل سے میں غالب آجاؤں تو پھر ان کو اختیار ہے اگر خوشی سے میرے دین میں داخل ہونا چاہیں، تو ہو جائیں جیسا کہ ان کے علاوہ دوسرے لوگ داخل ہو رہے ہیں فی الحال کچھ عرصے کے لیے آرام کریں اور اگر اس دوران کوئی اور مجھ پر غالب آجائے تو پھر ان کی مراد پوری ہو جائے گی لیکن اتنی بات ضرور ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کو غالب فرمائیں گے اور اس نے دین کے ظہور، غلبہ اور فتح و نصرت کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔

اگر قریش میری بات نہیں مانتے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ضرور ان سے جہاد و قتال کروں گا (ان کی گردنیں کاٹتا رہوں گا) یہاں تک کہ (اس مقابلے میں) میری گردن بھی کٹ جائے۔

بدیل بن ورقاء کی واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ باتیں سن کر بدیل بن ورقاء واپس قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا: ہم اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ باتیں سن کر آ رہے ہیں اگر آپ لوگ چاہتے ہیں تو میں وہ باتیں آپ کو سنا دوں؟ اس پر کچھ احمق و نادان لوگوں نے کہا کہ ہمیں اس کی باتیں سننے کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی ہم اس کی باتیں سننا پسند کرتے ہیں۔ مگر قریش کے چند سمجھ دار لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ ہمیں وہ باتیں سنائیں جو آپ سن کر آ رہے ہیں۔

قریش مکہ سے بات چیت:

بدیل بن ورقاء نے کہا: اے قریش! آپ لوگ جلد باز ہو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے لڑنے کے لیے نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔ (تم سے

دب کر نہیں بلکہ تمہاری خیر خواہی کے طور پر) تم سے صلح کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ قریش مکہ نے جواب دیا کہ بے شک وہ عمرے کے ارادے سے آئے ہیں، لڑائی کے لیے نہیں پھر بھی وہ مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔

عروہ بن مسعود ثقفی (رضی اللہ عنہ) کی گفتگو:

اس موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) نے کھڑے ہو کر کہا: کیا تم میرے لیے اولاد کی طرح (خیر خواہ) نہیں؟ اور میں تمہارے لیے باپ کی طرح (شفقت کرنے والا) نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ بے شک کیوں نہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا آپ لوگ میرے ساتھ کسی قسم کی کوئی بدگمانی رکھتے ہو؟ لوگوں نے جواب میں کہا: ہر گز نہیں۔

عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ لوگوں کی بھلائی کی بات کی ہے۔ میرے نزدیک اس (معقول) بات کو ضرور قبول کر لینا چاہیے۔ اور مجھے (اپنی نمائندگی اور ترجمانی کی) اجازت دو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر اس بارے گفتگو کر سکوں۔ قریشیوں نے جواب دیا کہ بہتر ہے آپ مل کر گفتگو کر لیں۔

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی بارگاہ نبوی میں حاضری:

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وہی گفتگو فرمائی جو اس سے پہلے بدیل سے فرما چکے تھے۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے کبھی یہ بات سنی ہے کہ کسی کو اس کی قوم نے ہلاک کیا ہو؟ اگر دوسری صورت پیش آگئی یعنی قریش کو آپ پر غلبہ ہوا تو میں دیکھ رہا ہوں کہ مختلف قوموں کے لوگ جو ابھی تو آپ کے ساتھ

ہیں وہ اس وقت آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) سے مکالمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے جب عروہ (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عروہ! (رضی اللہ عنہ) تم کیسی بات کر رہے ہو بھلا! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عروہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھ پر آپ کا احسان نہ ہوتا جس کا میں ابھی تک بدلہ نہیں چکا پایا تو میں آپ کی بات کا ضرور جواب دیتا۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کر دی۔

رسول اللہ ﷺ کے محافظ کا عروہ (رضی اللہ عنہ) کو روکنا:

عروہ (رضی اللہ عنہ) گفتگو کے دوران بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (جو رشتے میں عروہ کے بھتیجے تھے) ایک خود (جنگی ٹوپی) پہنے اور ننگی تلوار لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ ہونے کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ بارگاہ نبوی میں اپنے چچا کی اس حرکت کو گوارا نہ کرتے ہوئے فرمایا: عروہ! (رضی اللہ عنہ) اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک داڑھی سے دور کرو، مشرک اس قابل نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ بھی لگا سکے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ خود پہن کر اپنے منہ کو چھپایا ہوا تھا اس لیے عروہ (رضی اللہ عنہ) آپ کو پہچان نہ سکا اور غصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ عنہ) ہے۔

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) واپس آئے:

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا - فَرَجَعَ عَزْوَةٌ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَمَى قَوْمِي وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكَيْسَرِي وَالنَّجَاشِيِّ وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلَكًا قَطُّ يُعْظِمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعْظِمُهُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا وَاللَّهِ إِنْ تَنَعَّمْتُ نُحَامَةً إِلَّا وَقَعْتُ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَكَرَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا أَنْ يَقْتَتِلُونِ عَلَى وَضُوئِهِ وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَابَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحَدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 2732

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ عروہ بن مسعود (قبول اسلام سے پہلے قریش مکہ کی طرف سے نمائندہ بن کر آئے تو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جائزہ لیتے رہے اور قریش مکہ سے کہنے لگے: اے قوم! اللہ رب العزت کی قسم! میں (بڑے بڑے) بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسری اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ لعابِ دہن زمین پر ڈالنا چاہتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ ان کے وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو آہستہ رکھتے ہیں اور انتہا درجہ تعظیم کی

وجہ سے وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

حلیس بن علقمہ کنانی کی آمد:

عروہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی گفتگو سننے کے بعد حبشیوں کے سردار حلیس بن علقمہ کنانی نے قریش مکہ سے کہا کہ مجھے اجازت دیں میں مل کر آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دو۔ آنے والا شخص ان لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔

حلیس قربانی کے اونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستے سے ہی واپس ہو گیا اور قریش سے جا کر کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ لوگ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں انہیں بیت اللہ سے نہیں روکا جاسکتا۔ قریش نے اس سے کہا: بیٹھ جا! تو جنگل کا رہنے والا ہے تجھے معاملات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حلیس بن علقمہ کی قریش کو دھمکی:

حلیس کو غصہ آیا، کہا: اے قریش! خدا کی قسم! ہم نے تمہارے ساتھ اس لیے عہد و پیمانہ نہیں کیا تھا کہ جو شخص محض بیت اللہ کی زیارت کے لیے آئے، اس کو بیت اللہ سے روکا جائے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حلیس کی جان ہے اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بیت اللہ کی زیارت سے روکو گے تو میں اپنے قبیلے والے تمام حبشیوں کو لے کر تم سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ قریش نے کہا: اچھا آپ ناراض نہ ہوں بیٹھے! ہم ذرا اس معاملے پر اچھی طرح غور کر لیں۔

مکرز بن حفص کی آمد:

اس کے بعد مکرز بن حفص اٹھا اور کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کر آتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرز کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا: یہ برا شخص ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اسی مکرز نے کچھ دن پہلے پچاس آدمیوں کو ساتھ لاکر آپ پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے ساتھی گرفتار ہو گئے تھے جبکہ یہ بچ نکلا تھا۔

سہیل بن عمرو کی آمد:

مکرز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہی رہا تھا کہ قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیج دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا ارادہ صلح کرنے کا ہے اس لیے ”سہیل“ کو بھیجا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نیک فالی:

سہیل چونکہ تغیر کا صیغہ ہے جو تقلیل پر دلالت کرتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نیک فالی لی کہ اب معاملہ میں کچھ نرمی کی امید ہے سہیل نے کہا کہ ہمارے درمیان معاہدہ تحریری طور پر آجائے۔

معاہدہ کی تحریر لکھی جانے لگی:

اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو بلایا اور فرمایا، لکھو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سہیل نے کہا: رحمن کیا ہے؟ میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا کہ (عربوں کے قدیم دستور کے مطابق) بِأَسْمِکَ الْلّٰہِ لکھا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ علی! یہی لکھ دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا: وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے۔

”رسول اللہ“ کے الفاظ پر اعتراض:

اس پر سہیل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا یہی تو جھگڑا ہے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ آنے سے کیوں روکتے؟ اور جنگ کیوں کرتے؟ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ تم جھٹلاتے رہو لیکن صحیح بات یہی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ سہیل نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! پہلا لکھا ہوا مٹا دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤدبانہ انکار:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ محبت کی دونوں رمزوں سے آشنا تھے کہ کبھی محبت کا تقاضا **أَلَا مَرْفُوقَ الْأَدَبِ** ہے کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے اور کبھی محبت کا تقاضا **أَلَا مَرْفُوقَ الْأَمْرِ** ہوتا ہے یعنی حکم کے باوجود ادب کی انتہا کو فوقیت دی جائے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت مؤدبانہ لہجے میں عرض کی: بھلا میں کیسے مٹا سکتا ہوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں رسول اللہ لکھا ہے میں خود مٹا دیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلا دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھوں سے اس لفظ کو مٹا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد بن عبد اللہ لکھنے کا حکم دیا۔

صلح نامے کی شرائط:

بالآخر فریقین کی رضامندی سے درج ذیل شرائط پر ”عہد نامہ“ مرتب ہوا۔

- 1: دس سال تک فریقین کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔
- 2: اگر کوئی شخص اپنے وارثوں کی اجازت کے بغیر مسلمان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا آپ اسے واپس کریں گے۔
- 3: جو شخص مسلمانوں میں سے قریش کے پاس آئے گا اسے نہیں لوٹایا جائے گا
- 4: اس سال آپ عمرہ کیے بغیر ہی واپس جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں

5: مسلمان صرف تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں اور اپنے ہتھیاروں کو نیاموں میں بند رکھنے کے پابند ہوں گے۔

جس وقت یہ عہد نامہ مرتب ہو رہا تھا اس وقت متحدہ قبائل کو مکمل طور پر یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس کسی کے عہد میں شامل ہونا چاہیں، ہو جائیں۔ قبیلہ بنو خزاعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جبکہ قبیلہ بنو بکر قریش کے عہد میں شامل ہوا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ کی مکہ سے حدیبیہ آمد:

ابھی صلح نامہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو اس واقعے سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے) پاؤں میں بیڑیاں ڈالے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سہیل بن عمرو نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامے کے مطابق واپس ہونا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی صلح نامہ مکمل لکھا نہیں گیا (لکھے جانے اور اس پر فریقین کے دستخط ہونے کے بعد نافذ العمل ہونا چاہیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار سہیل بن عمرو سے فرمایا، لیکن سہیل نے اسے تسلیم نہ کیا۔ آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سہیل کے حوالے کر دیا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ کو تسلی:

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے حسرت بھری آہ بھری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

يَا أَبَا جَنْدَلٍ اصْبِرْ وَاحْتَسِبْ.. إِنَّ اللَّهَ جَاعِلٌ لَّكَ فَرْجًا وَفَخْرًا جَا.

ابو جندل! صبر سے کام لو اور اللہ سے اچھی امید رکھو ہم وعدہ خلافی کرنے والے لوگ نہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا راستہ نکالیں گے۔

حالات کا گہرا اثر:

مدینہ طیبہ سے عمرہ کا (اس سال نامکمل) سفر، راستہ میں رکاوٹیں، صلح نامے میں بظاہر کفار کے حق میں نرم شرائط، ان کی قید سے نکل کر آنے والے مظلوم مسلمان کی واپسی وغیرہ۔ ان تمام حالات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گہرا اثر پڑا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اظہارِ تعجب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل برحق نبی ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کی: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو) ہم یہ سب کیوں برداشت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا وہ ذات ہماری مدد فرمائے گی۔

جواب صدیقی فنا فی الرسول کا آئینہ دار:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اپنے وہی سوالات دہرائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سوالوں کے من و عن وہی جواب دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے۔

حدیبیہ میں بارش:

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حدیبیہ کے مقام پر رات کو بارش ہوئی اور صبح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف رخ مبارک پھیرا اور پوچھا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی تو مجھ پر ایمان رکھتے تھے اور ستاروں کے منکر تھے اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے نے بارش برسائی تو ایسا کہنے والا شخص میرا منکر جبکہ ستاروں پر اعتقاد رکھنے والا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آس:

صلح نامہ سے فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے احرام کھول دو، قربانی کے جانور ذبح کرو اور اپنے سر منڈاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش یہ تھی کہ ہم عمرہ کر کے واپس جائیں۔ اس آس میں تھے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل جائے۔ اس لیے تامل سے کام لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد خیبر میں تشریف لائے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے سے آگاہ فرمایا۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دانش مندانہ کردار:

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ”یا رسول اللہ! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ آپ باہر نکل کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنے جانور ذبح فرمادیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال منڈالیں۔“ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال

منڈالیے۔

اس کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وہ آس بھی ختم ہو گئی کہ شاید عمرہ کی ادائیگی کا حکم مل ہی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی احرام کھول دیے اور اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور آپس میں ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

احرام کھول کر جانور ذبح کر دیے:

مسلمانوں نے قربانی کے جانوروں کو اسی مقام پر ذبح کیا اور احرام کھول دیا۔ مسلمان کچھ اور سوچ کر سفر کے لیے نکلے تھے لیکن معاملہ بالکل برعکس ظاہر ہوا تو بے انتہا صدمے سے دوچار ہوئے، حدیبیہ سے واپسی پر مکہ و مدینہ کی درمیانی جگہ پہنچے تو سورۃ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو کھلی اور واضح فتح عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور وحی الہی سنائی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظاہری طور پر جس صلح کو شکست سمجھے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اسے حقیقی و باطنی طور فتح مبین قرار دیا۔ حالات کے تناظر میں بعض نے ازراہ تعجب عرض کی: کیا یہ بھی فتح کہلاتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔

صلح حدیبیہ کے فوائد و ثمرات:

❖ اس صلح کی وجہ سے وہ دوریاں دور ہوئیں جن کے ہوتے ہوئے آپس میں مل جل نہیں سکتے تھے۔

❖ اس صلح کی وجہ سے جو لوگ اپنا اسلام ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ اعلانیہ طور پر اپنا اسلام ظاہر کرنے اور اس پر عمل کرنے لگے۔

❖ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک کے مختصر عرصے میں اتنی کثرت سے لوگ مسلمان

ہوئے کہ ابتداء بعثت سے لے کر اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ پر جادو:

سن 6 ہجری حدیبیہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا۔ مدینہ کے یہودی لبید بن اَعْصَم نے اپنی بیٹیوں کے ذریعے جادو کروایا۔ جادو کا اثر یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایک کام فرما لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں ہوتا کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ بس اتنا سا اس جادو کا اثر ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے تو خواب میں دو فرشتے آئے۔ ایک فرشتہ آپ کے سر کی جانب اور ایک فرشتہ آپ کے پاؤں کی جانب بیٹھ گیا۔ سر ہانے والے فرشتے نے دوسرے فرشتے سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا ہے۔ پوچھا: کس نے کرایا ہے؟ کہا: لبید بن اَعْصَم یہودی نے۔ کس چیز پر کرایا ہے؟ اس نے تفصیل بتائی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس کنگھی مبارک سے بال سنوارتے تھے اس کنگھی کے کچھ دندانے لیے ہیں اور ایک رسی لی ہے، اس رسی میں گیارہ گرہیں لگائی ہیں اور ہر گرہ میں ایک سوئی لگائی ہے، پھر اس کو کھجور کے پھل کے غلاف میں رکھ کر ایک کنواں ... جسے بَرْدِرْوَان کہتے ہیں ... میں ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا گیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے تو اس کنویں پر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کو ہٹوایا تو نیچے یہ سب کچھ رکھا ہوا تھا۔ اس وقت قرآن کریم کی آخری دو سورتیں معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) نازل ہوئیں۔ آپ ایک آیت پڑھتے اور ایک گرہ کھولتے، آپ کو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے میرے جسم سے بوجھ اتر رہا ہے، گیارہ آیتیں پڑھ لیں تو گیارہ

گر ہیں کھل گئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتا چلا تو انہوں نے اجازت چاہی اس کو قتل کر دیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی ذات کے لیے انتقام کو پسند نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔

جادو کے برحق ہونے کا معنی:

جادو کا ہو جانا برحق ہے۔ برحق ہونے کا معنی یہ نہیں کہ جادو ٹھیک ہے بلکہ برحق ہونے کا معنی یہ ہے کہ جادو ثابت ہے، جادو کیا جائے تو ہو جاتا ہے اور یہ کوئی قابل اشکال چیز نہیں ہے۔ جس طرح زہر کھانے کی وجہ سے بندہ مر جاتا ہے تو زہر کا ایک اثر ہے، نمک کھائیں تو نمک کا اثر ہے، مرچ کھائیں تو مرچ کا اپنا اثر ہے، پانی کا اپنا اثر ہے، ہر چیز کا اپنا ایک اثر ہے۔ اسی طرح کلمات میں اللہ نے تاثیر رکھی ہے اور وہ کلمہ اپنی تاثیر دکھاتا ہے، نبی پر بھی اثر ہوتا ہے اور غیر نبی پر بھی ہوتا ہے۔

جادو گر کامیاب نہیں ہوتا:

بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السَّحَرُونَ .

سورۃ یونس، رقم الآیۃ: 77

ترجمہ: جادو گر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ان کا کہنا ہے کہ اگر یہ مان لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا ہے تو اس کا معنی ہے کہ جادو گر تو کامیاب ہو گئے۔

آیت کا صحیح معنی:

ایک ہوتا ہے جادو گر کا جادو چل جانا اور ایک ہوتا ہے جادو گر کا اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانا۔ جادو چلنا اور ہے اور مقصد میں کامیاب ہونا اور ہے۔ مثلاً کچھ لوگ کسی شخص پر قاتلانہ حملہ کرتے ہیں تاکہ اس کو مار دیں اور حملہ ہو بھی جاتا ہے لیکن بندہ بچ جاتا ہے۔ اب یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ حملہ ہوا ہی نہیں، ہاں حملہ ہوا ہے لیکن قاتل اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ آپ نبوت کے کام کو چھوڑ دیں، دعوت نہ دیں، تبلیغ نہ کریں لیکن اس جادو کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی دعوت دیتے رہے۔ تو جادو گر کا جو مقصد تھا اس میں وہ کامیاب نہیں ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا ہی نہیں۔

جادو کا اثر:

دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مد مقابل ستر ہزار جادو گر آئے تھے، انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں تو وہ سانپ بنتی ہوئی نظر بھی آئیں اور اس کا اثر یہ ہوا کہ

﴿فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّؤْمِنِي﴾ ﴿٦٧﴾

موسیٰ علیہ السلام نے خوف محسوس کیا۔ جادو تو ہوا اور اس کا اثر بھی ہوا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آجائیں لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

جادو سے بچنے کا وظیفہ:

جادو سے حفاظت کے لیے سورۃ یونس کی آیت نمبر 80 اور 81 صبح و شام پڑھ

لیا کریں:

﴿فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّؤْمِنِي أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُّلقُونَ﴾ ﴿٨٠﴾ ﴿فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ

مُؤْمِنِي مَا جِئْتُمْ بِهِ السَّحَرُ إِنَّ اللَّهَ سَابِقُ الْعِلْمِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصَلِّحُ عَمَلُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾

اسی طرح یہ دعایں و شام تین تین بار پڑھ لیا کریں اور معوذتین بھی پڑھ لیا کریں۔ ان مسنون اعمال کی برکت سے انسان جادو سے محفوظ رہتا ہے۔

”بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَصْرُ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ

السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“

انگوٹھی مبارک:

6 ہجری معاہدہ حدیبیہ کے بعد آپ نے مختلف سربراہان مملکت کے نام تبلیغِ دعوت نامے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ لوگ بغیر مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایسی انگوٹھی بنانے کا حکم دیا جو مہر لگانے کے کام بھی آسکے۔

چنانچہ یہ کام یعلیٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگایا گیا کیونکہ وہ سُتار تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی بھی بنائی، اس میں گمینہ بھی لگایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ بھی کندہ کیے۔

فائدہ: حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کا نسب والد کی طرف منسوب کرتے ہوئے یعلیٰ بن اُمیہ کہا جاتا ہے اور والدہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یعلیٰ بن منیہ (م پر پیش، ”نون“ ساکن ”ی“ پر زبر اور ”ہ“ ساکن) کہا جاتا ہے۔

انگوٹھی کا نقش مبارک:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا نقش مبارک اس طرح تھا کہ ایک سطر میں ”محمد“،

دوسری سطر میں ”رسول“ اور تیسری سطر میں لفظ ”اللہ“ تھا۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن 6 ہجری حدیبیہ سے واپسی پر بادشاہان عالم کے نام خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا اور 7 ہجری میں خطوط روانہ فرمائے۔ جن کا تذکرہ سن 7 ہجری کے تحت آ رہا ہے۔

غزوہ ذی قرد / غابہ:

سن 6 ہجری ماہ ذوالحجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے 35 کلومیٹر دور قبیلہ غطفان سے متصل علاقے ”ذوقرد“ کی طرف تشریف لے گئے۔

فائدہ: قرد ایک چشمہ کا نام تھا۔ قرد اصل میں معمولی درجے کی اون کو کہتے ہیں۔ اس کو غزوہ غابہ بھی کہا جاتا ہے۔ غابہ کا معنی جنگل / گھنے درختوں کی جھاڑی۔

غزوے کا سبب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی لحيان سے واپس لوٹے مدینہ منورہ میں چند راتیں ہی گزاری تھیں کہ آپ کو معلوم ہوا کہ عیینہ بن حصن نے غطفان کے 40 سواروں کے ساتھ مل کر اُس چراگاہ پر حملہ کیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرا کرتے تھے، یہ چراگاہ مدینہ سے باہر مقام احد کی جانب تھی۔ حضرت رباح رضی اللہ عنہ ان اونٹوں کی نگرانی کرتے تھے۔

اسی دن حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ چراگاہ کے قریب جا رہے تھے کہ ان کے غلام طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی ان کا گھوڑا لے کر آگئے۔ جب عیینہ بن حصن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ / اونٹنیاں بھگا کر لے گیا تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا حضرت رباح رضی اللہ عنہ کو دیا کہ جلدی سے مدینہ

منورہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع کرو۔

اور خود ایک پہاڑی پر چڑھ کر تین مرتبہ یا صبحا (صبح کے وقت کا حملہ) کہا اور ان کی طرف تیزی سے لپکے۔

دشمنوں کا تعاقب:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ دشمنوں کا پیچھا کرتے رہے جب وہ ایک پہاڑ کے تنگ راستے سے گزرنے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ پر چڑھ کر ان کے اوپر پتھر گراننا شروع کر دیے مجبوراً اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اونٹوں کو وہیں چھوڑ دیا کچھ فاصلے پر جا کر بوجھ کم کرنے کے لیے تیس کے قریب چادریں اور نیزے اور ڈھالیں بھی پھینک دیں۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ان چادروں، نیزوں اور ڈھالوں پر نشانی کے طور پر کچھ پتھر رکھتے گئے اور مسلسل ان کا تعاقب کرتے رہے۔

مدینہ سے قافلہ چلا:

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی کہ وہ اپنی قوم (خزرج) کے 300 افراد مدینہ منورہ کا پہرہ دیں اور خود 500 یا 700 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مقابلے کے لیے نکلیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے پہلے حضرت مقداد بن عمرو (ابن اسود) گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے، ان کے بعد عباد بن بشر اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم پھر باقی گھڑ سوار حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔

حضرت آخرم اسدی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

قافلے میں سے سب سے پہلے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ دشمن تک پہنچے اور ان کو لکار کر کہا: اے ملعونو! بھاگتے کہاں ہو رو تاکہ مہاجرین و انصاریوں سے نمٹ لیں۔ اخرم رضی اللہ عنہ نے دشمن کے گھوڑے کو زخمی کیا مگر ایک مشرک نے آپ رضی اللہ عنہ پر نیزے سے حملہ کیا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد اسی دشمن نے اپنے گھوڑے کو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی طرف موڑا، ان کے گھوڑے پر حملہ کیا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے جوابی حملہ کرتے ہوئے اس دشمن کو جہنم رسید کیا۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو دو حصے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ سامان (مال غنیمت) پیش کیا گیا جو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے دشمنوں سے حاصل کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تقسیم فرمایا اس میں سے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو دو حصے دیے گئے۔

مدینہ منورہ واپسی:

تقریباً پانچ دن قیام فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ”مدین“ کی طرف بھیجا۔ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام ضمیرہ تھے۔ اس سریہ میں کچھ قیدی ہاتھ آئے۔

ظہار کا حکم نازل ہوا:

سن 6 ہجری میں ظہار کا حکم نازل ہوا۔

”ظہار“ کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو محرماتِ ابدیہ کے ایسے حصے کے ساتھ تشبیہ دے کہ جس کو دیکھنا اس کے لیے جائز نہ ہو۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرو۔ اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے (جیسا کہ آج کل غلاموں کا وجود ہی نہیں رہا) تو دو ماہ مسلسل روزے رکھو۔ دو ماہ مسلسل روزے نہیں رکھ سکتے بڑھاپے کی وجہ سے یا کسی بیماری کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے تو پھر ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ یا ساٹھ مسکینوں کو صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے دو۔

واقعہ ظہار:

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ غریب تھے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس تو کوئی غلام نہیں ہے۔ فرمایا: روزے رکھو! کہا کہ جی میں تو آنکھوں کا مریض ہوں، میں تو دن میں تین بار کھانا نہ کھاؤں تو میری بینائی ختم ہونے کا خطرہ ہے۔ فرمایا کہ پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ کہا کہ میری تو اس کی بھی استطاعت نہیں ہے، ہاں اگر آپ مدد کر دیں تو کچھ کر سکوں گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ غلہ دیا اور کچھ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیا۔ یوں جمع کر کے 60 مساکین کا فدیہ ان کو دیا جو انہوں نے مساکین میں تقسیم کیا اور یوں مسئلہ حل ہو گیا۔

وفدِ جذام:

سن 6 ہجری میں قبیلہ جذام کے ایک شخص حضرت رفاعہ بن زید بن وہب الجذامی رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے کی ایک جماعت کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قبولِ اسلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے نام ایک خط مبارک لکھا جس میں انہیں دو ماہ کی مہلت دی گئی کہ وہ اسلام قبول کر لیں۔ چنانچہ سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حبشی غلام مُدعم ہدیہ میں پیش کیا۔ اسی قبیلہ (جذام) کے ایک شخص فر وہ بن عمر و النافرہ نے اپنے قبولِ اسلام کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجی اور ساتھ میں ایک خچر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح:

سن 6 ہجری میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نکاح ہوا۔ آپ کا نام رملہ بنت ابی سفیان بن حرب ہے۔ حبشہ کی طرف اپنے خاوند سمیت ہجرت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے خاوند عبید اللہ بن جحش مرتد ہو گئے۔ اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا، سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ آپ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے رضا و رغبت معلوم کر کے ان کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔

نجاشی نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے سب دکھ بھول گئے، آپ رضی اللہ عنہا نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور پیغام لانے والی باندی اُبرہہ کو اپنے ننگن، انگوٹھیاں اور زیور اتار کر ہدیہ کر دیا اور خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں سیدہ ام حبیبہ

رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور 4000 درہم حق مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ادا کیا، یہ رقم سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل نکاح حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے اس رقم میں سے کچھ اس باندی کو دی جس نے نکاح کی خوشخبری سنائی تھی لیکن اس باندی نے رقم اور دیگر زیورات وغیرہ آپ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے جو کل اس باندی نے لیے تھے اور کہنے لگی کہ بادشاہ سلامت کا یہی حکم ہے۔ خود نجاشی نے اس خوشی میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بیش قیمت تحائف اور قیمتی خوشبوئیں ہدیہ کے طور پر بھیجیں۔ اسی مجلس میں نکاح کی تقریب میں شرکت کرنے والوں کو کھانا بھی کھلایا گیا۔ اس کے بعد سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز میں خیبر کے راستے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ سن 7 ہجری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ہی میں تشریف فرما تھے کہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس پہنچ گئیں۔

حج کا حکم نازل ہوا:

سن 6 ہجری میں حج کا حکم نازل ہوا، اگرچہ اس کے علاوہ ایک قول سن 9 ہجری اور ایک قول سن 10 ہجری کا بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کے پیش نظر اسی سال حج نہ فرمایا، 9 ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا، اور خود سن 10 ہجری میں حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

سر یہ عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ:

سن 6 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان بن حرب کے قتل کے لیے بھیجا۔ وجہ یہ تھی کہ ابوسفیان نے ایک

آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے بھیجا تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ مکہ آئے، ابوسفیان نہ ملے لیکن دو کافروں کو راستے میں قتل کیا۔ اس کے بعد دو آدمیوں سے ملے جو قریش کی طرف سے جاسوسی پر تھے ان میں سے ایک کو حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا اور دوسرے کو قید کر کے مدینہ لے آئے۔

مشق نمبر 6

مختصر جواب دیں:

1. حدیبیہ کہاں واقع ہے؟
2. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا افواہ پھیلی؟
3. بیعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف کریں۔
4. بیعت رضوان کے قریش پر کیا اثرات پڑے؟
5. صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے دو شرائط لکھیں۔
6. صلح حدیبیہ کے فوائد کیا تھے؟
7. معوذتین کن سورتوں کو کہا جاتا ہے؟
8. ظہار کی تعریف کیا ہے؟
9. کفارہ ظہار کیا ہے؟
10. حکم ظہار کے نزول کا سبب کون تھا؟ نام لکھیں۔
11. سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام کیا ہے؟

خالی جگہ پر کریں:

1. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بغیر ہر گز..... نہیں کروں گا۔
2. عہد نامہ کی ایک شرط یہ تھی کہ..... سال تک فریقین کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہوگی۔
3. آپ ﷺ کی انگوٹھی مبارک کا نقش میں بالترتیب..... لکھا ہوا تھا۔

4. سن ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے سفیر بنا کر مکہ بھیجا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

2: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے کی جانے والی بیعت کو کہتے ہیں:

بیعت رضوان بیعت علی الاسلام بیعت علی ارکان الاسلام

3: صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کے محافظ تھے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ

4: سہیل کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا ان کا ارادہ کرنے کا ہے۔

جنگ صلح عمرہ

5: معوذتین دوسورتوں کو کہتے ہیں:

الفیل اور القریش الفلق اور الناس الفاتحہ اور البقرۃ

سن 7 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا یہود کا دیس نکالا دینا، غزوہ خیبر، حرمت متعہ
 وفد دوس کی آمد، کھانے میں زہر، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی، غزوہ وادی القریٰ
 غزوہ ذات الرقاع، عمرۃ القضاء، کعبہ کے چھت پر اذان
 سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی، وفد اشعریین کی آمد
 بادشاہان عالم کے نام خطوط، کنیز رسول سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا
 ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سر یہ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”نجد“ کی طرف بھیجا۔ یہ سر یہ غزوہ خیبر سے پہلے تھا، جب یہ لوگ واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس لئے مالِ غنیمت سے مستقل ان کو حصہ نہ ملا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عطیہ انہیں کچھ عنایت فرمایا۔

غزوہ خیبر:

سن 7 ہجری محرم الحرام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے تقریباً 184 کلومیٹر دور ”خیبر“ کی طرف رخ فرمایا۔ یہ مدینہ کے شمال مغرب میں یہودیوں کی ایک کالونی آباد تھی، جو نہایت زرخیز تھی۔ یہاں یہودیوں نے چند قلعے بنا رکھے تھے۔
فائدہ: خیبر کو جعفر کی طرح پڑھا جاتا ہے یعنی رخ پر زبر کے ساتھ۔ خیبر؛ قومِ عمالقہ میں ایک شخص کا نام تھا، وہ جس جگہ آکر آباد ہوا اسی جگہ کا نام خیبر پڑ گیا، خیبر اور یثرب دونوں بھائی تھے۔ یثرب جس جگہ آباد ہوا اسی کے نام پر اس جگہ کا نام رکھ لیا گیا۔ مدینہ منورہ کو پہلے یثرب کہا جاتا تھا۔

غزوے کا سبب:

یہود دیگر قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر مدینہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے ایک عرصے سے جنگی اسلحہ جمع کر رکھا تھا۔ قبیلہ بنو غطفان اور قبیلہ بنو اسد کو نصف کھجوروں کے باغات کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تیاریوں اور اسلحہ جمع کرنے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت سباع بن عُرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور خود 1400 پیدل جبکہ 200 سواروں کے قافلے کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

منافقین کی خفیہ سازش:

رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی نے یہودیوں کو خفیہ طور پر مسلمانوں کی رواگئی کی اطلاع دے دی۔ پہلے تو یہود نے کھلے میدان میں لڑنے کا فیصلہ کیا اور ایک میدان میں نکل آئے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے میں کچھ دن لگ جائیں گے، چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام رجع میں فوجیں اتاریں۔ خیمے، مستورات اور بار برداری کا سامان یہاں اتار دیا گیا جبکہ اصل لشکر نے خیبر کا رخ کیا۔

خیبر آمد، یہود کی بزدلی:

مقام صہباء پر پہنچ کر نماز عصر ادا کی گئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ستونوش کیے۔ رات ہوتے ہوتے لشکر خیبر کے قریب پہنچ گیا تھا اور عمارتیں نظر آنے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنے کا حکم دیا اور یہاں رُک کر دعا فرمائی۔ دوسرے دن خیبر پہنچ گئے، یہود ایسی بزدل قوم تھی کہ جب انہوں نے اہل اسلام کی جنگی تیاریاں دیکھیں تو کھلے میدان کے بجائے قلعہ بند ہو کر لڑنے کو ترجیح دی۔

خیبر کے مشہور قلعے:

خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی، ایک حصے میں پانچ قلعے تھے۔

قلعہ ناعم قلعہ صعب بن معاذ قلعہ زبیر قلعہ اُبی قلعہ نزار

ان میں سے تین قلعوں پر مشتمل علاقہ نطاہ کہلاتا تھا اور بقیہ دو قلعوں پر مشتمل علاقہ شقن کے نام سے مشہور تھا۔ خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ ”متیبہ“ کہلاتا تھا۔

اس میں صرف تین قلعے تھے:

قلعہ قموص قلعہ و طیح قلعہ سلام

یہودیوں نے اپنی خواتین اور بچے قلعہ قموص اور نطاۃ میں جبکہ دیگر سامان و اسلحہ وغیرہ قلعہ ناعم میں محفوظ کر لیا اور ان پر تیر انداز مقرر کر دیے۔ مسلمانوں نے پانچ قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کیا جس میں 50 مجاہدین زخمی اور ایک شہید ہوئے۔

قلعہ قموص کی فتح:

قلعہ قموص سب سے بنیادی اور بڑا قلعہ تھا جو ایک پہاڑی پر بنا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قلعے کو فتح کرنے کے لیے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا لیکن یہ فتح نہ ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کل میں (لشکر اسلام کا) جھنڈا اسے دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ شکست کھانے والا اور بھاگنے والا نہیں ہے۔ خدا اس کے ہاتھوں سے فتح عطا کرے گا۔“ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہش کرنے لگے کہ کاش یہ سعادت انہیں نصیب ہو۔

معجزہ نبوی کا ظہور:

دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ انہیں آنکھ کی تکلیف ہے اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کی آنکھ پر لگایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی۔

حارث پہلوان یہودی کا قتل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں اترے تو یہودیوں کا مشہور پہلوان

مرحب کا بھائی حارث مسلمانوں پر حملہ آور ہوا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ہی وار میں قتل کر دیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔

مرحب پہلوان یہودی کا قتل:

اس کے بعد مرحب رجز (جنگی اشعار) پڑھتا ہوا میدان میں اترا، اس نے زرہ اور خود پہنی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی جواب میں رجز پڑھا اور مرحب کے سر پر اتنے زور سے تلوار کا وار کیا جس سے خود دو ٹکڑے ہو گئی اور مرحب دو دھڑوں میں کٹ گیا۔

اسلامی لشکر قلعہ میں داخل ہوا:

اس کی ہلاکت کے بعد باقی یہودی خوفزدہ ہو کر قلعہ میں جا گھسے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے دروازے کو دونوں ہاتھوں سے پورے زور سے اکھاڑ لیا، اس کے بعد آپ نے اس دروازے کو قلعہ قموص کے آگے والے گڑھے پر رکھا تا کہ اسلامی فوج گھوڑوں سمیت قلعہ میں داخل ہو سکے، اسلامی فوج داخل ہوئی، یہودی سہم گئے، انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور قلعہ قموص بھی فتح ہو گیا۔

قرمان ظفری کا واقعہ:

انصار کے قبیلہ بنو ظفر کا ایک شخص قرمان الظفری مدعی اسلام (جبکہ حقیقتاً منافق) تھا، غزوہ خیبر میں اہل اسلام کی طرف سے شریک ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ جہنمی ہے۔ یہ شخص جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی ظاہری حالت کی وجہ سے تعجب ہوا، حضرت اکثم بن ابی الجون الخزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہنے لگا تا کہ فرمان نبوت کی تصدیق عین الیقین کے درجہ میں کر سکوں۔ میدان میں

اسے زخم آئے جس کی وجہ سے اسے شدید تکلیف ہوئی اور اس نے خود کشی کر لی۔ حضرت اکثم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سارا معاملہ عرض کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی (دیگر باتوں کی طرح) اس بات میں بھی تصدیق فرمادی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھو اور یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مومن ہی جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کبھی فاجر شخص کے ذریعے بھی اس دین کی مدد فرماتے ہیں۔

اس غزوے میں 93 یہودی ہلاک ہوئے جبکہ 15 مسلمان شہادت کے اعلیٰ

مقام پر فائز ہوئے۔

غزوہ خیبر میں چند معجزات کا ظہور:

1: اس غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! سخت بھوک لگی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بکریاں ذبح کرو۔ انہیں ذبح کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ 1600 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں خوب سیر ہو کر کھایا۔

2: اس غزوہ میں ایک یہودی کا حبشی غلام جس کا نام اسلم ہے، اس نے اسلام قبول کیا اور عرض کی کہ میں نے یہود کی بکریاں چرائی تھیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالکوں تک پہنچانا لازمی ہے۔ اسلم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کس طرح واپس کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریوں پر اللہ کا نام لے کر مالکوں کی طرف روانہ کر دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا چنانچہ ہر بکری اپنے اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی۔

3: اس غزوہ میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر سخت چوٹ لگی

جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پنڈلی پر تین مرتبہ دم کیا۔ وہ فوراً ٹھیک ہو گئے اور دوبارہ کبھی درد نہ ہوا۔

حرمتِ متعہ:

سن 7 ہجری ماہِ محرم میں متعہ حرام قرار دیا گیا۔ اس بات کو سمجھنے سے پہلے ایک تمہید سمجھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظِ متعہ تمتع یا متاع سے ماخوذ ہے، تمتع کا معنی انقاع ہے اور متاع کا معنی سامان ہے۔ لغت میں متعہ کا معنی یہ ہے: مَا يُسْتَمْتَعُ بِهِ۔ ہر ایسی چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں ابتدائے اسلام میں جس متعہ کا تذکرہ ملتا ہے جو بعد میں منسوخ ہو گیا، اسے نکاحِ موقت کہتے ہیں۔

نکاحِ موقت میں لفظ نکاح، ایجاب و قبول، گواہ، حق مہر، دعوتِ ولیمہ اور آخر میں عدت سب احکام موجود ہوتے تھے۔ عام نکاح اور نکاحِ موقت میں صرف وقت کا فرق ہوتا تھا۔ عام نکاح میں مدت بیان نہیں کی جاتی تھی جبکہ نکاحِ موقت (متعہ) میں مدت بیان کر دی جاتی تھی۔

متعہ کی منسوخی:

شروع اسلام میں متعہ (نکاحِ موقت) جائز تھا۔ غزوہ خیبر کے موقع پر ممنوع ٹھہرا، فتح مکہ کے موقع پر ایک محدود مدت کے لئے اس کی رخصت دی گئی، اس کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام قرار دے دیا گیا۔

مفتی بغداد علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمہ اللہ (المتوفی: 1270ھ)

فرماتے ہیں:

وَالصَّوَابُ الْمَحْتَارُ أَنَّ التَّحْرِيمَ وَالْإِبَاحَةَ كَانَا مَرَّتَيْنِ وَكَانَتْ

حَلَالًا قَبْلَ يَوْمِ حَيْبَرَ ثُمَّ حُرِّمَتْ يَوْمَ حَيْبَرَ. ثُمَّ أُبِيحَتْ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ
يَوْمُ أَوْطَاسٍ لِاتِّصَالِهِمَا، ثُمَّ حُرِّمَتْ يَوْمَ مَيْدٍ بَعْدَ ثَلَاثِ تَحْرِيْمَاتٍ مُؤَبَّدًا إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ وَاسْتَمَرَ التَّحْرِيمُ.

تفسیر روح المعانی، سورۃ النساء، تحت آیت: 24:

ترجمہ: درست قول یہ ہے کہ منع کی حرمت و اباحت دو مرتبہ ہوئی، غزوہ خیبر سے
قبل حلال تھا پھر غزوہ خیبر کے موقع پر حرام قرار دیا گیا، پھر فتح مکہ کے موقع پر مباح
قرار دیا گیا اور یہی غزوہ اوطاس کا موقع تھا۔ دونوں کے زمانہ کی قربت کی وجہ سے ایک
شمار کیا گیا۔ پھر تین دن کی اباحت کے بعد تا قیامت ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا
گیا، اب اس کی حرمت ہمیشہ جاری رہے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُنْعَةِ النِّسَاءِ وَعَنْ حُجُومِ الْحُمْرِ
الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ حَيْبَرَ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1121

ترجمہ: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں
کے گوشت کھانے اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (البتونی: 279ھ) حرمت متعہ

سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَبْلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ
مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
شَيْءٌ مِّنَ الرُّحْصَةِ فِي الْمُنْعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ حَيْثُ أَخْبَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح درجے کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام، فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ کا اس پر عمل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کی رخصت کے حوالے سے روایت مروی ہے لیکن جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی تو انہوں نے اپنے رخصت والے قول سے رجوع فرمایا تھا۔

تنبیہ: روافض کے ہاں جس متعہ کا تصور ہے وہ زنا ہے۔ اس میں نہ لفظ نکاح ہے، نہ ایجاب و قبول، نہ گواہ، نہ حق مہر، نہ دعوت ولیمہ اور نہ ہی مدت گزرنے کے بعد عدت وفد دوس:

سن 7 ہجری غزوہ خیبر کے دنوں میں قبیلہ دوس کا 400 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ سب لوگ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی محنت کا نتیجہ تھا جو قبل از ہجرت مسلمان ہو چکے تھے۔

خیبر کی نصف پیداوار:

فتح کے بعد خیبر کی زمین تقسیم کی گئی لیکن اہل خیبر نے گزارش کی کہ زمین ایسے ہی رہنے دی جائے، ہم پیداوار کا نصف ادا کیا کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا اور کٹائی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیتے جو فصل کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اہل خیبر سے کہتے کہ ان میں سے جو حصہ چاہو لے لو۔

کھانے میں زہر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے بعد کچھ عرصہ تک خیبر میں مقیم رہے، تمام تر

امن و امان کے باوجود بھی یہودیوں کی اسلام دشمن سازشیں ختم نہ ہوئیں۔ اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرحب کی بھابھی زینب نے کھانے کی دعوت دی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوالہ لینے کے بعد کھانے سے ہاتھ روک لیا جبکہ ایک صحابی حضرت بشر بن براء المعرور رضی اللہ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا۔ زہر کی وجہ سے حضرت بشر بن براء المعرور انصاری رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم:

غزوہ خیبر میں کئی نامور پہلوان جنگ جو اور یہودیوں کے سردار مارے گئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے سارے افراد اسی غزوے میں قتل کر دیے گئے یا جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ جنگ کے بعد تمام قیدی اور مالِ غنیمت ایک جگہ جمع کئے گئے۔

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ:

اسی دوران حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ایک رشتہ دار خاتون کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ پکڑ کر لائے۔ راستے میں مقتولین کی لاشیں خاک و خون لتھری ہوئی پڑی تھیں، ان میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے والد، بھائی، شوہر اور خاندان کے بعض دوسرے لوگوں کی بھی لاشیں تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان لاشوں کو دیکھا لیکن نخل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جبکہ آپ کے ساتھ قید ہونے والی دوسری خاتون نے جب لاشیں دیکھیں تو بے قابو ہو کر رونا پینٹنا شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس عورت کے رونے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تربیت کرتے ہوئے فرمایا: ”بلال تمہارے دل میں رحم

پیدا نہیں ہوا کہ ان عورتوں کو اس راستے سے لائے ہو جہاں ان کے باپ اور بھائی خاک و خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔“

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قیدیوں کے پاس بیٹھ گئیں۔ جب مالِ غنیمت تقسیم ہونے لگا تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدہ صفیہ کی حیثیت کا خیال فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! صفیہ؛ بنی قریظہ اور بنو نضیر کی رئیس زادی ہے، خاندانی وقار کے پیش نظر وہ ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زیادہ موزوں ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ قبول فرمایا اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دوسری لونڈی عطا فرما کر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا اور یہ اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے گھر چلی جائیں اور اگر چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آجائیں۔ اسی موقع پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اہل ایمان کی صف میں شامل ہو گئیں۔

ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 7 ہجری ماہ صفر المظفر میں ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔

ابراہیم بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: جب صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ”تمہارے والد برابر میرے سخت ترین یہودی دشمنوں میں سے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔“ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد

فرمایا: ”فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں اپنے پاس ہی روک لوں گا اور اگر تم یہودیت پر برقرار رہنا چاہو تو ایسا ہے کہ میں تمہیں آزاد کیے دیتا ہوں، تم اپنی قوم کے پاس چلی جاؤ۔“

عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں تو آپ کے دعوت دینے سے پہلے ہی سے اسلام کی مشتاق تھی اور دل سے آپ کی تصدیق کر چکی تھی۔ جب میں یہاں آئی ہوں تب بھی مجھے یہودیت میں کوئی رغبت نہیں تھی اور اب تو نہ ان میں میرا باپ ہے نہ کوئی بھائی۔ آپ نے مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا ہے تو میرا فیصلہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مجھے آزادی اور اپنی قوم میں کوٹنے سے زیادہ عزیز ہیں۔

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنا ہی پسند فرمایا، خیبر سے واپسی پر جب آپ سد الروحاء کے مقام پر پہنچے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ماہواری سے پاک ہوئیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، شبِ عروسی گزاری اور دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و لیمہ کی۔ ان کا حق مہر خود ان کی اپنی آزادی تھی۔ یہاں سے چلتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو خود اپنے اونٹ پر سوار فرمایا اور خود اپنی چادر مبارک سے ان پر پردہ کیا۔

غزوہ وادی القریٰ:

سن 7 ہجری ماہ صفر میں غزوہ خیبر سے واپسی پر خیبر اور مدینہ کے درمیان ”وادی القریٰ“ (جو شام سے آنے والے حاجیوں کا راستہ تھا) پر یہودیوں کی آبادی تھی، خیبر سے واپسی پر ان سے مقابلہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دن تک ان کا محاصرہ کیا۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ہوئی، بہت سارا مال غنیمت ہاتھ آیا۔

غزوہ ذات الرقاع:

7 ہجری ماہ جمادی الاولیٰ میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے ”ذات الرقاع“ کی طرف تشریف لے گئے۔

ذات الرقاع کہنے کی وجہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس غزوہ کو ذات الرقاع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس غزوہ میں کثرت سے پیدل چلنے کی وجہ سے پیر پھٹ گئے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے پیروں پر کپڑوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لپیٹے تھے، اس لیے ذات الرقاع کہتے ہیں۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام ہے اور جس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اس جگہ سیاہ، سفید اور سرخ نشانات تھے۔

غزوے کا سبب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو عطفان کی ایک شاخ محارب اور دوسری بنی ثعلبہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خبر پہنچتے ہی 400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر مقام نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں آکر بنو عطفان کے کچھ لوگوں سے آمناسا منا ہوا لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

غزوہ ذات الرقاع میں چند معجزات کا ظہور:

1: اسی غزوہ کے موقع پر حضرت علبہ بن زید الحارثی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شتر مرغ کے چند انڈے لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں (پکا کر) ایک بڑے پیالے میں رکھو اور کھاؤ! اس وقت 7 سے 8 سو تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو کھایا مگر انڈے جوں کے توں باقی رہے۔

2: اسی غزوہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے وادی سے باہر تشریف لے گئے لیکن پردہ کی جگہ میسر نہ آئی، وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔ وہ زمین کو چیرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی شانوں کو جھکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آڑ بنائی۔ آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو دونوں درخت اپنی جگہ پر واپس چلے گئے اور پہلے کی طرح اپنے تنوں پر قائم ہو گئے۔

3: اسی غزوہ کے موقع پر ایک خاتون اپنے بچے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی اور عرض کی کہ اسے جنون کا مرض ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنا لعاب مبارک لگایا تو وہ اسی وقت تندرست ہو گیا۔

4: اسی غزوہ سے واپسی پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کمزور اونٹ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنکانے اور چلانے کے لیے ایک کوڑا مارا اور دعا بھی دی جس کی برکت سے وہ تیز رفتار ہو گیا۔ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے خرید لیا اور رقم مدینہ جا کر دی۔ رقم کی ادائیگی کے بعد وہ اونٹ بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا اور فرمایا: اونٹ بھی لے جاؤ اور قیمت بھی۔

5: اسی غزوہ سے واپسی پر یہ واقعہ پیش آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں آرام فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار درخت پر لٹکا رکھی تھی۔ ایک مشرک آیا، اس نے تلوار اتار لی اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم پر تان کر کھڑا ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگا کہ بتاؤ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تسلی و اطمینان سے فرمایا: اللہ... تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھالی اور فرمایا: اب بتا دیجئے مجھ سے کون بچائے گا؟ تو اس نے کہا: کوئی نہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کیا۔

فائدہ: یہ شخص (غورث بن حارث) مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنے قبیلہ میں اسلام کی دعوت دی۔ ان کی محنت کی وجہ سے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ عنہ

پہرے کی باری:

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھاٹی پر ٹھہرے۔ حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کو درہ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ دونوں اصحاب نے آپس میں یہ طے کیا کہ رات کے پہلے پہر میں حضرت عباد رضی اللہ عنہ اور رات کے آخری پہر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جاگیں گے۔

نمازِ عشق کی ادائیگی:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تو سو گئے اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے نماز کی نیت باندھ لی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ایک کافر نے تیر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کو شدید زخمی کر گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے نماز جاری رکھی کیونکہ محبت الہی آپ رضی اللہ عنہ کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی اس لیے نماز پر فرق نہ آنے دیا۔ تیر نکال کر پھینک دیا اور زخم سے خون بہنے لگا لیکن نماز کو ختم نہ کیا تو پھر دوسرا تیر لگا لیکن خدا کے عاشق نے عشق سے بھری نماز میں فرق نہ آنے دیا۔

اسی طرح تیسرا تیر لگا تو اب اندیشہ ہوا کہ کہیں جان چلی جائے اور کفار حملہ

کردیں تو مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ اس ڈر سے نماز مکمل کرنے کے بعد جلدی سے دوسرے ساتھی کو جگا دیا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے یہ زخم والی حالت دیکھی تو فرمایا کہ پہلے کیوں نہ جگایا تو فرمانے لگے کہ میں نے قرآن کریم کی ایک سورۃ شروع کی تھی اور اسے نامکمل نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

فائدہ: خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، مذکورہ واقعہ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

سر یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ شعبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقام ”ثربہ“ کی طرف بھیجا۔ اس وقت وہاں ”بنو ہوازن“ آباد تھے۔ ان لوگوں کو پہلے سے خبر ہو گئی اس لیے وہاں سے بھاگ گئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

سر یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ شعبان ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو کلاب“ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ اس وقت وادی القریٰ میں آباد تھے، مسلمانوں نے کفار کے کچھ لوگ قتل کئے اور کچھ قید کئے۔

سر یہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ:

سن 7 ہجری ماہ شعبان ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن

سعد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو مُرہ“ کی طرف مقام ”فدک“ بھیجا۔ سخت جنگ ہوئی اور یہ لوگ مالِ غنیمت کے طور پر اونٹ اور بکریاں لے کر واپس آئے۔

سر یہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:

7 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو عوال اور بنو عبد بن ثعلبہ“ کی طرف بھیجا۔ کفار کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ یہ لوگ غنیمت کے طور پر اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس لوٹے۔

سر یہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ:

7 ہجری ماہ شوال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”یین اور جبار“ (وادی القری کے قریب دو جگہوں کے نام ہیں) کی طرف بھیجا۔ اس وقت یہاں بنو غطفان آباد تھے۔ کفار کے ساتھ مقابلہ ہوا اور یہ لوگ مالِ غنیمت کے طور پر مویشی لے کر واپس آئے اور دو آدمیوں کو گرفتار کیا جو بعد میں مسلمان ہوئے۔

عمرة القضاء:

7 ہجری یکم ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرہ کے لیے تشریف لے گئے جو پچھلے سال حدیبیہ میں ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کی ادائیگی فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ

القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوا بَيْنِي الْكُفَّارِ عَنْ سِدِّيهِ

کفار کے بچو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو!

الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ

ہم تم کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق

ضربا کریں گے اور اسی کے مطابق

وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

اور دوست کو دوست بھول جائے گا

اور دوست کو دوست بھول جائے گا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عبد اللہ بن رواحہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور وہ بھی حرم کی سر زمین پر شعر پڑھتے ہو؟! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دو (یعنی شعر پڑھنے دو) کفار پر یہ شعر تیروں سے زیادہ اثر کر رہے ہیں۔

طواف میں رمل (پہلو انوں کی طرح کندھے ہلانا):

سن 7 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد حرام میں داخل ہوئے تو چند لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر کہا کہ یثرب کے بخار نے انہیں لاغر و کمزور کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفار کے خیال کی تردید کے لیے طواف کے پہلے تین چکر پہلو انوں کی طرح کندھوں کو ہلا کر لگاؤ اور باقی چار چکر عام رفتار سے پورے کرو۔

کعبہ کی چھت پر اذان:

سن 7 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔
 اُمّہ بنتِ حمزہ رضی اللہ عنہا کی کفالت:

سن 7 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں عمرۃ القضاء سے واپسی پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کسمن بیٹی اُمّہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا! چچا! پکارتی ہوئی آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بچی کے اٹھانے کا حکم دیا۔ مدینہ پہنچ کر اس بچی کی کفالت کا معاملہ پیش آیا۔ حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں اس کی کفالت کروں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے اور مزید یہ کہ مکہ سے میں ہی لے کر آیا ہوں۔ حضرت زید بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے کیونکہ عقد مواخات کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور میری مواخات قائم فرمائی تھی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کا فیصلہ بچی کی خالہ کے حق میں کرتے ہوئے فرمایا کہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے۔

ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی:

اسی دوران جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کو ادا فرما چکے تھے اور مکہ مکرمہ ہی میں تشریف فرما تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول

اللہ! آپ برہ (میمونہ) بنت حارث کو اپنے رشتہ ازدواج سے جوڑ لیں چونکہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہ خاندانی طور پر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح جانتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے خوب واقف تھے۔

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ ان سے نکاح فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے 400 درہم حق مہر کے عوض آپ کا نکاح کر دیا۔ مکہ سے روانگی:

صلح حدیبیہ کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آئندہ سال مسلمان صرف تین دن مکہ میں رہیں گے۔ شرط کے مطابق مدت قیام بھی پوری ہو چکی تھی۔ سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبد العزیٰ قریش کی جانب سے دربار رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور کہا: شرط کے مطابق چونکہ مدت قیام ختم ہو گئی ہے لہذا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ واپس تشریف لے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روانگی کا حکم دیا اور خود بھی مکہ سے چل پڑے۔

اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے ہمارے قافلے تک پہنچائیں۔ چنانچہ ابورافع رضی اللہ عنہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقررہ مقام (سرف) س پر زبر اور راء کے نیچے زیر کے ساتھ) تک بخیر و عافیت لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 400 درہم حق مہر ادا کیا۔

مبارک نکاح کی برکات:

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدا کنشی نام برہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھ دیا۔ میمونہ کا مطلب ہوتا ہے باعث برکت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اس نام کو منتخب کرنے کی کئی پوشیدہ حکمتیں بھی ہوں گی لیکن جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے اگلے سال عمرۃ القضاء کی ادائیگی نے مسلمانوں کی شان و شوکت اور دین اسلام پر جانثاری نے اہل مکہ پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے، کفار و مشرکین مکہ کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ صرف چند بدگمانیاں باقی تھیں، انہیں یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر اہل مکہ کے ساتھ مسلمانوں کا مزید کچھ میل جول اور رہا تو سارے مکہ والے اسلام قبول کر لیں گے۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ صلح حدیبیہ میں کفار کی طرف سے یہ شرط بطور خاص تھی کہ آئندہ سال مسلمان تین دن کے اندر اندر عمرہ کر کے واپس چلے جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش یہی تھی کہ یہ لوگ اسلام قبول کر لیں اور اس مبارک خواہش کی تکمیل کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیلیں، سختیاں برداشت کیں اور ظلم و ناانصافی کو سہتے رہے۔

اس لیے بیوہ و بے آسرا نیک خاتون کو سہارا دینے کے ساتھ ساتھ آپ کے پیش نظر اس وقت کے معروضی حالات بھی تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ اس نکاح سے فوائد و ثمرات میں اہل مکہ کے بااثر شخصیات کے علاوہ اہل نجد کے لوگ بھی اسلام کے قریب آجائیں گے، اسلامی اخلاق و تعلیمات کا قریب سے مشاہدہ کریں گے تو جو بدگمانیاں اذہان و قلوب میں گردش کر رہی ہیں وہ ختم ہو جائیں گی۔

ایسے ہی ہوا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والے مکہ کے بااثر

لوگوں میں سے تھے۔ اس نکاح کے بعد آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اسی موقع حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ (کنجی بردار کعبہ) نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

دوسری طرف اہل نجد کے سردار زیاد بن مالک الہلالی جو کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بہنوئی تھے جب اہل نجد کو اپنے قبیلے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی قرابت داری کا علم ہوا تو وہی لوگ جنہوں نے کبھی دھوکے کے ساتھ 70 مبلغین اسلام کو شہید کرنے کا سنگین جرم کیا تھا اب وہی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی بن گئے اور مسلمان ہو کر اہل اسلام کی اجتماعی قوت میں اضافہ کا سبب بنے۔ اس نکاح کے ذریعے یہ وہ بنیادی حکمتیں تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ہوں گی جن کا علم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔

سر یہ آخرم ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ:

7 ہجری ماہ ذوالحجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آخرم ابن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 50 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سر یہ بنو سلیم کی طرف بھیجا۔ کفار نے سخت حملہ کیا۔ حضرت آخرم رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام حضرات شہید ہوئے اور حضرت آخرم رضی اللہ عنہ 8 ہجری کو مدینہ واپس لوٹے۔

وفد اشعریین:

7 ہجری میں یمن کے معزز قبیلہ ”اشعر“ کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، یہ لوگ بڑے ذوق شوق کے ساتھ آئے۔ جب یہ وفد پہنچا تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ اہل یمن کا وفد آگیا جو نہایت ہی نرم دل ہیں یعنی حکمت و نصیحت کی بات ان کے دل پر اثر کرتی ہے۔

بادشاہانِ عالم کے نام خطوط:

7 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہانِ عالم کے نام خطوط لکھوائے۔ ان میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَبِيصَرَ وَاللَّجَاشِيَّ فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمِهِ فَصَاغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلَقْتُهُ فِضَّةً وَنُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کسری، قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ لوگ مہر کے بغیر خطوط قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور اس میں ”محمد رسول اللہ“ کے الفاظ منقش تھے۔

1... کسریٰ شاہِ فارس (ایران) کے نام خط:

شاہِ فارس کسریٰ کے نام حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ والا نامہ بھیجا۔ کسریٰ بد بخت نے والا نامہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے! چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کے بیٹے شیرویہ نے اسے بری طرح قتل کیا۔ اس کسریٰ کا نام پرویز تھا اور یہ نوشیروان کا پوتا تھا۔ ”کسریٰ“ فارس کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔

خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى كِسْرَى عَظِيمٍ
فَارِسَ سَلَامًا عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَأَمِنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَشَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَدْعُوكَ بِدُعَاءِ اللَّهِ فَإِنِّي أَتَارِسُ
اللَّهُ إِلَى النَّاسِ كَأَفْقَةٍ لَأَنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ فَإِن تَسَلَّمْ
تَسَلَّمْ وَإِن أَبَيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْمَجُوسِ.

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف
سے کسریٰ کے نام جو فارس کا سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو ہدایت
اختیار کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ
اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور
رسول ہیں۔ میں تجھ کو اللہ کے کلمہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اس لیے کہ میں اللہ کا وہ
رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ ان لوگوں کو ڈراؤں جن
کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل ہے) تاکہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری
ہو جائے (اور قیامت کے دن ان کو یہ عذر نہ ہو کہ ہم کو علم نہ تھا) تو اسلام قبول کر لے
تاکہ تو خود بھی سلامت رہے ورنہ تیرے متبعین مجوسیوں (آگ پرستوں) کا وبال بھی
تجھ پر ہوگا (کیونکہ وہ تیرے اقتدار میں گمراہ ہو رہے ہیں)

2... قیصر شاہ روم کے نام خط:

بادشاہ روم کے نام خط حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا۔ قیصر کا
نام ہرقل تھا۔ یہ شخص اسلام تو نہیں لایا مگر اس نے نامہ مبارک کی بڑی عزت و توقیر
کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے تو
ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیے مگر قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی۔

خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلٰی هَرَقْلَ
عَظِیْمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ
الْاِسْلَامِ اَسْلَمْتُ تَسْلَمُ يُوْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِن تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَیْكَ اِثْمَ
الْاَرِیْسِيِّیْنَ ﴿نَابِلُ الْكِنْبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ
بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ فَاِن تَوَلَّوْا فَمُؤَلُّوْا اَشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ
﴿٦٤﴾

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہر قل کی طرف جو کہ روم کا سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے جو ہدایت اختیار کرے۔ حمد و صلوة کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (توحید) کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام لے آتا کہ تو سلامتی سے رہے اور حق تعالیٰ شانہ تجھ کو دہرا اجر عطا فرمائیں اور اگر تو اعراض کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تیری گردن پر ہو گا۔ ”اے اہل کتاب! آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو رب کا درجہ نہ دے۔ اگر اس کے بعد اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم ان سے کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔“

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) سے مکالمہ:

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب خط وہاں پہنچا تو ہم وہیں تھے، ہر قل نے کہا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کی قوم کا کوئی بندہ ہے؟ لوگوں نے کہاں کہاں کہ ہاں! اور لوگ مجھے اس کے پاس لے گئے۔

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ

- ہر قتل نے پوچھا: اس کا نسب کیسا ہے؟
میں نے جواب دیا: بہت اچھا ہے۔
- ہر قتل نے پوچھا: تم میں سے پہلے کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟
میں نے جواب دیا: نہیں۔
- ہر قتل نے پوچھا: ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟
میں نے جواب دیا: نہیں۔
- ہر قتل نے پوچھا: اس کے متبعین شرفاء ہیں یا ضعفاء؟
میں نے جواب دیا: ضعفاء۔
- ہر قتل نے پوچھا: ان کی اتباع کرنے والے بڑھتے ہیں یا کم ہوتے ہیں؟
میں نے جواب دیا: بڑھتے ہیں۔
- ہر قتل نے پوچھا: کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص دین سے پھرا بھی ہے؟
میں نے جواب دیا: نہیں۔
- ہر قتل نے پوچھا: دعویٰ نبوت سے قبل اس کو کبھی جھوٹا پایا؟
میں نے جواب دیا: نہیں۔
- ہر قتل نے پوچھا: کبھی وہ عہد شکنی بھی کرتے ہیں یا نہیں؟
میں نے جواب دیا: نہیں۔
- ہر قتل نے پوچھا: کیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے؟
میں نے جواب دیا: جی ہاں۔

ہر قتل نے پوچھا: تمہاری ان سے جنگ کیسی رہی؟
میں نے جواب دیا: جنگ ہمارے اور ان کے درمیان رسی کے ڈول کی سی ہے، کبھی ہم غالب آجاتے ہیں اور کبھی وہ۔

ہر قتل نے پوچھا: وہ تم لوگوں کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟
میں نے جواب دیا: وہ کہتے ہیں کہ ایک خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جو کچھ تمہارے آباء و اجداد کہتے تھے اسے چھوڑ دو اور وہ ہمیں نماز، روزہ، صلہ رحمی، عفاف وغیرہ کا حکم دیتے ہیں۔

ہر قتل نے کہا: جو کچھ آپ نے بتایا اگر یہ صحیح ہے تو پھر وہ اللہ کے نبی ہیں۔ ہم لوگ جانتے تھے کہ ایک نبی آئے گا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہو گا۔ کہنے لگا کہ کاش ان کی زیارت ہوتی، میں ان کے پاؤں دھو کر پیتا۔ ہر قتل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے یہ اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔ اس کے علاوہ ہر قتل نے خود غزوہ موتہ میں مسلمانوں کے خلاف مقابلہ کیا۔

3... نجاشی شاہ حبشہ کے نام خط:

بادشاہ حبشہ کے نام حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا۔ شاہ حبشہ کا نام ”اصحٰم“ تھا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فوت ہوا تھا۔ اس کا جنازہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پڑھایا تھا۔
خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِيِّ الْاَضْحَمِ

مَلِكِ الْحَبَشَةِ

سَلَامٌ عَلَيْكَ!

فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللَّهُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْمُؤَمِّنُ مِنَ الْمُهَيَّبِينَ وَأَشْهَدُ أَنَّ
عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ الْبُتُولِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِيصَةِ
فَحَمَلَتْ بِعِيسَى فَحَلَقَهُ مِنْ رُوحِهِ وَنَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهِ وَنَفَخَهُ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ
إِلَى اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَالْمُؤَالَاتِ عَلَى طَاعَتِهِ، وَأَنْ تَتَّبِعَنِي وَتُؤْمِنَ بِي وَبِاللَّهِ
جَاءَنِي فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ ابْنَ عَمِّي جَعْفَرَ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ فَإِذَا جَاءُوكَ فَاقْبَلُوهُمْ وَدَعِ التَّجْبُرَ فَإِنِّي أَدْعُوكَ وَجُنُودَكَ إِلَى اللَّهِ
وَقَدْ بَلَّغْتُكَ وَنَصَحْتُكَ فَاقْبَلُوا نَصِيحَتِي وَالسَّلَامَ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهَدَى.

ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحم کے نام۔ آپ پر سلامتی ہو! میں آپ کے سامنے اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ (ایسا) بادشاہ (ہے جو) عیوب سے پاک ہے۔ ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کے کلمہ تھے جسے اللہ تعالیٰ نے پاک صاف کنواری حضرت مریم کے پاس بھیجا اور وہ حاملہ ہو گئیں۔ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص روح سے پیدا کیا اور اس میں جان ڈال دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور اس میں روح پھونکی۔ میں تمہیں اسی وحدہ لا شریک کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لایا ہوں اس پر ایمان لاؤ، بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں آپ کے پاس اپنے چچا زاد جعفر اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھیج رہا ہوں جب وہ آپ کے پاس آئیں جو میری دعوت کا اقرار کر لو اور سرکشی اختیار نہ کرو۔ میں

آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ کی طرف بلا تا ہوں، میں نے حق بات تم تک پہنچا دی ہے اور تمہیں نصیحت بھی کر دی ہے، تم میری نصیحت قبول کرو اور سلامتی اسی شخص پر ہے جو ہدایت کا اتباع کرے۔

4... مُتَّقُو قَسَّ شَاهِ مِصْرَ كَے نام خط:

بادشاہ مصر و اسکندریہ کے نام حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا۔ شاہ مصر کا نام جرتج بن متی قبطی تھا، یہ مسلمان نہیں ہوا لیکن آپ کے لیے ہدایا اور تحائف بھیجے انہی میں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔
خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَى الْمُتَّقُو قَسَّ عَظِیْمِ الْقِبْطِ

سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی!

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ، اَسْلِمُ تَسْلِمًا يُّؤْتِيْكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَاِن تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ ﴿۱﴾ ﴿۲﴾ اِنَّا بَلَّ الْكَيْبَ نَعَالُوْا اِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ، فَاِن تَوَلَّوْا فَقَوْلُوْا اَسْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ: اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے متوقس عظیم قبط کی جانب! اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد!

میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دو گنا اجر عطا فرمائیں گے۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو سارے قبطیوں کی گمراہی کا گناہ تمہارے اوپر ہو گا۔ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی مشترکہ بات پر جمع ہو جائیں کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود نہیں مانتیں گے اور ہم

اس کی ذات و صفات (خاصہ) کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ کے علاوہ کوئی کسی اور کو رب نہ مانے۔ اگر وہ اس عہد و پیمان سے پھر گئے تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو ماننے والے ہیں۔

شاہِ مصر مقوقس کو دعوتِ فکر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ شاہِ مقوقس کے دربار میں پہنچے اور متانت کے ساتھ ان کو جا کر کہا: اے شاہِ مقوقس! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو ربِ اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے نشانِ عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہذا دوسروں سے عبرت حاصل کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت حاصل کریں۔

شاہِ مقوقس سے مکالمہ:

مقوقس: مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں بتائیے! کیا وہ اللہ کے نبی ہیں؟
حاطب رضی اللہ عنہ: وہ نبی ہی نہیں، بلکہ اللہ کے رسول بھی ہیں۔

مقوقس: اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو پھر کیا وجہ ہے جب ان کی قوم نے انہیں اپنی بستی (کہ) سے نکالا تو انہوں نے اس کے لیے اللہ کے عذاب کی بددعا نہیں کی؟
حاطب رضی اللہ عنہ: کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول نہیں

مانتے؟

مقوقس: بالکل مانتے ہیں۔

حاطب رضی اللہ عنہ: آپ بتائیے! جب ان کی قوم نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور انہیں سولی چڑھانے کا ارادہ کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان کی

طرف اٹھالیا تو انہوں نے اس بات کی دعا کیوں نہیں کی کہ ان کا رب بنی اسرائیل کو ہلاک کر دے؟

شاہ مقوقس کا اعتراف:

آپ ایک حکیم (عقل مند) آدمی ہیں اور ایک حکیم (دانا) آدمی کی طرف سے آئے ہیں۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے یہ تحفے آپ کے ساتھ بھیجتا ہوں اور یہ نگہبان (ما بور نام تھا) جو آپ کے علاقے تک آپ کی نگہبانی کریں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا جواب لکھوایا۔

شاہ مقوقس کا خط:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ مِنَ الْمُقَوْسِ عَظِيمِ
الْقِبْطِ - سَلَامٌ عَلَيْكَ! أَمَا بَعْدُ: فَقَدْ قَرَأْتُ كِتَابَكَ وَفَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ فِيهِ وَمَا
تَدْعُو إِلَيْهِ، وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ نَبِيًّا بَقِيَ وَكُنْتُ أَظُنُّ أَنَّهُ يُخْرَجُ بِالشَّامِ وَقَدْ أَكْرَمْتُ
رَسُولَكَ وَبَعَثْتُ إِلَيْكَ بِجَارِيَتَيْنِ لَهُمَا مَكَانٌ فِي الْقِبْطِ عَظِيمٍ وَبِكِسْوَةٍ
وَأَهْدَيْتُ لَكَ بَعْلَةً لِتَرْكَبَهَا.

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

ترجمہ: محمد بن عبد اللہ کے حضور منجانب مقوقس عظیم القبط!

آپ پر سلامتی ہو!

اما بعد! میں نے آپ کا گرامی نامہ پڑھا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اور جس کی آپ نے دعوت دی۔ میں نے اس کو سمجھ لیا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نبی نے آنا تھا لیکن میرا خیال تھا کہ اس کا ظہور ملک شام سے ہو گا۔ بہر حال! میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی ہے۔ میں آپ کی طرف دو کنیزیں (ماریہ اور سیرین) کو بھیجتا ہوں جو کہ قبط

میں عظیم المرتبت ہیں اور کچھ لباس و تحائف بھی پیش خدمت کرتا ہوں اور خچر بھی آپ کی سواری کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔“

آپ پر سلامتی ہو۔

کنیزِ رسول سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا:

شاہ مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ہدیے بھیجے ان میں دو کنیزیں ماریہ اور سیرین بھی شامل تھیں۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جب مصر سے واپس لوٹنے لگے تو انہیں اسلام کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پڑوس میں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ اگرچہ آپ کنیز تھیں لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا کو دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح پردہ میں رہنے کا حکم دیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک 20 سال کی تھی۔

ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ:

کچھ عرصہ بعد سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا امید سے ہو گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کے لیے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا ہے بگا ہے تشریف لائیں۔ سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا ایک بچے کی ماں بن گئیں۔ (لوئڈی جب بچے کی ماں بنے تو اسے ”اُمّ وُلْد“ کہتے ہیں) حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو بچے کی خوشخبری دینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، انہوں نے جا کر اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ”ابراہیم“ نام رکھا۔

ابراہیم پیدائش کے بعد 18 ماہ تک زندہ رہے اور پھر وفات پا گئے۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرزند رسول کو غسل دیا اور ایک چھوٹے سے تختے پر

اٹھا کر بقیع کی طرف چل پڑے۔ نمازِ جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان کو کہاں دفن کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان بن مظعون (رضی اللہ عنہ) کے پاس۔ آپ کی قبر وہاں کھودی گئی تو اس میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اترے اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آسودہ خاک فرمایا۔

5... شاہ یمامہ ہوزہ بن علی کے نام خط:

بادشاہ یمامہ ہوزہ بن علی کے نام حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا۔

خط مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى هُوذَةَ بْنِ عَلِيٍّ

سَلَامٌ عَلَيَّ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى!

وَاعْلَمَ أَنَّ دِينِي سَيُظْهِرُ إِلَى مُنْتَهَى الْخُفِّ وَالْحَافِرِ أَسْلِمَ تَسَلَّمَ

وَأَجْعَلْ لَكَ مَا تَحْتِ يَدَيْكَ.

ترجمہ: اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی طرف سے شاہ یمامہ ہوزہ بن علی کے نام! اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد!

آپ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حد تک غالب آکر رہے گا۔ لہذا اسلام قبول کر لو بیچ جاؤ گے اور آپ کے ماتحت جو کچھ حکومت ہے اسے میں آپ کے لیے باقی رکھوں گا۔

شاہ یمامہ نے قاصد رسول حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا، اپنی روایتی طرز کی مہمان نوازی کی اور درج ذیل جواب لکھا، جس کا

مضمون یہ تھا:

مَا أَحْسَنَ مَا تَدْعُو إِلَيْهِ وَأَجْمَلَهُ وَأَنَا شَاعِرٌ قَوْمِي وَخَطِيبٌ لَهُمْ وَالْعَرَبُ
تَهَابُ مَكَانِي فَأَجْعَلُ إِلَيْكَ بَعْضَ الْأَمْرِ أَتَّبِعُكَ.

آپ نے بہت خوبصورت انداز میں اچھی بات کی طرف دعوت دی ہے میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں اس لیے عرب لوگ میرے مقام و مرتبہ کی قدر بھی کرتے ہیں۔ آپ بعض معاملات میرے سپرد کرتے ہیں تو میں آپ کی اتباع کر لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط سنا تو فرمایا: اگر وہ ایک بالشت زمین یا ایک کھجور کے برابر بھی زمین مانگے تو بھی میں نہ دوں گا۔

6... شاہ عسکان حارث بن ابی شمر کے نام خط:

شاہ عسکان حارث بن ابی شمر کے پاس حضرت شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر روانہ فرمایا۔ حارث نے والا نامہ کو پھینک دیا اور کہا کون ہے جو مجھ سے میری سلطنت چھینے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا ملک تباہ ہوگا۔

7... شاہ عثمان جیفہ کے نام خط:

شاہ عمان جیفہ کے پاس حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط مبارک دے کر روانہ فرمایا۔ یہ مسلمان ہوا۔

8... شاہ بحرین منذر بن ساوی کے نام خط:

شاہ بحرین منذر بن ساوی کے پاس حضرت علاء بن حَضْرَمی رضی اللہ عنہ کو خط مبارک دے کر روانہ فرمایا۔

مشق نمبر 7

مختصر جواب دیں:

1. خیبر کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟
2. خیبر کے مشہور تین قلعوں کے نام لکھیں۔
3. غزوہ خیبر میں ظاہر ہونے والے معجزات میں سے دو معجزے لکھیں۔
4. اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں نکاح موقت کیا ہے؟
5. طواف میں ”رمل“ کی کیا وجہ بنی؟

خالی جگہ پر کریں:

1. خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ..... کہلاتا ہے۔
2. کل میں اسے جھنڈا دوں گا جو..... اور اس کے..... سے محبت کرتا ہے۔
3. بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو..... کی طرف مقام..... بھیجا۔
4. حضرت انحر بن ابی العوجاء رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سر یہ..... کی طرف بھیجا۔
5. سن..... ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ نے بادشاہان عالم کے نام..... لکھوائے۔
6. شاہ حبشہ کا نام..... تھا۔
7. شاہ مقوقس نے آپ ﷺ کو جو ہدایا بھیجے ان میں دو کینزیں..... اور.....

بھی شامل تھیں۔

8. باندی جب بچے کی ماں بنے تو اسے..... کہتے ہیں۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: رئیس المنافقین کا نام ہے:

مالک بن ابی عبد اللہ بن ابی جد بن قیس

2: کس کی آنکھ پر آپ ﷺ نے لعاب مبارک لگایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ

3: ذات الرقاع نامی ایک ہے:

گاؤں پہاڑ آدمی

4: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام تھا:

بریرہ برہ کوئی نہیں

5: رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم زندہ رہے:

دس ماہ پندرہ ماہ اٹھارہ ماہ

سن 8 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا منبر مبارک، غزوہ فتح مکہ،
سلسلۃ الوفود، غزوہ حنین، غزوہ طائف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سر یہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ صفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 14 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”مَلُوح“ مقام کی طرف بھیجا۔ انہوں نے کفار کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جنگجو کفار کو قتل کیا، عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔ مالِ غنیمت کے طور پر مویشی لے کر مدینہ واپس لوٹے۔

سر یہ غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ صفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی رضی اللہ عنہ ہی کی زیر قیادت 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو مُصَاب“ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے مشرکین کا خوب مقابلہ کیا۔ اونٹ اور بکریاں غنیمت کے طور پر لائے۔ عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔

منبر مبارک:

سن 8 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر مبارک تیار کیا گیا۔
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُومُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى شَجَرَةٍ أَوْ نُخْلَةٍ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَوْ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا؟ قَالَ: إِنْ شِئْتُمْ فَجْعَلُوا لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دَفِعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيْحَ الصَّبِيِّ ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ تَبْنُ أَنْبِئِ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكِّنُ قَالَ: كَأَنْتَ تَبْكِي عَلَى مَا كَأَنْتَ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ والے دن (خطبہ دینے کے لیے) ایک درخت یا (یوں فرمایا کہ) کھجور کے تنے کا سہارا لیا کرتے تھے۔ ایک انصاری خاتون یا مرد نے پیش کش کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر بنوادیں (جس پر بیٹھ کر آپ وعظ فرمایا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے آپ کی مرضی ہو۔ (یعنی اجازت ہے) اس انصاری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک منبر بنوایا۔ (آئندہ) جمعہ کا دن آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ تو وہ تنے (جس کا سہارا لے کر پہلے آپ وعظ فرمایا کرتے تھے) چیخ چیخ کر رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور اس تنے کو سینے سے لگایا تو وہ اس بچے کی طرح ہچکیاں لینے لگا جسے چپ کرایا جا رہا ہو۔ تنے کا رونا (فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور) ذکر اللہ سے محرومی کی بنا پر تھا جسے وہ پہلے قریب سے سنا کرتا تھا۔

فائدہ: اس تنے کو پھر مسجد نبوی ریاض الجنۃ میں محرابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لگا دیا گیا۔ اس ستون کا نام اُسْتَوَانہ / اُسْطَوَانہ (دونوں طرح لکھا پڑھا جاتا ہے) رکھ دیا گیا۔ یہ ستون آج بھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد دلاتا ہے۔

سر یہ شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 24 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو عامر (بنو ہوازن کی شاخ) کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ ”سئی“ نامی مقام پر تھے۔ کفار سے مقابلہ ہوا۔ بڑی تعداد میں اونٹ اور بکریاں بطور غنیمت کے لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔

سریہ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 15 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”ذاتِ اُطّاع“ بھیجا۔ کفار نے سخت حملہ کیا۔ تمام مسلمان شہید ہوئے۔ صرف ایک صحابی رضی اللہ عنہ زندہ رہے۔ انہوں نے آکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔

سریہ مُوتہ:

سن 8 ہجری ماہ جمادی الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالترتیب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن طیار اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو امیر بنا کر 3000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رومیوں کے مقابلے میں بھیجا۔ شاہ روم ہر قل کا لشکر اڑھائی لاکھ پر مشتمل تھا، جو ”بلقاء“ نامی جگہ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو امیر لشکر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اگر حضرت جعفر بھی شہید ہو جائیں تو امیر لشکر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر بنا لیں۔ گویا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں حضرات کے شہید ہونے کی پیش گوئی فرمائی جو حرف بحرف پوری ہوئی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلامی پرچم تھا، کافروں سے لڑتے ہوئے آپ بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلامی پرچم سنبھالا اور شدید لڑائی کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔

ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کا جھنڈا سنبھالا اور خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا، بالآخر ان کو بھی شہادت کا رتبہ حاصل ہوا۔ ان تینوں کی شہادت کے بعد لشکرِ اسلام نے بالاتفاق حضرت خالد بن ولید (سیف اللہ) رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نئے سرے سے مسلمانوں کی صفیں ترتیب دیں اور کفار پر ٹوٹ پڑے۔ اللہ رب العزت کی مدد سے مسلمانوں نے کفار پر غلبہ حاصل کر لیا اور عبرتناک شکست دی۔

اس جنگ میں صرف 12 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جبکہ کافروں کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ کفار کا اسلحہ اور ساز و سامان مالِ غنیمت بنا۔ اس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دربارِ نبوت میں ”سیف اللہ“ (اللہ کی تلوار) کا لقب ملا۔

سر یہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ جمادی الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”ذات السلاسل“ بھیجا۔ مشرکین کے قبائل فُضاعہ، عاملہ، لُحْم اور جُذام سے مقابلہ ہوا۔ مسلمان فاتح بن کر مالِ غنیمت کے ساتھ مدینہ واپس لوٹے۔

سر یہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو جُنَینہ“ کی طرف بھیجا۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشکل یہ پیش آئی کہ سامانِ سفر ختم ہو گیا یہاں تک کہ درخت کے پتے کھا کر گزارا کرنا پڑا جس کی وجہ سے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہ کے جڑے زخمی ہو گئے۔ اللہ رب العزت نے ان کی خوراک کا انتظام کیا کہ عنبر نامی مچھلی سمندر کے کنارے پر پھینک دی۔ یہ ایک مہینے تک خوب سیر ہو کر کھاتے رہے اور باقی حصہ مدینہ لے آئے جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا۔ اس میں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اس کو سریہ سیف البحر اور سریہ الخبط بھی کہتے ہیں۔

سریہ عمرو بن مُرہ اللجہنی رضی اللہ عنہ:

8 ہجری ماہ شعبان المعظم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن مرہ اللجہنی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) کی طرف بھیجا۔ ابوسفیان بن حارث کے لشکر کو شکست ہوئی اور پھر فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کو اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ رضی اللہ عنہ

سریہ ابو قتادہ بن حارث الربعی السلمی رضی اللہ عنہ:

8 ہجری ماہ شعبان المعظم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ بن حارث الربعی السلمی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 16 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو غطفان کی طرف ”حَضْرہ“ بھیجا۔ ان کو فتح نصیب ہوئی اور چند کفار کو قید کیا گیا۔ مال غنیمت کے طور پر 200 اونٹ اور 2000 بکریاں لے کر آئے۔ خُمس نکالنے کے بعد باقی مجاہدین میں تقسیم کی گئیں۔ ہر شخص کے حصے میں 13 اونٹ آئے۔

سریہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ:

8 ہجری ماہ رمضان المبارک کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 8 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بطنِ اَضَم“

(مدینہ کی وادی یا پہاڑی کا نام) کی طرف بھیجا۔ ان کا مقابلہ نہیں ہوا البتہ حضرت مُحَلَّم بن بختامہ اللیثی رضی اللہ عنہ نے بنو أشجع کے ایک شخص عامر بن أَصْبَط کو قتل کیا۔

سر یہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما:

8 ہجری ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”حُرَقَاتِ جُہینہ“ کی طرف بھیجا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر تلوار اٹھائی، اس نے کلمہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ سوچ کر اُسے قتل کر دیا کہ وہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے۔

اس کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ پر مسلمان کے قتل کرنے کا مقدمہ قیامت کے دن ہو تو آپ کیا جواب دیں گے؟ اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! (میرے گمان کے مطابق) اس نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ نے اس کا دل چیر کے دیکھ لیا تھا؟

نوٹ: یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تھی جس پر ان کو تنبیہ کی گئی اور قتل کے بدلے قصاصاً قتل نہ کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ عند اللہ ان کی یہ خطا معاف کر دی گئی۔

سر یہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ:

8 ہجری ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سَوَاع نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ یہ قبیلہ بنو ہذیل کا بت تھا جو ”رُھاط“ میں آباد تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

فتح مکہ کی خوشخبری:

فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خوشخبری عطا فرمائی، سورۃ النصر نازل ہوئی:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ﴿١﴾ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ﴿٢﴾
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴿٣﴾

سورۃ النصر

ترجمہ: جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ گروہ درگروہ اللہ کے دین (اسلام) میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور اس سے مغفرت مانگیں۔ یقیناً وہ ذات بہت زیادہ معاف کرنے والی ہے۔ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تلاوت فرمایا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کو سن کر رونے لگے۔ رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس میں جہاں فتح مکہ کی بشارت ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے جانے کے اشارے بھی ہیں۔

غزوہ فتح مکہ:

سن 8 ہجری ماہ رمضان المبارک میں مکہ فتح ہوا۔

جس وقت صلح حدیبیہ کا عہد نامہ مرتب ہوا اس وقت دوسرے قبیلوں کو مکمل طور پر یہ اختیار دیا گیا کہ وہ جس کسی کے عہد میں شامل ہونا چاہیں، ہو جائیں۔ قبیلہ بنو خزاعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جبکہ بنو بکر قریش کے عہد میں شامل ہوا۔ معاہدہ کی خلاف ورزی:

شروع میں معاہدہ صلح ہو جانے کے بعد فریقین ایک دوسرے سے بے خطر ہو گئے لیکن بنو بکر نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور

قریش کے لوگ بھی اپنے چہروں پر نقاب ڈالے اس میں شریک ہوئے یہاں تک کہ ان کے گھروں میں گھس گھس کر ان کو قتل کیا اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔

قریش کے سامنے تین شرائط:

دوسرے دن عمرو بن سالم خزاعی 40 آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینہ منورہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور صورتحال سے آگاہ کیا، بنو بکر کی اس عہدِ خلائی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ کے حل کے لیے چند شرائط پیش کیں:

- 1: مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔
 - 2: قریش؛ بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔
 - 3: اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کی صلح ختم ہو گئی ہے۔
- ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی تجدید عہد کے لیے مدینہ آمد:

متکبرانہ مزاج ہمیشہ غلط فیصلوں پر اکساتا اور بعد میں ندامت سے دوچار کرتا ہے یہی حال قریش کا ہوا، پہلے تو کہہ دیا کہ ہمیں تیسری شرط قبول ہے لیکن بعد میں اس کے برے نتائج سوچے تو فوراً ابوسفیان کو سفیر بنا کر مدینہ منورہ روانہ کیا کہ وہ سابقہ عہد کی تجدید کرالیں۔

ابوسفیان خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور مدعا سے آگاہ کیا، تجدید عہد کی بات کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، ابوسفیان نے بہت کوشش کی لیکن بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی جواب نہ ملا بالآخر ابوسفیان نے مسجدِ نبوی میں جا کر یہ اعلان کیا کہ میں نے ”معاہدہ حدیبیہ“ کی تجدید کرالی ہے۔

نہ صلح نہ جنگ:

مکہ مکرمہ واپس پہنچ کر جب ابو سفیان نے قریش کو سارا ماجرا بتلایا تو انہوں نے کہا کہ یہ نہ تو صلح ہے اور نہ ہی جنگ، لہذا اب ہم آرام سے نہیں بیٹھ سکتے، اب جنگ کی تیاری کی جائے۔

اہل اسلام کی تیاریاں:

دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ جانے کی تیاریاں مکمل کر لیں اور اپنے اتحادی قبائل کو مکہ کی طرف ہمراہ جانے کا پیغام بھیج دیا، یہاں اس بات کی پوری کوشش کی گئی کہ قریش مکہ کو ہماری آمد کی اطلاع کسی صورت نہ ہونے پائے۔ اسی دوران ایک ایسا معاملہ پیش آیا جس سے کافی تشویش پیدا ہوئی۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط:

صحابی رسول حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ (غزوہ بدر کے شرکاء میں سے ہیں) نے خفیہ طور پر قریش کو ایک خط لکھ کر روانہ کر دیا جس میں انہوں نے لکھا: ”اے قریش کے گروہ! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات کی مانند تم پر ایک بہت بڑا لشکر لے کر آنے والے ہیں جو سیلاب کی طرح بہتا ہوا ہوگا۔ اللہ کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے بغیر تنہا بھی تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور فتح و نصرت کا جو وعدہ اللہ نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ تم اپنے انجام کو اچھی طرح سوچ لو۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً چند صحابہ کو روانہ فرمایا کہ روضہ خاخ نامی جگہ پر ایک خاتون کے پاس وہ خط ہے اس سے چھین کر لے آؤ! ایسا ہی ہوا، خط لایا گیا، دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا خط ہے۔ صحابہ کرام کو غیر معمولی حیرت ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

عرض کی کہ اجازت ہو تو میں اس کی گردن اڑا دوں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاطب بدری ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مخاطب کر کے فرمایا ہے جو چاہو کرو میں نے تمہاری بخشش کر دی۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی وضاحت:

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا انہوں نے آکر عرض کی: یا رسول اللہ! میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیں، میری مجبوری سن لیں! قریش سے میری کوئی رقابت نہیں فقط حلیفانہ تعلقات ہیں، میرے اہل و عیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا دوسرے مہاجرین کی طرح وہاں کوئی حامی و مددگار نہیں، میں نے یہ سوچ کر خط لکھا کہ میں قریش کے ساتھ یہ احسان کروں تاکہ وہ میرے اہل و عیال کو وہاں کسی قسم کی کوئی ایذا اور تکلیف نہ پہنچائیں۔ میں نے ایسا خط لکھا ہے، جس میں میرا فائدہ ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں۔

حاطب رضی اللہ عنہ سے متعلق نبوی فیصلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کی یہ بات سن کر فرمایا: یقیناً اس نے تم سے سچ ہی بیان کیا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو اپنے دامن رحمت میں لے لیا۔

عقیدہ ختم نبوت کا اظہار:

8 ہجری 10 رمضان المبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 10 ہزار کا لشکر اسلام لے کر جانب مکہ روانہ ہوئے، راستے میں مقام ذوالحلیفہ یا ححیفہ پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ملے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ہجرت آخری ہجرت ہے اور میری نبوت آخری نبوت ہے۔ حکم دیا کہ سامان مدینہ بھیج دیں اور آپ

ہمارے ساتھ رہیں۔

چند افراد کا قبول اسلام:

جب آپ مقام ابواء پر پہنچے تو ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ (یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کے بیٹے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور ہیں) اور عبد اللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ قبول اسلام کی غرض سے آپ کو ملے۔

ابوسفیان بن حارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی ہیں۔ انہوں نے سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ اہل اسلام کے بہت بڑے دشمن تھے۔ اپنی اہلیہ اور بیٹے جعفر کے ہمراہ راستے میں ملے، خدمت نبوی میں حاضر ہونا چاہا، پہلے پہل تو اجازت نہ ملی یہاں تک کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سفارش پر بھی اجازت نہ ملی۔ جس پر ابوسفیان بن حارث نے کہا کہ اگر خدمت اقدس میں حاضری کی اجازت نہ ملی تو بیوی بچوں کو لے کر بہت دور چلا جاؤں گا اور بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اجازت عطا فرمائی۔ ابوسفیان اور ان کی اہلیہ نے اسلام قبول کیا۔

مَرُّ الظُّهْرَانِ پر پڑاؤ:

ایک ہفتہ کی مسافت طے کرنے کے بعد لشکر اسلام نے مکہ سے کچھ پہلے مقام ”مر الظہران“ پر عشاء کے وقت پڑاؤ ڈالا، عسکری حکمتِ عملی کے تحت لوگوں کو دور دور تک پھیلادیا گیا اور کہا گیا تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں پر آگ روشن کر دیں۔

قریش کا تجسس:

قریش کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ابوسفیان بن حرب اور کچھ لوگوں کو بغرض تجسس بھیجا۔ ابوسفیان سے ایک شخص نے کہا کہ شاید یہ بنو خزاعہ کے لوگ ہیں جو بدلہ لینے آئے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا: نہیں، ان کے پاس اتنے لوگ کہاں؟ جبکہ ادھر دوسری طرف معاملہ یہ تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسلمانوں اور ان کے لشکر کی حالت کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے ساتھ مکہ کو فتح کیا تو قریش کی خیر نہیں۔ ہاں اگر کسی طریقہ سے قریش کو خبر ہو جائے اور وہ آکر امن میں داخل ہو جائیں تو بہتر ہے۔ اسی فکر میں نکلا کہ چند آدمیوں کی آوازیں میرے کانوں میں پڑیں، جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے، میں نے ان کو پہچان لیا، ابوسفیان نے مجھ سے لشکر کا حال معلوم کرنا چاہا تو میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کے لشکر کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔

ابوسفیان بن حرب (رضی اللہ عنہ) کو امان:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوسفیان نے کہا کہ پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر امن حاصل کر لو۔ چنانچہ میں ابوسفیان کو سواری پر بٹھا کر لے چلا، راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو فرمانے لگے: الحمد للہ آج ابوسفیان کسی معاہدہ کے بغیر ہی قابو میں آگئے، مگر میں نے بہت جلدی سے ابوسفیان کو خدمت نبوی میں حاضر کیا۔ پیچھے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اجازت دیجیے! میں ابوسفیان کی گردن مار دوں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امن عطا فرمایا۔ دوسرے دن ابوسفیان حاضر خدمت ہوئے اور صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔

عسکری حکمت عملی:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ تا کہ وہ مجاہدین اسلام کے جاہ و جلال کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پہاڑی کی چوٹی پر لاکھڑا کر دیا۔ انہوں نے لشکر اسلام کی جاہ و جلال اور عسکری قوت کا مظاہرہ کیا۔ یہ عسکری حکمت عملی تھی کہ اپنی افرادی قوت کا پوری قوت سے اظہار کرو۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ خوب سمجھ گئے کہ قریش اس لشکر اسلام کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اعزاز:

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ابوسفیان سرداران مکہ میں سے ہیں، فخر کو پسند کرتے ہیں، لہذا ان کے لئے کوئی قابل فخر اعلان ہونا چاہئے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعلان کرادو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اسے امن ہے۔ اسی طرح:

❖ اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو ہمارا مقابلہ نہ کرے اور اپنا گھر بند کر لے۔

❖ اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو مسجد میں داخل ہو جائے۔

❖ اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو ہتھیار ڈال دے۔

❖ اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے۔

❖ اسے بھی امن دیا جاتا ہے جو ابو زویحہ کے جھنڈے تلے آجائے۔

لشکر اسلام آگیا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہمارے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے قریش کو لشکر اسلام کی خبر کر دو اور معافی کا اعلان

بھی سنادو۔ چنانچہ ابوسفیان نے بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قریشیوں کو خطاب کیا: لشکر اسلام آگیا ہے جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قریشیوں نے کہا: پھر کیا کریں؟ تو ابوسفیان نے معافی کا اعلان بھی ساتھ ہی سنادیا۔

حرم کعبہ سے بت نکال دیے گئے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ میں داخل ہوئے، ہاتھ مبارک میں ایک کمان تھی، وہی بیت اللہ جو ساری دنیا میں اللہ کی وحدانیت کا مرکز تھا اسی کے گرد اور چھت پر 360 بت رکھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک بت کو کمان مارتے اور فرماتے: ”حق آگیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بت حرم سے نکال دینے کا حکم فرمایا۔

مشرکین کی ہلاکت کی بددعا:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر بیٹھ کر ہی طواف کیا، حجر اسود کا بوسہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر خانہ کعبہ کھولا گیا۔ آپ اس میں داخل ہوئے تو تصویریں نظر آئیں جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویریں بھی بنائی گئی تھیں۔ ان کی تصویروں کے ہاتھ میں فال کے تیر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ مشرکین کو ہلاک کرے، خدا کی قسم ان دونوں پیغمبروں نے کبھی بھی فال کے تیر استعمال نہیں کئے۔ ملائکہ کی تصویروں پر نظر پڑی تو فرمایا: مشرکین پر اللہ کا غضب ہو فرشتے نہ تو مرد ہیں اور نہ ہی عورت۔ پھر ان کو مٹا دینے کا حکم فرمایا۔ جب کعبہ کی چھت پر نظر ڈالی تو ہر طرف بت ہی بت نظر آئے جنہیں دیوار کے ساتھ چونے کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ ہبل نامی بت کعبہ کے بالکل وسط میں رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے جاتے اور بت خود ہی گرتے

جاتے تھے۔

غسلِ کعبہ (زادھا اللہ شرفاً):

اس کے بعد بیت اللہ کو زم زم کے پانی سے غسل دیا گیا۔ یہ رمضان المبارک کی 20 تاریخ تھی۔

اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا:

آپ صلی اللہ علیہ کے ہاتھ مبارک میں کعبۃ اللہ کی چابی تھی، قریش گردنیں جھکائے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے مخاطب ہوئے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تمہارے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمہا سارے گروہوں کو شکست دی۔ اے قریش! اللہ نے تم سے جہالت کی نخوت اور باپ دادے پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحجرات کی آیت تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۗ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

سورۃ الحجرات، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ متقی ہو۔ یقیناً اللہ جاننے والے، خبر رکھنے والے ہیں۔

عام معافی کا اعلان:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: کیا

خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ تو قریش مکہ بیک زبان بول اٹھے: آپ کریم بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی:

لَا تَأْتِيَنَّكُمْ الْعِيَاظُ

آج تم پر کوئی عتاب نہیں۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دیں، اذان ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔
معافی سے مستثنیٰ چند افراد:

عام اہل مکہ کو تو معافی مل گئی البتہ نو مرد اور چار خواتین کو اس معافی سے دور رکھا گیا۔ ان کے بارے میں حکم دیا کہ جہاں بھی ملیں قتل کر دیں۔ مگر ان میں بھی سوائے چند کے باقی لوگ اسلام لے آئے اور انہیں بھی معافی دی گئی۔

1: عکرمہ بن ابی جہل اہل اسلام کا سخت دشمن، بالکل اپنے باپ ابو جہل جیسا۔ فتح مکہ کے دن اہل اسلام کے ہیبت کی وجہ سے مکہ سے بھاگ نکلا، ان کی بیوی ام حکیم مسلمان ہو گئیں۔ وہ اپنے شوہر کی تلاش میں نکلیں۔ بالآخر ان سے ملیں اور کہا: میں ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو دنیا بھر کے تمام انسانوں سے زیادہ حلم والا، کرم والا اور صلہ رحمی کرنے والا ہے اور اس نے تجھے امن دے دیا ہے۔ چنانچہ عکرمہ حاضر خدمت ہوئے اور عکرمہ سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن گئے۔

2: صفوان بن امیہ کے بارے میں حکم تھا کہ جہاں ملے قتل کر دیا جائے۔ یہ مکہ سے جدہ بھاگ گیا، حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے امن کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی اور امن کی علامت کے طور پر

اپنا عمامہ مبارک جو فتح مکہ کے روز آپ نے باندھا ہوا تھا حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے جدہ جا کر صفوان کو امن کی اطلاع دی۔ جدہ سے واپس مکہ آئے، خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھے دو مہینوں کا اختیار دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ کا اختیار دیا بالآخر یہ بھی مسلمان ہو گئے۔

3: عبد اللہ بن ابی سرح بھی انہی لوگوں میں سے تھے جنہیں معافی سے دور رکھا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو لے حاضر ہوئے اور امن کی درخواست کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔

4: عبد اللہ بن زبعری بھی انہی لوگوں میں تھے، بھاگ کر نجران چلے گئے، کچھ عرصہ بعد وہاں سے لوٹ کر واپس آئے اور اسلام قبول کر لیا۔

5: وحشی بن حرب ان لوگوں میں تھے بلکہ انہوں نے غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، فتح مکہ کے دن یہ بھاگ کر طائف چلے گئے، بعد میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اسلام قبول فرمایا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد مسیلمہ کذاب کو اسی آلے سے قتل کیا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔

6: ہند بنت عتبہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی، جس نے غزوہ احد کے موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا تھا، وہ بھی اسلام لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسلام کو بھی قبول فرمایا۔

فتح مکہ کے بعد:

فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کرنا اور راہ خدا میں خرچ کرنا بہت دشوار تھا جبکہ

فتح مکہ کے بعد بالخصوص جب قبائل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے تو یہ دشواری کم ہوگئی، اس لیے فتح مکہ سے پہلے جو راہ خدا میں خرچ کا اجر تھا فتح مکہ کے بعد کم ہو گیا۔ قرآن کریم میں ہے: تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے مال خرچ کیا اور راہ خدا میں جہاد کیا وہ اور جو فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے والے ہیں دونوں برابر نہیں۔ بلکہ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے بعد میں خرچ کرنے والوں کی نسبت سے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

دین اسلام سے وابستہ لوگوں بالخصوص اس کی اشاعت و تحفظ کرنے والوں کے لیے فتح مکہ کے واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام پر عمل کرنے اور اس کے لیے سختیاں برداشت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ضرور سرخرو فرماتے ہیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ذاتی رنجشیں، قومی، علاقائی اور خاندانی دشمنیاں یہاں تک کہ اپنے جان و مال کے دشمنوں کو اللہ کے دین کے لیے معاف کرنا اسوۂ پیغمبری ہے۔

وفود کا سلسلہ:

فتح مکہ کے بعد ایک سال کے اندر اندر اس کے مثبت اثرات اور نتائج یہ مرتب ہوئے کہ تقریباً عرب کے تمام قبائل وفود کی صورت میں یا ان کے نمائندے حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اسی لیے اس سال کو ”سنۃ الوفود“ کہا جاتا ہے۔ جب کوئی وفد آپ کی خدمت میں آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اچھا اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی اس کا حکم فرماتے۔ چند وفود کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

سریہ سعد بن زید الا شہلی رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری 24 رمضان المبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد

بن زید الاشہلی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 20 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”مُشَلَّل“ نامی جگہ (مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک پہاڑی کا نام ہے) کی طرف منات نامی بت توڑنے کے لئے بھیجا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے وہ بت توڑ ڈالا۔ منات نامی بت کو اوس اور خزرج والے اپنا خدا مانتے تھے۔

سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

8 ہجری 25 رمضان المبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 30 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”نخلہ“ کی طرف ”عُزْیٰ“ نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ یہ حضرات گئے اور اسے پاش پاش کر ڈالا۔

سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

8 ہجری فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کی زیر قیادت 350 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو جَدیمہ“ (بنو کنانہ کی شاخ) کی طرف بھیجا۔ جنگ ہوئی، کفار کے کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ قید۔

اس میں مشہور واقعہ پیش آیا جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غلط فہمی کی بناء پر چند لوگوں کو قتل کیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کیا تو انہوں نے اپنے مافی الضمیر کو ٹھیک طور پر ادا نہ کیا اور ”أَسْلَمْنَا“ کے بجائے ”صَبَاتَا صَبَاتَا“ کہا کہ ہم اپنے سابقہ دین سے پھر گئے یعنی مسلمان ہو گئے۔ اس کی اطلاع جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر محبوبانہ سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ.

اے اللہ! میں خالد کے اس عمل سے بری ہوں (میرے حکم پر نہیں ہوا)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہر جان کا معاوضہ ادا کیا۔

نوٹ: حدیث مبارک کے الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے صرف اسی عمل سے براءت کا اظہار کیا ہے۔ خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے نہیں۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے معاوضہ ادا کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے براءت اختیار نہیں کی۔
غزوہ حنین / ہوازن:

سن 8 ہجری ماہ شوال المکرم کی 6 تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”حنین“ کی طرف روانہ ہوئے۔ حنین، مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو اوٹاس کے قریب ہے۔

غزوے کا سبب:

مکہ فتح ہوا تو مسلمانوں کو اپنے عزیز و اقارب سے ملنے اور بیت اللہ کی زیارت کا موقع ملا۔ اب مکہ میں اسلام اور مسلمان کسی کے زیر اثر نہیں تھے۔ بہت سے قبائل جو اس بات کے انتظار میں تھے کہ قریش اور اہل اسلام کی لڑائی میں کون غالب آتا ہے اور کون مغلوب ہوتا ہے، اگر اہل اسلام غالب آگئے تو یقینی طور پر وہ سچے ہیں، اللہ نے ان کی مدد و نصرت کی ہے۔ اب انہی قبائل کے لیے قبول اسلام کی راہ ہموار ہوئی، دور دراز سے قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔

لیکن بعض طاقتور اور متکبر قبائل ابھی تک ضد کا شکار تھے۔ ان میں قبیلہ ہوازن اور قبیلہ ثقیف سرفہرست تھے۔ ان کے ساتھ مضر، جشم اور سعد بن بکر کے

قبائل اور بنو ہلال کے کچھ لوگ بھی تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ قریش کے بعد کہیں اب ہماری باری نہ ہو تو انہوں نے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ اس سے پہلے کہ مسلمان ہماری طرف پیش قدمی کریں ہم خود ان پر حملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے 4000 جنگجو اور سچے عورتیں ملا کر کل 24000 کا لشکر تیار ہوا۔

مالک بن عوف کا خطاب:

ہوازن کے سردار مالک بن عوف (بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کو لڑائی پر ابھارنے کے لیے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں سے لڑائی لڑی ہے جو جنگجو نہیں تھے بلکہ اناڑی تھے۔ اگر ہم سے لڑیں گے تو ان کو سمجھ آ جائے گی۔

دُرَید بن صَمَمَہ جُشمی کا مشورہ:

جب یہ لوگ مشورہ کے لئے مالک بن عوف کے پاس جمع ہوئے، اسی دوران قبیلہ جُشم کے ایک بوڑھے شخص دُرَید بن صَمَمَہ کو لایا گیا۔ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے جنگی تجربات میں مہارت رکھتا تھا اور اپنے وقت کا بہت بڑا پہلوان، بہادر اور ماہر جنگجو تھا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ اوطاس ہے۔ اس نے کہا کہ یہ جگہ لڑائی کے لئے بہت مناسب ہے، نہ زیادہ سخت نہ زیادہ نرم، بالکل درمیانی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے یہاں مال مویشی بکریوں اونٹوں گدھوں کی چیخ اور بچوں عورتوں کی پکار سنائی دے رہی ہے۔ ان سب کو میدان جنگ میں نہیں لانا تھا بلکہ ان کو محفوظ مقام پر چھوڑ کر آنا تھا۔ اس پر مالک بن عوف نے کہا کہ ان کو لانے کا مقصد یہ تھا کہ سب اپنے اپنے مال اور اولاد کی حفاظت کے لئے لڑیں اور پیچھے نہ ہٹیں۔ درید کہتا رہا کہ عورتوں بچوں کو ساتھ نہیں لانا

چاہیے لیکن مالک بن عوف نے اس کی ایک نہ سنی۔

صورتحال کی آگاہی:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لشکر کی خبر موصول ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو دشمن کے لشکر کا جائزہ لینے کے لئے روانہ فرمایا اور اس کی مکمل تحقیق کا حکم فرمایا۔ انہوں نے آکر اس کی مکمل تفصیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ کی تیاری شروع فرمادی۔

سرسبز بیری کا درخت:

حنین جاتے ہوئے راستے میں بیری کا ایک بہت بڑا سرسبز درخت نظر آیا جس پر عرب جاہلیت میں تلواریں لٹکاتے اور اس کے قریب قربانی کیا کرتے تھے۔ وہاں سالانہ میلہ بھی لگتا تھا اور اس کو ذاتِ نواط کہتے، بعض حضرات نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر ہمارے لئے بھی ایک ذاتِ نواط بنایا جائے تو کتنا ہی اچھا ہو۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ہو کر فرمایا کہ خبردار! تم تو اسی قوم کی بات کر رہے ہو جس نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیں جیسا کہ ان کا ہے، تم ضرور ان کے نقش قدم پر چلو گے۔

فائدہ: آج بھی بہت سارے لوگ مختلف درختوں بالخصوص کسی بزرگ کے مزار کے قریب کسی درخت پر نینیں مانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہاں کپڑا وغیرہ باندھنے سے ہمارا کام ہو جائے گا۔ یہ سراسر جہالت ہے۔

مہاجرین و انصار کے علمبردار:

مسلمانوں کے ہر قبیلے اور ہر دستے کے اپنے اپنے جھنڈے تھے جن کو مختلف

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف موقعوں پر اٹھایا۔ اس وقت مہاجرین کی طرف سے جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اٹھایا ہوا تھا اور انصار کی طرف سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے۔

لشکر اسلام کی تعداد:

لشکر اسلام کی تعداد 12000 تھی۔ 10000 تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو مکہ مکرمہ کی فتح کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار وہ تھے جو فتح مکہ کے موقع پر مکہ اور اطراف مکہ میں سے مسلمان ہوئے تھے تو وہ بھی ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ مجاہدین کا لشکر تھا۔

لشکر اسلام میں بعض غیر مسلموں کی شرکت:

ان کے ساتھ مکہ کے بعض وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف پرانی نفرتیں اور کدورتیں تھیں۔ غزوہ بدر میں ان کے کچھ آدمی مارے گئے تھے اور کسی کے غزوہ احد میں مارے گئے تھے۔ تو انہوں نے سوچا کہ ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔ اگر وہ مسلمانوں پر غالب آگئے تو ہم بھی اپنے ہاتھ صاف کر لیں گے اور اگر یہ مسلمان ان پر غالب آگئے تو مالِ غنیمت میں سے ہمیں بھی مال ملے گا۔

کثرت پر نگاہ کی وجہ سے محبوبانہ عتاب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آگے بڑھے۔ ان کی تعداد 12000 تھی اور مقابلے میں کفار (کے جنگجوؤں) کی تعداد 4000 تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں ایک بات آگئی کہ جب ہم بدر میں 313 تھے تو غالب آگئے تھے، اُس وقت تیر اور تلواریں تھوڑی تھیں، اب تو اسلحہ بہت زیادہ ہے اور تعداد بھی بہت زیادہ، آج تو ہم کسی سے مغلوب نہیں ہوں گے۔ اس

پر محبوبانہ عتاب نازل ہوا جس کے نتیجے میں ابتداءً لشکر اسلام منتشر ہو گیا۔
لشکر اسلام حنین میں اترا:

حسبِ عادت مبارکہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کو ترتیب دے کر ان کو پرچم عنایت فرما کر روانہ ہوئے اور دشمن کے لشکر کی بالکل خبر نہ تھی کہ وہ اس وقت ہمارے انتظار میں تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ انتہائی اطمینان سے مسلمان جب حنین میں اترے تو ہر طرف سے دروں اور وادیوں میں چھپے ہوئے ہوازن اور ثقیف نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی جو کہ اچانک بھی تھی اور مسلسل بھی جس کے نتیجے میں مسلمان اچانک حملہ سے گھبرا گئے اور سارا لشکر اسلام بکھر گیا اور بھگدڑ مچ گئی۔۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس پلٹے:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بلند تھی۔ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! آواز لگاؤ اور انصارِ مدینہ سے کہو کہ تم کدھر ہو؟ تم نے میرے ساتھ مرنے اور جینے کا وعدہ کر لیا تھا! حدیبیہ والوں کو آواز لگاؤ کہ تم نے میرے ہاتھ پر موت کا وعدہ کیا تھا! فلاں قبیلے کو آواز لگاؤ! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا۔ ایسی صورت حال تھی کہ اونٹ کو موڑ کر آواز کی جانب لانا مشکل تھا اور زرہ پہنے ہوئے اصحاب نے تلوار اور ڈھال پکڑی اور اونٹوں سے چھلانگ لگادی اور آواز کی جانب لپکے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد جمع ہو گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قتال شروع فرمادیا۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ:

اسی دوران ایک وقت ایسا بھی آیا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت صحیحین (صحیح البخاری اور صحیح مسلم) میں موجود ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار تھے جس کی لگام حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے پکڑی ہوئی تھی۔

فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمَشْرِ كُنَّ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. قَالَ: فَمَارَى مِنَ النَّاسِ يَوْمَ مَيْدَانِ أُشْدَمِئَةَ.

جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اترے اور لاکار کر فرمانے لگے: میں (اللہ کا برحق نبی ہوں) میں جھوٹا نبی نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس (حنین والے) دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی اور کو دلیر اور بہادر نہیں دیکھا گیا۔

قومیت کا نعرہ:

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہاں سے ایک مسئلہ نکالا ہے کہ عام حالات میں آدمی کو اپنی قومیت کے نعرے لگانے تو جائز نہیں ہیں لیکن میدان جنگ میں قومیت کا نعرہ لگانے تو جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں عام بندہ نہیں ہوں بلکہ قریش کے سردار عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔

اہل اسلام کی فتح:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واپس لوٹنے ہی تھوڑی دیر میں جنگ کا پانسا پلٹ گیا، اہل اسلام کو فتح اور کفر کو شکست فاش ہوئی۔ بنو ثقیف کے 70 افراد مارے

گئے ان کی عورتوں کو باندیاں بنا لیا گیا اور بچوں کو غلام۔ ان کے مویشیوں کو مالِ غنیمت بنا لیا گیا۔ شکست کے بعد دشمن کے کچھ لوگ اوطاس، کچھ طائف اور کچھ مقامِ نخلہ کی طرف بھاگ نکلے۔

کثیر مالِ غنیمت:

اس غزوہ میں دشمن کے 6000 افراد قیدی بنے، 24000 اونٹ، 40000 کبیریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی (یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم) مالِ غنیمت میں آئی۔ سر یہ ابو عامر عبید اشعری رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ شوال میں غزوہ حنین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عامر عبید اشعری رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کفار کے تعاقب میں ”اوطاس“ بھیجا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستے کے ساتھ ابو عامر رضی اللہ عنہ کو وادی اوطاس کی طرف بھیجا۔ اس معرکہ میں دُرَید ابن الصمّہ سے مقابلہ ہوا۔ دُرَید قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دے دی۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی بھیجا تھا۔ ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر آکر لگا۔ بنی جُشم کے ایک شخص نے ان پر تیر مارا تھا اور ان کے گھٹنے میں اتار دیا تھا۔ میں ان کے پاس پہنچا اور کہا: چچا! یہ تیر کس نے آپ کو مارا ہے؟ انہوں نے اشارے سے بتایا کہ فلاں جشمی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے، اسی نے مجھے نشانہ بنایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اس کی طرف لپکا اور اس کے قریب پہنچ گیا لیکن جب اس نے

مجھے دیکھا تو وہ بھاگ پڑا میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں یہ کہتا جاتا تھا، ارے بے شرم! تو مقابلے میں ثابت قدم نہیں رہتا۔ آخر وہ رک گیا اور ہم نے ایک دوسرے پر تلواروں سے وار کیے۔ میں نے اسے قتل کر دیا اور ابو عامر رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ آپ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو اللہ نے مار ڈالا۔

انہوں نے فرمایا کہ آپ (میرے گھٹنے سے) تیر نکال لیں، میں نے جب تیر نکالا تو اس سے (خون کی آمیزش والا) پانی جاری ہو گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا: بھتیجے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں! ابو عامر رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر مجھے اپنا نائب بنا دیا۔ اس کے بعد وہ تھوڑی دیر اور زندہ رہے اور شہادت پائی۔ میں واپس ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ اپنے گھر میں بان (موج کی رسی) سے بُنی ہوئی ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے۔

اس پر کوئی بستر بچھا ہوا نہیں تھا اور بانوں کے نشانات آپ کی پیٹھ اور پہلو مبارک پر پڑ گئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اور ابو عامر رضی اللہ عنہ کے واقعات بیان کئے اور یہ کہ انہوں نے دعا مغفرت کے لیے درخواست کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا اور وضو کیا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی: اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرما۔ (جب آپ دعا کر رہے تھے) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل کی سفیدی دیکھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! قیامت کے دن ابو عامر کو اپنی بہت سی مخلوق سے بلند تر درجہ عطا فرما۔ میں نے عرض کی: میرے لیے بھی اللہ سے مغفرت کی دعا فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! عبد اللہ بن قیس ابو موسیٰ کے گناہوں کو بھی معاف فرما اور قیامت

کے دن اچھا مقام عطا فرما۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دعا ابو عامر رضی اللہ عنہ کے لیے تھی اور دوسری ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے۔

فائدہ: حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ میت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی جائز ہے اور بغیر ہاتھ اٹھائے مانگنا بھی جائز ہے۔ یہی راہِ اعتدال ہے۔

سریہ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ شوال میں حنین کے بعد طائف سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو دوس کے بت ”ذوالکفین“ کو توڑنے کے لئے بھیجا۔ ان حضرات نے بت توڑ کر جلا دیا اور طائف سے چار دن بعد واپس لوٹے۔

غزوہ طائف:

دوسری طرف مالک بن عوف جو میدان سے فرار ہو کر ایک اور جگہ چھپ گیا تھا وہاں اس کے پاس کچھ اور ساتھی بھی جا پہنچے۔ ایک بڑا گروہ جو شکست کھا کر بھاگا تھا اس نے طائف کا رخ کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مالِ غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرا کے حضرت مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں دے دیا اور خود طائف کی طرف تشریف لے گئے اور جب تک طائف سے فارغ نہ ہو گئے اسے تقسیم نہ فرمایا۔

قلعہ طائف کا محاصرہ:

مالک بن عوف اپنے گروہ کے ہمراہ طائف پہنچ کر قلعہ میں محفوظ ہو چکا تھا اور لمبے عرصے کے لیے کھانے پینے کے سامان اور راشن کا انتظام کر رکھا تھا، نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پہنچ کر ان کا محاصرہ کیا۔ لشکر اسلام نے قلعہ شکن آلات حرب کا استعمال شروع کیا، منجنیق کو کام میں لایا گیا، لیکن ان لوگوں نے آگ میں لوہے کی سلاخیں گرم کر کے نیچے پھٹکنا شروع کیں جس کی وجہ سے مسلمان مزید پیش قدمی نہ کر سکے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو آمنے سامنے مقابلے کے لئے دعوت دی لیکن وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس سال بھر کا راشن موجود ہے، خواہ مخواہ مرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب یہ راشن ختم ہو گا تب تلواریں لے کر نیچے اتریں گے، اور تم سے دست بدست مقابلہ بھی کریں گے۔

جو غلام قلعے سے اتر کر آئے وہ آزاد:

بالآخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغات کٹوانے کا حکم دیا تو وہ لوگ رونے لگے اور اللہ کے اور اپنی رشتہ داریوں کے واسطے دینے لگے، فریادیں کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اگر کوئی غلام قلعے سے اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد۔ اس اعلان کو سن کر تقریباً 23 غلام اتر آئے۔ انہی میں حضرت ابو بکرہ نفع بن حارث رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور آپ آخری وہ شخص ہیں جو اعلان سن کر قلعے سے نیچے اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔

مجھے جنت چاہیے:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ شریک ہوئے، میدان کارزار میں خوب داد شجاعت دی، جنگ کے دوران سعید بن عبید الثقفی نے نشانہ لگا کر آپ کو تیر مارا، وہ سیدھا آپ کی آنکھ میں لگا جس سے آپ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ ڈھیلا اٹھائے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اور آنکھ درست

ہو جائے گی اگر آپ صبر کریں تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت عطا فرمائیں گے۔
حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں صبر کرتا ہوں، مجھے جنت چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک مبارک خواب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ ایک پیالہ میں دودھ ہے اور میرے سامنے ہے۔ اچانک اس میں ایک مرغ نے چونچ لگائی اور وہ دودھ گر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس کی تعبیر دینے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کی یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور صحابی معاویہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ لومڑی اپنی بھٹ میں ہے، جب چاہیں پکڑ لیں اور اگر چھوڑ دیں تو بھی آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور کچھ عرصہ کے بعد یہ لوگ مسلمان ہو گئے اور طائف فتح ہو گیا۔

وفدِ ہوازن:

سن 8 ہجری غزوہ طائف سے فارغ ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ”جعراۃ“ کے مقام میں تھے کہ قبیلہ ہوازن کا وفد اپنا مال اور قیدی چھڑانے آیا، یہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے قبیلے کے لوگ تھے۔
وفد کے سردار زہیر بن صرد نے عرض کی: یا رسول اللہ! ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور رضاعی پھوپھیاں بھی شامل ہیں۔ ہمیں آپ سے بہت امید ہے آپ سب سے بہتر اور افضل انسان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے آنے میں تاخیر کر دی اب تو مالِ غنیمت تقسیم ہو چکا ہے۔ اب دوہی راستے ہیں: اپنا مال لے لیا اہل و عیال کو چھڑالو۔

انہوں نے کہا: ہمیں اہل و عیال عزیز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنا حصہ تمہیں دیا اور باقی مسلمانوں سے تمہاری شفا فرما کر دیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اسی طرح یہ وفد 6000 عورتوں اور بچوں کو لے کر واپس گیا۔

سر یہ قیس بن اسد رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن اسد رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قناہ کی طرف بھیجا اور یہ بھی فرمایا کہ یمن کے قبیلہ ”صداء“ سے گزر کر جائیں۔ زیاد بن حارث صدائی کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ لشکر کو واپس بلا لیں۔ میں اپنی قوم کے اسلام کا ذمہ دار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو واپس بلا لیا۔

وفد صداء:

سن 8 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں زیاد بن حارث صدائی اپنے قبیلے کے 15 آدمیوں کا وفد لے کر حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول فرمایا اور واپس جا کر تمام قبیلے والوں کو مسلمان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری قوم تو تیری بہت مطیع ہے۔ کہا کہ یہ اللہ کا احسان ہے جس نے اسلام کی ہدایت دی۔ یہ وہی زیاد بن حارث صدائی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی کہ آپ حضرت قیس بن اسد رضی اللہ عنہ کو واپس بلا لیں میں اپنے قبیلے کے اسلام کا ذمہ دار ہوں۔

سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 8 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یمن کے قبیلہ ”ہمدان“ کی طرف بھیجا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ انہی لوگوں کی طرف اپنا خط مبارک دے کر بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھ کر سنایا جسے سن کر سارے قبیلے والے مسلمان ہو گئے۔

مشق نمبر 8

مختصر جواب دیں:

1. کس موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا لقب ملا؟
2. قریش کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی تین شرائط پیش کیں؟
3. کعبہ میں کتنے بت رکھے تھے؟
4. کس تاریخ اور کس پانی سے بیت اللہ کو غسل دیا گیا؟
5. سنۃ الوفود کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟
6. خزرج والے کس بت کو اپنا خدا مانتے تھے؟
7. حنین کے موقع پر لشکر اسلام کی تعداد کیا تھی؟

خالی جگہ پر کریں:

1. شاہ روم ہر قل کا لشکر..... پر مشتمل تھا۔
2. حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو..... نامی بت توڑنے کے لئے بھیجا۔
3. سن..... ہجری ماہ..... میں مکہ فتح ہوا۔
4. جو شخص..... کے گھر میں داخل ہو گا اسے امن ہے۔
5. حنین..... اور..... کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو اوٹاس کے قریب ہے۔
6. حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو دوس کے بت..... کو توڑنے کے لئے بھیجا۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

1: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لقب ہے:

ضیف اللہ ضیف الاسلام سیف اللہ

2: فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کا لشکر افراد پر مشتمل تھا:

آٹھ ہزار دس ہزار بارہ ہزار

3: بیت اللہ میں بت رکھے ہوئے تھے:

تین سو بیس تین سو پچاس تین سو ساٹھ

4: غزوہ حنین میں کتنے کا فر مارے گئے؟

پچاس ستر آسی

5: وفدِ صداء میں کتنے آدمی حلقہ بگوش اسلام ہوئے؟

پندرہ آدمی بیس آدمی پچیس آدمی

سن 9 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا آخری غزوہ، غزوہ تبوک
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا باطل نظریہ، موزوں پر مسح کا حکم
 لعان کا حکم، مسیلمہ کذاب کی چند نحوستیں، دعوتِ مباہلہ، عہد نامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سر یہ عمینہ بن حصن الفزازی رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ محرم الحرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمینہ بن حصن الفزازی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 50 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو تمیم کی ”سُقَیاء“ نامی جگہ کی طرف بھیجا۔ کفار سے مقابلہ ہوا اور 11 مرد، 21 عورتیں اور 23 بچے قید کر کے لائے۔

سر یہ عبد اللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ:

9 ہجری یکم صفر المظفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کو ”بنو حارثہ“ کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کی لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا کی۔ ان پر رُعشہ اور بدحواسی کی آفت آن پڑی۔ ان کا کلام بے عقل آدمیوں کے کلام جیسا ہوتا تھا۔

سر یہ قطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ صفر المظفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بیشہ“ نامی جگہ کی طرف بھیجا۔ جنگ ہوئی اور یہ حضرات غنیمت کے طور پر اونٹ، بکریاں اور عورتیں لے کر آئے۔ خُمس نکالنے کے بعد باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

سر یہ ضحاک بن سفیان کلابی رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو کلاب کے قبیلہ

”قرطاء“ کی طرف بھیجا۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ نے ان کو پہلے اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ بالآخر مقابلہ ہوا اور کفار کو شکست ہوئی۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ صحیح سالم مالِ غنیمت لے کر واپس لوٹے۔

سر یہ علقمہ بن حُجَزُّ بن مُدَلْجی رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علقمہ بن مجز مدلجی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”جدہ“ کے ساحل کی طرف بھیجا جہاں حبشہ کے کچھ لوگ رہائش پذیر تھے۔ ان حضرات کی خبر سن کر وہ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے اور جنگ کی نوبت نہ آئی۔

سر یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 150 یا 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”بنو طی“ کے ”فلس“ نامی بت کو توڑنے کے لیے بھیجا۔ ان حضرات نے وہاں پہنچ کر بت کو توڑا اور غنیمت کے طور پر اونٹ، بکریاں اور دیگر قیمتی ساز و سامان لے کر آئے۔ اس سامان میں دو تلواریں تھیں جن کے نام ”حُذَہ“ اور ”الرَّسُوب“ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تلواریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔

ان قیدیوں میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سَفَّانہ بنت حاتم طائی بھی تھیں جو بعد میں مسلمان ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قیدیوں کو بغیر کسی معاوضہ کے رہا کر دیا۔ حضرت سَفَّانہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عدی بن حاتم (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے اور فرار ہو گئے تھے) کو اپنے اسلام لانے کی خبر دی۔ چنانچہ وہ بھی 10

ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابی رسول بن گئے۔
رضی اللہ عنہ۔

سریہ عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ ربیع الثانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکاشہ بن
محسن رضی اللہ عنہ کو ”جباب“ نامی جگہ کی طرف بھیجا۔ اس وقت وہاں دو قبیلے
”بنو عذرہ اور بنو بلیح“ آباد تھے۔ (اس سریہ کی باقی تفصیلات نہ مل سکیں)
نوٹ: بلی (بروزن علی) بلی میں ی تشدید کے ساتھ ہیں۔

غزوہ تبوک:

9 ہجری ماہ رجب المرجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے
شام کی طرف تقریباً 670 کلومیٹر کے فاصلے پر ”تبوک“ تشریف لے گئے۔ تبوک
ایک چشمہ یا پہاڑی کا نام ہے۔ اس کے قریب علاقے کو تبوک کہہ دیا جاتا ہے۔

غزوے کا سبب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قیصر روم کے حکم سے قبیلہ غسان جو
کہ عیسائی ہیں، مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ یہ اطلاع ان لوگوں نے آکر دی
جو زیتون لینے کے لئے روم گئے تھے۔ واپسی پر انہوں نے مدینہ منورہ یہ خبر پہنچائی کہ
رومیوں نے بہت بڑی فوج اکٹھی کر لی ہے جس میں غسان عرب اور رومی بہت بڑی
تعداد میں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کو حکم فرمایا کہ خوب تیاری کی جائے۔

تنگی کا زمانہ:

یہ انتہائی سخت تنگی کا زمانہ تھا، پھل پک چکے تھے اور عرب کا سارا دار و مدار

کھجور کی فصل پر ہوتا تھا اس لئے مسلمانوں کے لئے بہت مشکل تھا اسی لئے اس غزوہ کو ”غزوہ ذات العسرۃ“ بھی کہا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے مالی تعاون کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارے کا سارا مال اللہ کے نام پر پیش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کل مال کا آدھا پیش خدمت کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر بہت مال دیا۔ چنانچہ 10000 دینار، 900 اونٹ مع ساز و سامان، 100 گھوڑے اور دیگر بے شمار سامان سفر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں عثمان سے راضی ہوں آپ بھی اس سے راضی ہو جائیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار دراہم پیش کیے جو ان کے کل مال کا نصف بنتا تھا۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے 60 وسق (7830 کلو گرام) کھجور پیش کی۔ خواتین نے اپنے زیور (سونے چاندی کے کنگن، بالیاں، انگوٹھیاں، بازو بند وغیرہ) اتار اتار کر پیش کیے۔ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے ایک صاع (تین کلو، ایک سو انچاس گرام، دو سو اسی ملی گرام) کھجور حاضر خدمت کی۔ الغرض جس کی جتنی وسعت تھی اس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، کسی نے کم تو کسی نے زیادہ لیکن منافقین نے ان دونوں پر فقرے کسے، زیادہ دینے والوں کو ریاکار کہا جبکہ کم دینے والوں کو یہ طعنہ دیا کہ اتنا مال دیے بغیر تو جہاد ہی نہ ہوتا۔

تنگدست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت:

چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مالی طور پر تنگدست تھے، اس موقع پر ان کے

پاس اپنی سواریاں موجود نہیں تھیں، ان کی تعداد 7 تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں مانگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت سواریاں موجود نہیں تھیں اس لیے آپ انہیں نہ دے سکے اور وہ روتے ہوئے واپس ہوئے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَاغْبِظُوا
تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ

سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ: 93

ترجمہ: اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو سواریاں دیں اور آپ ان سے کہتے ہیں کہ میرے پاس سواریاں نہیں ہیں، آپ کی مجلس سے جاتے وقت غمزہ حالت میں آنسو بہا رہے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے مال نہیں تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوستوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں لے کر آؤں۔ میں حاضر ہوا، عرض کی کہ سواریاں چاہئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (فی الحال) نہیں ہیں۔ میں غمگین واپس ہوا، تھوڑی دیر بعد (جب کہیں سے ان کا انتظام ہو گیا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے میرا نام لے کر آواز لگائی کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں، میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سواریاں عطا فرمائیں، یہ حضرات بھی شریک ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور خود 30000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر لے کر تبوک روانہ ہوئے۔

علی! میرا آپ سے موسیٰ و ہارون علیہما السلام جیسا تعلق ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! آپ مدینہ میں رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! کیا آپ اس بات پہ راضی نہیں کہ آپ کا تعلق مجھ سے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ (ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی تھے) لیکن میرے بعد (کسی طرح کا) کوئی (نیا) نبی نہیں آئے گا۔

خلافت علی رضی اللہ عنہ بلا فصل کا غلط نظریہ:

مذکورہ روایت کو دیکھ کر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا نائب قرار دیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلا فصل خلیفہ تھے لیکن حضرات خلفاء ثلاثہ (حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) نے اسے غصب کر لیا۔

قائم مقام حاکم بنانا خلافت کی دلیل نہیں:

اس حوالے سے پہلی بات یہ سمجھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مدینہ منورہ سے باہر کسی غزوے کے لیے تشریف لے جاتے تو مدینہ میں کسی صحابی کو قائم مقام حاکم بناتے لیکن قائم مقام حاکم بنانا خلافت کی دلیل نہیں چہ جائیکہ خلافت بلا فصل کی دلیل مانی جائے۔ اگر بالفرض قائم مقام حاکم بنانا ہی خلافت کی دلیل ہے تو پھر ایسی خلافت میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکیلے نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت شامل ہے جس کا تذکرہ ہم غزوات کے ذیل میں کر چکے ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات:

دوسری بات یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تعلق کو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تعلق جیسا بتایا ہے لیکن اس سے خلافت بلا فصل کا نظریہ سمجھ میں آہی نہیں سکتا کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جانشین بنے ہی نہیں اس لیے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہو چکی تھی۔

حدیث مبارک کا اصل مطلب:

اصل بات یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام حاکم بنایا تو کچھ منافقوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر فقرے کسنے شروع کیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناگواری و ناراضگی کی وجہ سے آپ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر گئے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ حاضر ہوئے اور رو کر عرض کی: کچھ لوگ مجھے طعنے دے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے لیے اس طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام تھے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے جاتے وقت اپنے قابل اعتماد بھائی کو کچھ وقت کے لیے اپنا نائب اور اپنے اہل و عیال کا نگران بنا کر گئے تھے میں بھی اسی طرح کچھ وقت کے لیے آپ کو اپنا نائب اور اپنے اہل و عیال کا نگران بنا کر جا رہا ہوں۔

پیچھے رہ جانے والے:

اس موقع پر جو پیچھے رہ گئے، وہ دو طرح کے لوگ تھے:

1... مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم: ان کی تعداد 3 تھی (حضرت کعب بن مالک، حضرت

مُرارہ بن الریح اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم) انہوں نے یہ سوچ کر کہ ہمارے پاس تیز رفتار سواریاں ہیں ہم کچھ دن بعد بھی جائیں تو قافلے کے ساتھ مل جائیں گے لیکن آج کل کرتے کرتے رہ ہی گئے۔ یہ اپنی نیت میں مخلص اور سچے تھے۔ محبوبانہ تنبیہ کے بعد اللہ کے حضور ان کی معافی کو قبول کر لیا گیا۔ رضی اللہ عنہم

2... منافقین: جنہوں نے جھوٹی قسمیں اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلانے کی کوشش کی، ان کی تعداد 82 تھی۔

لڑائی کی نوبت نہ آئی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم 30000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر (جس میں 10000 گھڑ سواری تھے) کو ساتھ لے کر تبوک پہنچے تو معلوم ہوا کہ رومیوں اور غسانوں کے حملہ کرنے والی بات درست نہیں تھی بلکہ محض افواہ تھی۔ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب ہر قل شاہ روم کو مسلمانوں کے اتنے بڑے لشکر کا علم ہوا تو وہ مرعوب ہوا اور مقابلہ پر نہیں آیا۔ واللہ اعلم۔

مدینہ منورہ واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن قیام فرمایا اور اس کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

غزوہ تبوک میں رونما ہونے والے چند معجزات:

1: اس سفر میں اہل اسلام کے لشکر کا گزر حضرت صالح علیہ السلام کے علاقے ”حجر شمود“ سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں کا پانی استعمال کرنے سے منع فرما دیا۔ اسی حال میں گزری، صبح کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی: پانی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے دعا فرمائی، اسی وقت بادل کی ٹکڑی آئی، صرف وہاں تک برسی جہاں تک لشکرِ اسلام پھیلا ہوا تھا، اردگرد میں بارش نہ ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود پیا، وضو کیا، برتن بھر لیے، مویشیوں کو پلایا۔ اس کے بعد وہ بادل غائب ہو گیا۔

2: حجر شمود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اونٹوں کو باندھے بغیر نہیں چھوڑنا اور رات کو کسی ساتھی کے بغیر اکیلے نہیں نکلنا، بنو ساعدہ کے دو بندے (جنہیں شاید یہ بات بھول گئی) ان میں سے ایک شخص رات کے وقت قضائے حاجت کے لیے اکیلے باہر نکلے۔ انہیں شدید کھانسی (خناق) کی بیماری لگ گئی۔ دوسرے شخص کا اونٹ گم ہو گیا۔ وہ اسے تلاش کرنے کے لیے نکلے تو تیز آندھی نے انہیں قبیلہ طی کے پہاڑوں پر پھینک دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں نے تمہیں اس طرح نکلنے سے منع کیا تھا۔ خناق والے شخص کو حاضر خدمت کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے پر ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ بھلا چنگا ہو گیا اور جو قبیلہ طے کے پہاڑوں میں جا گرے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ واپس پہنچنے کے بعد قبیلہ بنو طے کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

3: اس سفر میں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصواء گم ہو گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے تلاش کیا لیکن نہ ملی، ایک منافق نے کہا: محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آسمان کی خبر تو آتی ہے لیکن اپنی اونٹنی کی خبر نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محض وہی بات جانتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ اس کی رسی فلاں درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا انہوں نے اونٹنی کو اسی حالت میں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

لے آئے۔

4: اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک سانپ نمودار ہوا، کچھ دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھن پھلائے کھڑا رہا اور پھر وہاں سے چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس سانپ کے بارے میں آپ لوگ کیا جانتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ان جنات میں سے ہے جو مکہ میں میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے، یہ سانپ مجھے سلام کرنے کی غرض سے آیا تھا اور آپ لوگوں کو بھی سلام کہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا جواب دیا۔

5: اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہمارے تھیلے سے کھجوریں لے آؤ! حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کھجور کا تھیلہ لایا اور ساری کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا حکم دیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھائیں لیکن تھیلے میں جتنی کھجوریں پہلی تھیں اتنی ہی باقی رہیں۔

6: اس سفر میں پانی کے ایک چشمے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی جس کی وجہ سے وہ ابلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر آپ کو لمبی زندگی نصیب ہوئی تو آپ اس پانی سے باغات کو سیراب ہوتا دیکھو گے۔

7: اس سفر میں ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس کھانا ختم ہو گیا کسی کسی کے پاس کچھ موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صورتحال بتلائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان لگانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جس کے پاس

کھانے کی جو چیز موجود ہے وہ دسترخوان پر رکھ دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے پاس ایک مٹھی جو، کسی کے پاس مٹھی بھر کھجور، کسی کے پاس چند روٹی کے ٹکڑے تھے۔ سب کو جمع کیا گیا تو تقریباً 36 سیر کے برابر وزن ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، دو رکعت نماز نفل ادا کی اور اس کھانے پر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا حکم دیا۔ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا لیکن کھانا راشن پھر بھی بچ گیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانے کے برتن اس سے بھر لیے، بوریاں بھر لیں۔

8: اس سفر میں ابھی آپ تبوک میں تھے کہ مدینہ منورہ میں حضرت معاویہ بن معاویہ اللیشی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی، اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے اعزاز کے طور پر ان کی نماز جنازہ کے لیے 70 ہزار فرشتے نازل فرمادیے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے سورۃ اخلاص کی تلاوت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کی نماز جنازہ کے لیے صفیں بنائیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صفیں بنائیں اور فرشتوں نے دو صفیں بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے تبوک اور مدینہ کے درمیان حائل پہاڑ، ٹیلے اور درخت وغیرہ سب ہٹا دیے یہاں تک کہ جنازہ کے دوران حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی میت آپ کو نظر آرہی تھی۔

سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

9 ہجری ماہ رجب المرجب میں تبوک کے قیام کے دوران ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کا ایک لشکر (جس کی تعداد 420 تھی) ”اُکیدد بن اکدد نصرانی“ کی طرف بھیجا۔ یہ وہاں پہنچے تو اُکیدد نے مذکورہ چیزوں پر صلح کی پیشکش کی جو قبول کر لی گئی۔

2000 اونٹ، 800 گھوڑے، 400 زرہیں، 400 نیزے۔ حضرت خالد بن

ولید رضی اللہ عنہ اُکیدد اور اس کے بھائی مُصاد کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امان دی اور عزت و احترام کے ساتھ واپس فرمایا۔

موزوں پر مسح کا حکم:

سن 9 ہجری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے سفر میں تھے اس وقت موزوں پر مسح کا حکم نازل ہوا۔

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ: يَا مُغِيرَةُ! خُذِ الْإِدَاوَةَ فَأَخَذْتُهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ فَأَنْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَطَّضِي حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَةٌ ضَبِيقُهُ الْكُمَّيْنِ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهُ مِنْ كُبَّهَا فَضَاقَتْ عَلَيْهِ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خَفَيْهِ ثُمَّ صَلَّى.

صحیح مسلم: رقم الحدیث: 406

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر (تبوک) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے مغیرہ! پانی والا برتن لے لو۔ میں نے وہ برتن لے لیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے او جھل

ہو گئے۔ قضائے حاجت کر کے واپس تشریف لائے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شامی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا اور اس کی آستینیں قدرے تنگ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو آستین سے نکالنا شروع کیا تو وہ تنگ پڑ گئیں اس لیے آپ نے ہاتھ کو آستین کے اندر والے حصے سے نکالا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے نماز والا وضو کیا، پھر اپنے موزوں پر بھی مسح کیا، اس کے بعد نماز ادا فرمائی۔

فائدہ: بعض لوگ موزوں پر مسح کے قائل نہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آیت وضو (جس میں پاؤں دھونے کا تذکرہ ہے) کی وجہ سے موزوں پر مسح کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ یہ بات سراسر غلط ہے اس لیے کہ آیت وضو سن 5 ہجری میں نازل ہوئی اور موزوں پر مسح کا حکم 9 ہجری میں نازل ہوا۔ بھلا 5 ہجری والی مقدم آیت 9 ہجری والی مؤخر آیت کے لیے کیسے نسخ بن سکتی ہے؟ نسخ آیت کے لیے مؤخر ہونا ضروری ہے۔

مسجدِ ضرار:

سن 9 ہجری غزوہ تبوک سے کچھ دن پہلے مسجدِ ضرار بنائی گئی۔ ابو عامر جس نے جنگِ احد میں گڑھے کھود دیے تھے ان میں سے ایک گڑھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گر گئے تھے، یہ اہل اسلام کا دشمن تھا۔ ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پیش پیش رہا یہاں تک کہ حنین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ لڑی۔ جب حنین میں بنو ہوازن کو شکست ہوئی تو ابو عامر روم کی طرف چلا گیا اور وہاں جا کر عیسائی ہو گیا۔

ابو عامر کا منافقینِ مدینہ کے نام خط:

اس نے مدینہ منورہ کے منافقین کو خط لکھا کہ میں اس کوشش میں ہوں کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو ختم کر دے لیکن اس کام کے لیے اندورنی طور پر اس کو تمہاری ضرورت پڑے گی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم مدینہ میں اپنی ایسی جگہ بناؤ جہاں مسلمانوں کے خلاف مشاورت کی جاسکے۔ خفیہ طور پر اسلحہ جمع کیا جاسکے اور میری طرف سے کوئی قاصد وغیرہ آئیں تو ان کو وہاں ٹھہرایا جاسکے۔ میری رائے یہ ہے ایک عمارت بناؤ اور اسے مسجد کا نام دے دو۔

مسجد بنانے والے منافقین:

ابوعامر کے کہنے پر منافقین کی ایک جماعت (خِزَام بن خالد، ثَعْلَبَة بن حاطب (اسی نام کے ایک بدری صحابی بھی ہیں) مُعْتَبَب بن قُشَيْر، ابو حبیبہ بن الْأَزْعَر، عَمَّاد بن حُنَيْف، جَارِیہ بن عامر، مُجَبِّح بن جَارِیہ، زید بن جَارِیہ، نُبَّال بن حارث، بَحْرَج، بَجَاد بن عثمان اور وَدِيعَة بن ثابت) نے مسجد قباء کے قریب ایک مسجد بنائی۔

رسول اللہ ﷺ کو دعوت:

منافقین یہ عمارت بنا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، عرض کی: ہم نے کمزور اور معذور لوگوں کے لیے مسجد بنائی ہے۔ آپ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابھی جا رہا ہوں واپسی پر نماز پڑھاؤں گا۔

سورۃ التوبۃ کی چند آیات کا نزول:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے تو مقام ”ذو اوان“ میں قیام فرمایا۔ اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ ان لوگوں نے اس مسجد کی بنیاد غلط نیت پر رکھی ہے۔ اس مسجد کے

بارے میں یہ آیات نازل ہوئی:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِصْرًا لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ، وَ لِيَحْلِفُوا إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ، وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾

سورۃ التوبہ، رقم الآیۃ: 107

ترجمہ: اور کچھ لوگوں نے مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، کفریہ باتوں کا پرچار کرنے اور اہل ایمان کے درمیان جدائی پیدا کرنے لیے اور اس شخص جس کی شروع سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے کو مرکز فراہم کرنے کے لیے ایک مسجد (نما عمارت) بنائی ہے۔ یہ قسمیں اٹھالیں گے کہ ہماری نیت بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں لیکن اللہ اس کی گواہی دیتا ہے کہ یقیناً یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

گرانے اور جلانے کا حکم:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن الدُّخَشْمِ اور مَعْنِ بن عدی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ جاؤ اور اس مسجد کو گرا کر آگ لگا دو۔ یہ دونوں حضرات گئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے لکڑی جلا کر لائے اور مسجد کو گرا کر آگ لگا دی، آس پاس کے لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔

وفدِ ہمدان:

سن 9 ہجری میں قبیلہ ہمدان کا 120 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عمدہ لباس پہنے، بڑی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بات کی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک درخواست کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ مالک بن مَعْنِ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا۔

لعان کا حکم نازل ہوا:

سن 9 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں حکم لعان نازل ہوا۔ حضرت سہل بن سعد رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص (حضرت عویمیر عجلائی رضی اللہ عنہ) نے آکر عرض کی: یا رسول اللہ! اس کے بارے کیا فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کے پاس اجنبی مرد کو دیکھا کیا وہ اس اجنبی کو قتل کر دے؟ پھر آپ حکم قصاص کے مطابق قاتل کو قتل کر دیں گے۔ (ایسے شخص کا معاملہ بہت پیچیدہ ہے) اسے کیا کرنا چاہیے؟ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے آیات لعان نازل فرمائیں۔

لعان، حدِ قذف اور حدِ زنا:

حدیث مبارک میں ”لعان“ کا لفظ آیا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں لعان کہتے ہیں کہ شوہر اپنی (مسلمہ، عاقلہ، بالغہ اور پاک دامن) بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو میاں بیوی دونوں کو قاضی کی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ جہاں قاضی صاحب پہلے ان دونوں کو ترغیب و ترہیب سے سمجھائے گا کہ آخرت کا عذاب دنیا کی ان سزاؤں سے زیادہ سخت ہے، اس لیے جھوٹی قسم اٹھانے کے بجائے اصل حقیقت کا اعتراف کر لو۔ اگر بیوی قسم اٹھانے کے بجائے اپنے جرم زنا کا اعتراف کر لے تو اس پر زنا کی شرعی سزا (حدِ زنا جو کہ شادی شدہ مرد و عورت کے لیے رجم (سنگساری) ہے) جاری کی جائے گی۔ اسی طرح اگر شوہر قسم اٹھانے کے بجائے اپنے الزام لگانے والے جرم کا اعتراف کر لے تو اس پر تہمتِ زنا کی شرعی سزا (حدِ قذف 80 کوڑے) جاری کی جائے گی۔

لیکن اس کے باوجود بھی اگر دونوں قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوں تو پہلے چار مرتبہ شوہر قسم اٹھا کر گواہی دے گا کہ میں نے جو اس عورت (اپنی بیوی) پر زنا کی تہمت لگائی ہے میں اپنی اس بات میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ قسم اٹھا کر گواہی دے گا کہ اگر میں (اپنی بیوی پر زنا والا) الزام عائد کرنے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ قسم اٹھا کر گواہی دے کہ میرے شوہر نے مجھ

پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس الزام عائد کرنے میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ قسم اٹھا کر گواہی دے کہ اگر میرا شوہر مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اگر دونوں نے قسمیں اٹھالیں تو کسی پر بھی دنیا میں سزا جاری نہیں ہوگی، البتہ اس کے بعد قاضی صاحب دونوں کے درمیان نکاح فسخ کر دے گا اور اگر کوئی بچہ پیدا ہوا اور شوہر اسے اپنا بچہ ماننے سے انکار کرے تو وہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

محض لعان سے طلاق نہیں ہوتی:

محض لعان والے حکم پر عمل کر لینے سے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ لعان سے فارغ ہونے کے بعد شوہر بیوی کو مستقل طور پر طلاق دے گا تو طلاق ہوگی اور اس کے بعد میاں بیوی کے درمیان جدائی ہوگی۔ اگر شوہر طلاق نہ دے تو قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کا حکم دے گا قاضی کا یہ حکم شوہر کی جانب سے طلاق کے قائم مقام ہوگا اور عورت کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ نے لعان سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔

حدیث مبارک میں ہے:

فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث 5308

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے حضرت عویمیر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے چکے تھے۔

وفدِ بنی مُرَّہ:

9 ہجری میں قبیلہ بنی مرہ کے 13 افراد پر مشتمل حارث بن عوف کی زیر

قیادت ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے سلسلہ نسب کے ایک فرد کوئی بن غالب کی اولاد سے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا: قحط سالی کی وجہ سے حالات خراب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ یہ لوگ واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آدمی کو دس دس اوقیہ چاندی عطا فرمائی اور حارث بن عوف رضی اللہ عنہ کو 12 اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

وفد بہرء:

سن 9 ہجری میں یمن کے قبیلہ بہرء سے 13 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے مہمان نوازی کی۔ اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حیس (عرب کی مشہور سوغات) بڑے پیالے میں لاکر ان کے سامنے رکھی۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر کھایا، کھانا پھر بھی بچ گیا۔ پھر کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کھایا اہل بیت کو بھی کھلایا اور پیالہ واپس بھیج دیا۔ جب تک یہ مہمان مقیم رہے اسی پیالے سے سیر ہو کر کھاتے رہے۔ ایک دن مہمان کہنے لگے کہ مدینہ کی خوراک تو عام سی ہوتی ہے مگر ہم کو ہر روز عمدہ کھانے کھلائے جاتے ہیں جو ہم نے کبھی نہیں کھائے ہوتے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی برکت ہے۔

اس سے ان کا ایمان اور یقین مزید بڑھ گیا۔ کچھ دن یہ لوگ احکام و مسائل سیکھتے رہے، پھر جانے کی تیاری کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جاتے وقت تحائف سے نوازا۔

وفدِ بنی حنیفہ:

سن 9 ہجری میں یہ وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا لیکن تکبر کی وجہ سے بارگاہِ رسالت میں نہ آیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی حضرت ثابت بن قیس بن ثنّاس رضی اللہ عنہ کے ساتھ خود اس کے پاس تشریف لے گئے۔ مسیلمہ نے کہا: اگر آپ مجھے خلافت دے دیں اور اپنا نائب مقرر کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی، فرمایا: اگر تو مجھ سے یہ چھڑی (جیسی معمولی چیز) بھی مانگے تو نہ دوں (خلافت تو بہت بڑی چیز ہے)

اس کے بعد سن 10 ہجری میں مسیلمہ کذاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

خط لکھا:

مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ - سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ!
فَإِنِّي قَدْ أَشْرِكْتُ فِي الْأَمْرِ مَعَكَ وَإِنَّا لَنَانِصِفُ الْأَرْضَ وَلِقَرَيْشٍ نِصْفَ الْأَرْضِ
وَلَكِنَّ قَرَيْشًا قَوْمٌ يَعْتَدُونَ.

ترجمہ: اللہ کے رسول مسیلمہ کی طرف سے اللہ کے رسول محمد کی طرف۔ آپ پر سلامتی ہو۔ اما بعد! مجھے آپ کے ساتھ امر (نبوت و رسالت) میں شریک کر دیا گیا ہے۔ ادھی سلطنت میری اور باقی ادھی قریش (یعنی آپ) کی۔ لیکن قریش ایسی قوم ہے جو حد سے تجاوز کرنے والی ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اباخط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ -

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ -

الْسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى. أَمَا بَعْدُ! فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ
مَنْ عِبَادِهِ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔

اللہ کے بابرکت نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ سلامتی اس پر ہے جس نے ہدایت (دین اسلام) کی پیروی کی۔ اما بعد! ساری زمین صرف اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور نیک انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔

مسیلمہ کذاب کی چند نحو ستیں:

مسیلمہ کذاب کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایسا ذلیل فرمایا کہ وہ جو بات کہتا اس کے الٹ کام ہوتا۔ ایک پینا شخص کی آنکھ پر تھوک لگائی تو وہ اندھا ہو گیا۔ ایک بار کنویں میں تھوکا تو اس کا سارا پانی خشک ہو گیا۔ بکری کے تھنوں پر ہاتھ لگایا تو اس کا دودھ خشک ہو گیا۔ ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بری طرح گنجا ہو گیا۔ ایک شخص کے دو بیٹوں کے لیے لمبی عمر کی دعا کی، وہ شخص جب گھر گیا تو ان میں سے ایک کنویں میں گر کر مر گیا جبکہ دوسرے کو بھیڑیے نے کھالیا۔

نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد مبارک میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ان میں ایک مسیلمہ کذاب اور دوسرا اسود عنسی ہے۔ اسود عنسی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مارا گیا اور مسیلمہ کذاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قتل ہوا۔

وفد نصاریٰ نجران:

سن 9 ہجری میں نصاریٰ نجران کا 60 افراد پر مشتمل وفد عبد المسیح عاقب (عبد المسیح نام ہے اور عاقب اس کا لقب) کی قیادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے انتظامی امور سید ایہم (ایہم نام ہے اور سید اس کا لقب) سنبجال رہا تھا۔ ان کا پادری ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ اصل میں نجران کے دو گروہ تھے۔ امین کا اور نصاریٰ کا۔ ان میں سے امین نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن نصاریٰ نے جزیہ پر صلح کی۔

یہ وفد بڑی شان و شوکت کے ساتھ مدینہ آیا، اپنی عبادت سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اُلُوہیت و ابنیت مسیح (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا اور خدا کے بیٹا ہونے) پر بات چیت شروع ہوئی۔

وفد نے کہا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کو مانتے ہو کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے مشابہ ہونا چاہئے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ خدا کی مثل کوئی نہیں۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

تم اس بات کو بھی مانتے ہو کہ خدا حقیقی لایموت ہے۔ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔

وَ اَنَّ عِيسَى يَاتِي عَلَيَّ الْفَتَاءِ۔

تم یہ بھی مانتے ہو کہ ہمارا پروردگار قدرت والا، پورے عالم کا محافظ، نگران اور رازق ہے۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی کسی چیز کے مالک ہیں؟

وفد نے کہا: نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ بھی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جس طرح تخلیق فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کھانے پینے اور بول براز سے

پاک ہے اور حضرت مریم صدیقہ عام عورتوں کی طرح حاملہ ہوئیں، عام عورتوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے اور بول براز بھی کرتے تھے۔

و فد نے کہا: بے شک ایسا ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟

حق ان کے سامنے واضح ہو گیا لیکن حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائیں:

الْم ﴿۱﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا بُنُو: الْحَى الْقَيُّومُ ﴿۲﴾ نَزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلِ هَذَا بُدِىَ لِلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۵﴾ بُنُو: الْإِنْسَانِ يُصَوِّرْكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا بُنُو الْعَزِيزُ الْحَكِيمِ ﴿۶﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآيات: 1 تا 6

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس کے علاوہ اور کوئی معبود (برحق) نہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، پوری کائنات کو (اچھی طرح) سنبھالنے والا ہے۔ اس نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی جو برحق ہے، گزشتہ آسمانی کتابوں (کے منزل من اللہ ہونے) کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اسی ذات نے تورات اور انجیل کو نازل فرمایا۔ جو پہلے (جب تک محرف نہ ہوئی تھیں اس وقت) لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت بن کر نازل ہوئیں۔ اسی ذات نے حق اور باطل کو پرکھنے کی کسوٹی نازل کی۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات (نشانیوں) کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست اقتدار کا مالک ہے اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔ یقیناً اللہ سے کوئی بھی چیز چھپ نہیں سکتی، نہ زمین میں اور نہ آسمان

میں۔ وہی ہے جو جس طرح چاہتا ہے ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری صورتیں بناتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور معبود (برحق) نہیں وہ زبردست اقتدار کا مالک ہے اور اعلیٰ درجے کی حکمت کا بھی مالک ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔

وفد نے کہا: ہم تو پہلے سے مسلمان ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے مسلمان ہو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا ہوا ہے، صلیب کی پوجا کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو جو نجس العین ہے۔ وفد نے کہا: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ کہتے ہو؟ آپ نے کبھی ان جیسا آدمی دیکھا اور سنا ہے۔

اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیات نازل فرمائی:

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٥٩﴾
 الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
 فَلْيُنذِرْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾
 فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَلْيُنذِرْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴿٦١﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآيات: 59 تا 61

ترجمہ: اللہ کے ہاں عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال آدم (علیہ السلام) جیسی ہے۔ (دونوں کی تخلیق بغیر باپ کے ہوئی ہے) اللہ نے انہیں مٹی سے تخلیق کیا۔ صورت یہ بنی کہ ان کے وجود کا حکم دیا تو وہ موجود ہو گئے۔ حق وہی ہے جو آپ کے رب کی طرف سے آیا ہے۔ (اس لیے اس پر یقین رکھنا اور) شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا۔ آپ کے پاس عیسیٰ علیہ السلام کے واقعے کا صحیح علم آ گیا ہے، اس کے بعد بھی جو لوگ اس معاملے میں آپ سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو کہ آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی خواتین کو بلائیں اور تم اپنی خواتین کو، ہم اپنے لوگوں کو اور تم

اپنے لوگوں کو۔ پھر ہم دونوں فریق مل کر اللہ کے سامنے گڑ گڑائیں اور جو جھوٹے ہیں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

دعوتِ مباہلہ:

ان آیات کے نزول کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو مباہلہ کی دعوت دی اور مذکورہ آیاتِ کریمہ ان کے سامنے تلاوت فرمائیں۔ انہوں نے آپ سے تین دن کی مہلت مانگی۔ اس دوران وہ یہود بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع کے پاس اس بارے میں مشورے کے لیے گئے۔ یہود نے بالاتفاق مشورہ دیا کہ آپ صلح کر لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ اور مباہلہ نہ کریں۔

سید ابہم کا مشورہ:

سید ابہم نے قوم سے کہا: خدا کی قسم! میں ان کے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کے اپنی جگہ سے ٹلنے کی دعا مانگیں تو پہاڑ بھی ٹل جائیں۔ تم اس بات کو خوب جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ صحیح ہے۔ خدا کی قسم! جس قوم نے بھی اپنے نبی سے مباہلہ کیا وہ ہلاک ہوئے۔ لہذا بہتری اسی میں ہے کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے صلح کر لو اور واپس چلو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو لے کر میدان میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ان پر چھا گیا۔

خلافتِ علی رضی اللہ عنہ بلا فصل پر استدلال باطل ہے:

روافض اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلا فصل پر یوں استدلال کرتے ہیں کہ آیت میں اَبْنَاءَنَا سے مراد حضرات حسنین کریمین اور

نِسَاءَنَا سے مراد سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں اور اَنْفُسَنَا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین (ایک ہی ذات) ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مسلمانوں کے جان و مال میں تصرف کے حق دار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔

اللہ کے نبی مومنوں کے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق دار ہیں۔
اور جو مسلمانوں میں تصرف کا سب سے زیادہ حقدار ہو گا وہی امام اور خلیفہ ہو گا۔

یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ آیت میں اَنْفُسَنَا سے مراد صرف حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نہیں بلکہ اہل ایمان کی جماعت مراد ہے ان میں سے ایک فرد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جیسا کہ اسی آیت میں وَ اَنْفُسَكُمْ مذکور ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ سب عیسائی ایک دوسرے کے عین ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک دین اور ایک ملت میں سب شریک ہیں۔ چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دین، نسب، قرابت اور خاندانی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص تعلق تھا اس لیے لفظ اَنْفُسَنَا کا مصداق قرار دیے گئے ہیں۔

اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عین (ایک ہی ذات) تسلیم کر لیا جائے تو تمام صفات میں برابری لازم آئے گی۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی نبی، رسول بلکہ خاتم الانبیاء والمرسلین ماننا پڑے گا۔ العیاذ باللہ۔ جن کی بعثت تمام انس و جن کی طرف ہو، تمام انبیاء و مرسلین کے سردار بھی ہوں، جو کہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

ثابت یہ ہوا کہ آیت مذکورہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلا فصل پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی صرف ایک بیٹی پر استدلال باطل ہے:

روایات میں ہے کہ دعوت مباہلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹیوں میں سے صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے تھے۔ اس کی بنیاد پر روافض یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی بیٹی تھی، اگر ان کے علاوہ باقی بیٹیاں ہوتیں تو انہیں بھی ساتھ لے کر تشریف لے جاتے۔ اگر بالفرض دوسری بیٹیاں وفات بھی پا چکی تھیں تو ان کے شوہروں کو ہی بلا لیا ہوتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا لیا۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی بیٹی تھی۔

اس استدلال کے جواب سمجھنے سے پہلے تمہیدی طور پر چند باتیں ضرور سمجھ

لینی چاہئیں۔

1: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلانا یہ آیت سے نہیں بلکہ روایت سے ثابت ہے۔ اسے استدلال بالروایت تو کہہ سکتے ہیں استدلال بالآیۃ نہیں کہہ سکتے۔

2: نصاریٰ نجران کا وفد سن 9 ہجری میں آیا اس بات پر فریقین (اہل السنۃ والجماعۃ اور روافض) متفق ہیں بلکہ روافض کے ہاں تو ایک قول سن 10 ہجری کا بھی موجود ہے۔

3: فریقین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ وفد نصاریٰ نجران کی آمد سے پہلے باقی تین صاحبزادیاں وفات پا چکی تھیں۔ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن 2 ہجری جنگ بدر کے موقع پر۔ سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن 8

ہجری میں اور سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن 9 ہجری ماہ شعبان میں مباہلہ کے واقعہ سے پہلے پہلے۔

4: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی اولاد سمیت مباہلہ کے موقع پر ساتھ بلا کر لائے۔ چنانچہ امام عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین السيوطي رحمه الله (المتوفى: 911 هـ) الدر المنثور في التفسير بالماثور میں مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

وَأَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ {تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا} الْآيَةَ. قَالَ: فَجَاءَ بِأَبِي بَكْرٍ وَوَلَدَيْهِ وَبِعُمَرَ وَوَلَدَيْهِ وَبِعُثْمَانَ وَوَلَدَيْهِ وَبِعَلِيٍّ وَوَلَدَيْهِ.

معلوم ہوا کہ مذکورہ حضرات اور ان کی اولادوں کو اس موقع پر مباہلہ کے لیے مدعو کر لیا گیا تھا۔ اگر مباہلہ ہو جاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ یہ حضرات بھی موجود ہوتے۔ اس آیت کو دیکھ کر یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی بیٹی تھی، سراسر غلط ہے۔

اگر مباہلہ ہو جاتا تو...:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر اہل نجران مباہلہ کر لیتے تو ان پر اللہ کا عذاب آجاتا اور وہ بندر اور خنزیر بنا دیے جاتے، ان پر آگ برستی اور سب کے سب ہلاک ہو جاتے حتیٰ کہ پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔

عہد نامہ:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نامہ تحریر کرایا جس میں درج

ذیل امور تھے:

1. سالانہ دو ہزار حُلّہ (ایک حُلّہ چادر) کی قیمت 40 درہم) دینے ہوں گے۔
 2. اہل نجران پر ہمارے قاصد کی ایک مہینہ تک مہمان نوازی کرنا لازم ہوگی۔
 3. یمن میں کوئی فتنہ، کوئی مسئلہ پیش آجائے تو اہل نجران کو 30 زرہیں، 30 گھوڑے اور 30 اونٹ عاریتاً دینے ہوں گے جو بعد میں واپس کر دیے جائیں گے۔ اگر کوئی چیز گم ہوگئی یا ضائع ہوگئی تو اس کا ضمان ہم پر ہوگا۔
 4. اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال و جان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے اموال و املاک، ان کی جائیدادیں، ان کے حقوق، ان کی ملت، ان کے راہب، ان کے خاندان اور تابعین پر کوئی تبدیلی لازم نہیں ہوگی۔ جاہلیت کے کسی خون کا مطالبہ نہ ہوگا اور نہ ہی ان کی سر زمین میں لشکر داخل ہوگا۔
 5. جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔
 6. سود کھانے والا اس ذمہ سے بری ہوگا۔
 7. ایک شخص کے ظلم کرنے کی وجہ سے دوسرا بندہ نہیں پکڑا جائے گا۔
- یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ عہد ہے جب تک یہ اس پر قائم رہیں۔
- اس تحریر پر حضرات ابوسفیان بن حرب، عمیلان بن عمرو، مالک بن عوف، آقرع بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نے دستخط کیے۔

اس امت کے امین:

یہ عہد نامہ لے کر واپس جانے لگے تو عرض کی کہ ہمارے ساتھ ایک امین (امانت دار) آدمی بھیج دیں جو مالِ صلح لے کر واپس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ یہ اس امت کا امین ہے۔

گُر زبنِ علقمہ کا قبولِ اسلام:

جب یہ وفدِ نجران کے قریب پہنچا تو لوگوں نے خوب استقبال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نامہ پادری کے حوالے کیا۔ اسی دوران ابو حارثہ کے خنجر کو ٹھوکر لگی، ان کے چچا زاد بھائی گُر زبنِ علقمہ نے کہا:

تَعَسَّ الْأَبْعَدُ.

کبخت ہلاک ہو! (العیاذ باللہ اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا)

ابو حارثہ نے کہا: کبخت تم ہو، وہ تو برحق نبی ہیں۔

کرز نے کہا: پھر ایمان کیوں نہیں لائے؟

ابو حارثہ نے کہا: بادشاہوں نے جو دولت دے رکھی ہے، وہ واپس لے لیں گے۔

کرز نے کہا: میں اپنی سواری مدینہ جا کر ہی کھولوں گا۔ چنانچہ یہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ بعد میں ایک جنگ میں شہید

ہوئے۔

عبدالمسیح اور ابیہم کا قبولِ اسلام:

اس کے چند روز بعد سید ابیہم اور عبدالمسیح کو بھی اللہ رب العزت نے ایمان کی

توفیق عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام

ہوئے۔ (رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرایا۔

وفدِ ضمام بن ثعلبہ:

9 ہجری میں ضمام بن ثعلبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس وقت مسجد میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔

ضمام بن ثعلبہ نے چند سوالات کیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دیے۔ ذیل میں دونوں نقل کیے جاتے ہیں:

ضمام بن ثعلبہ نے کہا: کیا آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اللہ گواہ ہے۔

ضمام بن ثعلبہ نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں، ایک مہینے کے روزوں

اور زکوٰۃ لے کر فقراء پر تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اللہ گواہ ہے۔

اس کے بعد کہا کہ میں ضمام بن ثعلبہ ہوں اور ان سب باتوں پر ایمان لاتا

ہوں۔ پھر ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں تشریف لے گئے اور بتوں (لات،

عزی وغیرہ) کی مذمت پر بہت ہی عمدہ تقریر کی کہ یہ بت نہ تو تمہیں نقصان دے سکتے

ہیں اور نہ فائدہ۔ اللہ نے ایک رسول بھیجا ہے، اس پر کتاب نازل ہوئی ہے جو تمہیں ان

چیزوں سے نجات دلاتا ہے۔ شام ہونے تک اس قبیلہ کے تمام لوگ ایمان لے آئے،

کوئی ایک بھی باقی نہ رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی وفد کے قاصد کو ہم نے ضام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہتر نہیں پایا۔

سر یہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما:

9 ہجری کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بنو ثقیف کے الطاغیہ نامی بت توڑنے کے لیے بھیجا۔ ان کے بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ اس بت کو نہ گرایا جائے لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ اس بت کو پاش پاش کر دیا جائے۔ ان دونوں نے جا کر اس بت کو توڑ ڈالا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ مقام قدید میں منات نامی بت موجود ہے اس کو پاش پاش کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور جو مال موجود تھا اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن اسے تقسیم فرمادیا۔

وفدِ ثقیف:

سن 9 ہجری ماہ رمضان المبارک میں قبیلہ ثقیف کے چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ یہ وہی قبیلہ تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طائف میں بہت زیادہ تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی کے وقت دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اِهْدِ ثَقِيْفًا.

اے اللہ! ثقیف والوں کو ہدایت عطا فرما۔

اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت

عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے آٹھ مہینے بعد یہ وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

ان کی آمد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو خوشخبری دینے کے لیے دوڑے لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ خبر مجھے دینے کی اجازت دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس وفد کی آمد کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگایا اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو ان کی مہمان نوازی کے لیے مقرر فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس وفد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ تھے۔ جو کچھ کہنا ہوتا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ذریعے کہتے۔

وفد ثقیف نے تین مطالبات کیے:

- 1: نماز معاف کی جائے۔
 - 2: لات (بت) کو تین سال تک نہ توڑا جائے۔
 - 3: ہمارے بت ہمارے ہاتھ سے نہ تڑوائے جائیں۔
- پہلے دو مطالبات رد کر دیے گئے اور تیسرا منظور کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور حضرت ابو سفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو بت توڑنے کے لئے ان کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لات بت کو توڑا اس میں سے جو مال برآمد ہوا وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال میں سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے

بیٹے ابو فلیح اور ان کے بھتیجے قارب بن اسود کا قرض ادا کیا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ طائف سے آنے والے وفد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت وہ اسلام قبول کرنے کی نیت سے آئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ وحشی ہے، آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل۔ تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَعُوهُ فَيَا سَلَامُهُ رَجُلٌ وَاحِدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَتْلِ الْفِكَافِرِ۔

اسے چھوڑ دو میرے ہاں ایک شخص کا مسلمان ہو جانا ایک ہزار کافروں کے قتل سے زیادہ محبوب ہے۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ دریافت فرمایا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے انتہائی شرمندگی سے محض حکمِ نبوت کو پورا کرنے کی غرض سے واقعہ بیان کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اسلام کو قبول کر لیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو کیونکہ آپ کو دیکھ کر مجھے اپنے چچا کی یاد آتی ہے اور ان کی شہادت کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے۔ وحشی رضی اللہ عنہ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سامنے نہ بیٹھتے بلکہ پیچھے کی جانب بیٹھتے۔

اس کے بعد وحشی رضی اللہ عنہ کو یہ فکر رہتی کہ اس کا کفارہ کیسے ادا کروں چنانچہ اس کے کفارہ کے طور پر مسیلہ کذاب کو قتل کیا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کفر کی حالت میں میں نے سب سے بہتر انسان کو شہید کیا تھا جس کے بدلے حالتِ اسلام میں سب سے برے شخص کو

واصل جہنم کر دیا ہے۔

سر یہ ابو موسیٰ اشعری، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما:

سن 9 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کے علاقے کی طرف بھیجا۔ یمن کے بالائی علاقہ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور نچلے علاقے کا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گورنر بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے ارشاد فرمایا:

يَسِّرْ وَلَا تَعَسِّرْ أَوْ كَثِّرْ أَوْ لَا تَنْقِرْ أ-

آپ دونوں احکام شریعت کو آسان صورت میں پیش کرنا مشکل انداز میں پیش نہ کرنا۔ خوشیاں بائٹاں فرمائیں نہ پھیلا نا۔

اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ؟ قَالَ: أَقْضِي بِكِتَابِ اللَّهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي وَلَا أُلْو. فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرِيضِي رَسُولَ اللَّهِ.

سنن ابی داؤد: رقم الحدیث: 3594

ترجمہ: اے معاذ! یمن میں جا کر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اگر تجھے وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر؟ عرض کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ علیہ

السلام نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے نبی کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر تیرا پیغمبر خوش ہو گیا۔

چند فوائد:

- 1: حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف معلم، قاضی اور گورنر بنا کر بھیجا، معلوم ہوا کہ ہر بندہ قرآن و حدیث خود نہیں سمجھ سکتا۔
- 2: ”فَإِنْ لَمْ تَجِدْ“ اور ”فَإِنْ لَمْ يَكُنْ“ میں فرق ہے۔ چنانچہ اگر مسئلہ کا حل موجود ہی نہ ہو تو ”فَإِنْ لَمْ يَكُنْ“ کہتے ہیں اور اگر مسئلہ کا حل تو موجود ہو لیکن ہر کسی کو نہ ملے تو ”فَإِنْ لَمْ تَجِدْ“ کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ”فَإِنْ لَمْ تَجِدْ“ فرمایا، ”فَإِنْ لَمْ يَكُنْ“ نہیں فرمایا گویا اشارہ فرما دیا کہ مسئلہ کا حل قرآن و سنت میں موجود تو ہے لیکن ہر کسی کو نہیں ملے گا بلکہ صرف اسے ملے گا جو اجتہاد ورائے اور تفقہ فی الدین کی نعمت کا حامل ہو۔

3: اس حدیث میں اجتہاد کے جواز کی دلیل ہے۔

4: اجتہاد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا فرمایا۔

امیر حج سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سن 9 ہجری میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو 300 آدمیوں کا امیر حج بنا کر روانہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ قربانی کے 20 اونٹ اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے سے پہلے

سورۃ براءۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن کا تعلق عہد توڑنے والے کافروں سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ان آیات کے اعلان کا بھی فرمایا کہ حج کے موقع پر کافروں کو اس سے آگاہ کر دیں۔

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لے گئے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا کہ عہد اور عہد توڑنے سے متعلق یہ اعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کریں تو زیادہ مناسب ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے دستور کے مطابق ایسے امور کا اعلان کرنے والا خاندان کافر دہوتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کیا اور مکہ بھیجا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب ذوالحلیفہ کے مقام پر تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر بنا کر بھیجا ہے یا مامور بنا کر؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مامور بن کر آیا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مناسک حج ادا کرانے کے لیے بھیجا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں! مجھے صرف اس لیے بھیجا ہے کہ عہد توڑنے کے متعلق کفار کو آیات پڑھ کے سناؤں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ دس ذوالحج کو حج کا خطبہ دیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر سورۃ براءۃ کی آیات تلاوت کیں اور حَجْرَہ (وہ مقام جہاں شیطان کو کنکر مارے جاتے ہیں) کے قریب کھڑے ہو کر اعلان کیا: آج کے بعد کوئی مشرک کعبہ میں داخل نہیں ہو گا اور نہ ہی کوئی شخص بے لباس ہو کر طواف یا حج کرے گا۔ جن کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کا ایک متعین مدت تک عہد ہے وہ اسی متعینہ مدت تک پورا کیا جائے گا اور جن کے ساتھ عہد نہیں یا عہد کی کوئی مدت متعین نہیں ان کو چار ماہ تک امن ہے، اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان ہو گئے تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

روافض کا غلط استدلال:

مذکورہ واقعہ سے روافض نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اَمِيْرٌ اَوْ مَأْمُوْرٌ؟ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امیر بن کر آئے ہو یا مامور بن کر؟ اس وقت حضرت علی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ میں مامور بن کر آیا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر کہ آپ مناسک حج ادا کرائیں گے؟ فرمایا کہ نہیں، میں صرف سورۃ براءۃ کا اعلان کروں گا، مناسک حج آپ ادا کرائیں گے۔

وفدِ تجیب:

سن 9 ہجری میں یمن کے قبیلہ کندہ کی شاخ تجیب کے 13 افراد پر مشتمل ایک وفد صدقات وغیرہ کا مال لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے فقراء میں تقسیم کر دو۔ انہوں نے کہا کہ فقراء میں تقسیم کرنے کے بعد یہ مال بچا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اس جیسا وفد ہم نے آج تک نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کے سینے کو ہدایت کے لیے کھول دیتا ہے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوال پوچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جواب دیا۔

جاتے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انعامات سے نوازا اور پوچھا کوئی باقی تو نہیں رہا۔ انہوں نے کہا کہ ایک بچہ رہ گیا ہے جو مال کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بلا کر انعام و اکرام سے نوازا۔ بچے نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے لئے مغفرت، رحم اور غنا کی دعا فرمادیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعادی:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ

ترجمہ: اے اللہ! اس کی مغفرت فرمانا، اس پر رحم فرما اور اس کے دل کو غنا کی دولت سے مالا مال فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی۔ سن 10 ہجری میں جب یہ لوگ حج کرنے آئے، منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے بارے میں ان سے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ زہد و تقویٰ میں اس سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

وفد طئے:

سن 9 ہجری میں قبیلہ طئے کا 15 افراد پر مشتمل وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے سردار کا نام ”زید النخیل“ تھا۔ قبول اسلام کے بعد ان کا نام ”زید الخیر“ رکھا گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

وفدِ بنی فزارہ:

سن 9 ہجری میں قبیلہ بنو فزارہ کے 14 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ قحط سالی کی وجہ سے برا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارانِ رحمت کی دعا فرمائی۔ یہ وفد پہلے سے مسلمان ہو چکا تھا۔

وفدِ بنی اسد:

سن 9 ہجری میں قبیلہ بنو اسد کا 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کرنے کے بعد کہنے لگے: ہم بلا جبر واکراہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ہیں اور ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہے۔ اس پر آیت نازل ہوئی:

يٰۤمُنُّوْنَ عَلٰىكَ اَنْ اَسْلَمُوْاۗ قُلْ لَا تَمُنُّوْا عَلٰى اِسْلَامِكُمْۗ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلٰىكُمْ اَنْ يَّبْدِكُمْ
لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾

سورة الحجرات، رقم الآية: 17

ترجمہ: وہ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں، آپ ان سے فرمادیں کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ جتاؤ بلکہ اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو یہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ تمہیں قبول ایمان کی توفیق دی۔

اس کے بعد انہوں نے کہانت (بغیر وحی الہی کے غیب کی خبروں) کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

وفدِ ہذیم:

سن 9 ہجری میں بنو سعد کے قبیلہ ہذیم کا چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ وفد جب مسجد نبوی میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد نبوی سے متصل جناز گاہ میں) جنازہ پڑھا رہے تھے۔ یہ لوگ پیچھے آ کر بیٹھ گئے۔ جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ

لوگ مسلمان نہیں؟

انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم مسلمان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ لوگوں نے اپنے مسلمان بھائی کا جنازہ کیوں نہ پڑھا؟

انہوں نے کہا: ہم نے یہ سمجھا کہ شاید بیعت کرنے سے پہلے جنازے میں شرکت جائز نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلمان ہو جہاں کہیں بھی ہو۔

اس کے بعد انہوں نے بیعت کی، ان کے ساتھ سامان کی حفاظت کرنے والا لڑکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی بلایا اور بیعت کی اور دعادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور یہ بچہ اپنی قوم کا سب سے بڑا عالم بنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ وفد واپس اپنے قبیلے میں آیا تو تمام قبیلے والے مسلمان ہو گئے۔

وفدِ بلی:

سن 9 ہجری ماہ ربیع الاول میں قبیلہ بلی کے چند افراد پر مشتمل ابو الضیب کی زیر قیادت ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا سَلَامُهُ فَكُلُّ مَنْ مَاتَ عَلٰى غَيْرِ الْاِسْلَامِ

فَهُوَ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: اس ذات کا شکر ہے جس نے آپ لوگوں کو اسلام کی ہدایت دی، ہر وہ انسان جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر مرے گا وہ جہنمی ہو گا۔

وفد کے سردار ابوالضَّیِّب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں مہمان نوازی کا شوق رکھتا ہوں، کیا اس میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اس میں بھی اجر ہے۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مہمانی کتنی مدت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن۔ اس سے زائد مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ میزبان کو مشقت میں ڈالے۔ یہ لوگ تین دن رہے، پھر واپس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے وقت ہدایا و تحائف سے نوازا۔

وفدِ عذرہ:

9 ہجری میں یمن کا قبیلہ عذرہ کے چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی گواہی دی اور اسلام کے فرائض و احکام پوچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیے۔ انہوں نے ہر قتل کے بارے میں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب وہ شام سے نکل جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہانت اور کاہنوں کا ذبیحہ کھانے سے منع فرمایا۔ جاتے وقت تحائف سے نوازا۔

مشق نمبر 9

مختصر جواب دیں:

1. غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کون تھے؟
2. مسجد ضرار بنانے کی وجہ کیا تھی؟
3. مسیلہ کذاب نے اللہ کے رسول ﷺ کو کیا خط لکھا؟
4. مباحلہ میں آپ ﷺ کن حضرات کو لے کر آئے؟
5. وفد ثقیف نے کون سے تین مطالبے کیے؟
6. ”فان لحد تجد“ اور ”فان لحد یکن“ میں کیا فرق ہے؟

خالی جگہ پر کریں:

1. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور نامی تلواریں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیں۔
2. عرب کا سارا دار و مدار کی فصل پر ہوتا تھا۔
3. قائم مقام حاکم بنانا کی دلیل نہیں چہ جائیکہ کی دلیل مانی جائے۔
4. غزوہ تبوک میں لشکر کا گزر حضرت صالح علیہ السلام کے علاقے سے ہوا۔
5. اہل نجران مباحلہ کر لیتے تو ان پر اللہ کا عذاب آجاتا اور وہ اور بنا دیے جاتے۔
6. آج کے بعد کوئی کعبہ میں داخل نہ ہو گا۔
7. کوئی شخص ہو کر طواف نہیں کرے گا۔

8. قبیلہ طئ کے سردار کا نام زید النخیل سے رکھا گیا۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

غزوہ تبوک میں پیچھے رہنے والے منافقین کی تعداد تھی:

اسی بیاسی بانوے

نصاریٰ نجران کا وفد افراد پر مشتمل تھا:

پچاس ساٹھ ستر

نصاریٰ نجران کے ساتھ عہد نامہ میں باتیں تحریر کی گئیں:

پانچ سات دس

سن 10 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کا حج مبارک، مناسکِ حج کی عملی تعلیم
خطبہ حجۃ الوداع، تکمیل دین کی وحی، خطبہ غدیر خم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وفدِ بنی عامر بن صعصعہ:

سن 10 ہجری میں قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس بھی تھے۔ انہوں نے آتے ہی کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مدعا پر آؤ! عامر بن طفیل نے اربد بن قیس کو یہ بات سمجھائی کہ جب میں گفتگو کروں تو تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دینا۔ عامر بن طفیل نے گفتگو شروع کی۔ دورانِ گفتگو اربد نے حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ گفتگو ختم ہونے کے بعد عامر بن طفیل نے اربد بن قیس سے پوچھا کہ تو نے حملہ کیوں نہیں کیا؟ اربد بن قیس نے کہا کہ میں نے جب بھی تلوار کے وار کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل ہو جاتی، کبھی دیوار اور کبھی اونٹ جو میرے سر کو نکلنا چاہتا تھا۔ واپسی پر عامر بن طفیل طاعون کی بیماری کی وجہ سے مر گیا۔ وفد جب بنی عامر کی سرزمین پر پہنچا تو لوگوں نے حالات دریافت کیے۔ اربد نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین (العیاذ باللہ) گھٹیا قسم کا ہے۔ قسم بخدا! اگر وہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے سامنے ہو تو میں ہلاک کر دوں۔ دو دن بعد اربد سوار ہو کر نکلا، اچانک اس پر بجلی گری اور وہیں مر گیا۔ ان دو بد نصیبوں کو اسلام کی توفیق نہ ملی۔ وفد کے اکثر لوگ مشرف باسلام ہوئے۔

سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یمن کے ایک قبیلے ”بنو عبد مدان“ (بنو حارث کی ایک شاخ) کی طرف بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان سے فرمایا کہ پہلے اُن کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر قبول کر لیں تو اُن کو امان دینا اور اگر انکار کریں تو قتال کرنا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی، سب نے قبول کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کو امان دے دی۔

وفدِ کِنْدۃ:

سن 10 ہجری میں یمن کے قبیلہ کندہ کا 80 افراد پر مشتمل وفد اشعث بن قیس کنندی کی زیر قیادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے عمدہ قسم کے جبے پہنے ہوئے تھے جن کے جھاکر کا کنارہ ریشم کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا آپ مسلمان ہیں؟ عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر یہ ریشم کیسا؟ انہوں نے اسی وقت کپڑوں کو پھاڑ دیا۔

سر یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری ماہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 300 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دوبارہ یمن کی طرف بھیجا۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا، 20 آدمی قتل ہوئے، باقی شکست کھا کر بھاگ گئے اور بہت سامانِ غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو دعوت دی تو انہوں نے قبول کر لی، آپ نے جنگ روک دی اور وہیں رہ کر ان کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے۔

وفدِ طارق بن عبد اللہ محارب:

سن 10 ہجری میں قبیلہ ”بنو محارب“ کے چند افراد پر مشتمل ایک وفد آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت طارق بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے تو ہم لوگ مقام رزہ سے مدینہ کی طرف کھجور لینے کے ارادے سے نکلے۔ جب ایک باغ میں جانے لگے تو ایک شخص نے ہم سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ کس لیے جا رہے ہو؟

ہم نے جواب دیا: رزہ سے مدینہ جا رہے ہیں کھجوریں لینے کے لیے۔ ہمارے پاس ایک سرخ اونٹ تھا۔ اس نے پوچھا کہ اس اونٹ کو اتنی کھجوروں کے بدلے فروخت کرتے ہو؟ ہم نے کہا کہ اس سے کچھ زائد اتنی کھجوریں لیں گے۔ اس نے مان لیا اور اونٹ لے کر چل پڑا۔ ہم حیران ہوئے کہ اونٹ ایک اجنبی کے حوالے کر دیا اور قیمت بھی نہیں لی۔ ایک خاتون بولیں: میں نے اس شخص کو دیکھا، اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہے، یہ شخص کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ میں اس کی قیمت کی ذمہ دار ہوں۔

اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور کھجور لے کر آیا ہوں۔ پہلے ان کو کھالو اور پھر وزن کر لو۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھائیں اور وزن کیا تو بالکل پوری نکلیں۔ اس سے اگلے دن ہم مدینہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔

وفدِ اُزد:

سن 10 ہجری میں قبیلہ ازد کا 15 افراد پر مشتمل وفدِ اُزدی کی قیادت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام کو قبول کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرد بن عبد اللہ ازدی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور آس

پاس کے مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ اسی قبیلے کا دوسرا وفد 3 یا 7 افراد پر مشتمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہو؟
جواب دیا: مسلمان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟
وفد والوں نے کہا: 15 نخصلتیں ہیں، پانچ وہ جن پر آپ کے مبلغین نے عمل کرنے کا حکم دیا، پانچ پر ایمان و اعتقاد رکھنے کا حکم دیا اور پانچ نخصلتیں وہ ہیں جن پر ہم زمانہ جاہلیت سے کاربند ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ پانچ کون سی ہیں جن پر تمہیں اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا؟

عرض کیا: اللہ پر، انبیاء کرام علیہم السلام پر، آسمانی کتابوں پر، فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: دوسری پانچ جن پر عمل کرنے کا حکم ہے؟
عرض کی: کلمہ توحید کہتے رہیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں، بیت اللہ کا حج کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ پانچ جن پر تم زمانہ جاہلیت سے پابند ہو وہ کون سی ہیں؟

انہوں نے کہا: راحت کے وقت شکر، مصیبت کے وقت صبر، قضا و قدر کے فیصلوں پر راضی رہنا، (دشمن سے) مقابلے کے وقت ثابت قدمی، دشمن کی مصیبت پر خوش نہ ہونا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ بڑے حکیم اور عالم لوگ ہیں۔ سمجھ کی وجہ سے مقام نبوت کے قریب ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: پانچ نخصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ میں مکمل ہو جائیں: جس چیز کو نہ کھانا ہو اسے جمع نہ کرو، جس جگہ نہ رہنا ہو اسے نہ بناؤ، جس چیز کو کل چھوڑ کر جانا ہے اس پر حسد نہ کرو، اللہ سے ڈرو، اس میں رغبت کرو جہاں تم کو ہمیشہ رہنا ہے (آخرت، جنت)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تحائف سے نوازا۔

وفدِ سَلَامَان:

سن 10 ہجری ماہ شوال المکرم میں قبیلہ سلیمان کے 7 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ انہوں نے قحط سالی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی اور جاتے وقت سامانِ سفر عطا فرمایا۔

وفدِ بنی عَبَس:

سن 10 ہجری میں قبیلہ بنو عبس کے 3 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر ایمان و اسلام بغیر ہجرت کے قبول نہیں تو ہم اپنے مال مویشی کو بیچ کر ہجرت کر سکتے ہیں جن پر ہمارا گزر بسر ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں کہیں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہارے اعمال میں ذرا کمی نہیں کرے گا۔

وفدِ غَامِد:

سن 10 ہجری میں قبیلہ غامد کے 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے سامان کے پاس ایک نو عمر بچے کو کھڑا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایک تھیلا چوری ہو گیا۔ واپس گئے تو لڑکا سو گیا تھا اور تھیلا سامان میں موجود نہیں تھا۔ دور سے ایک شخص نظر آیا، ان لوگوں کو دیکھ کر دوڑ پڑا۔ اس کی جگہ پر پہنچے تو گھڑے میں تھیلا موجود تھا۔ انہوں نے کہا کہ بے شک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو قرآن کی تعلیم دیں۔ جاتے وقت شریعت کے احکام لکھوا کر ان کو دیے اور حسب معمول ہدایا و تحائف سے نوازا۔

حجۃ الوداع:

سن 10 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر حج شروع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل، تبلیغ اور تنفیذ کے لیے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنا وقت عنایت فرمایا تھا وہ اب مکمل ہونے کو تھا۔ حج کا مہینہ بالکل قریب آن پہنچا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے 23 سالہ دور نبوت و رسالت کی ہمہ جہت تعلیمات کا خلاصہ پیش فرمانا چاہتے تھے، اس کے لیے دین کی جامع ترین عبادت حج کا ارادہ کیا۔ اطراف مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع پہنچی، تمام قبیلوں کے سردار اور نمائندگان اپنے اپنے قبائل کے افراد کے ہمراہ اس عظیم اجتماع میں جمع ہونا شروع ہو گئے، مسلمانان عرب کے بڑے بڑے قافلے جوق در جوق مکہ المکرمہ جانے لگے۔

میقات پر احرام حج:

10 ہجری 26 ذوالقعدہ التوار کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرما کر

احرام کی چادر اور تہبند باندھا، نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد مدینہ سے مکہ کی طرف سفر شروع فرمایا۔ ازواجِ مطہرات بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ذوالحلیفہ جو مدینہ منورہ کی میقات ہے وہاں پہنچ کر شب بھر قیام فرمایا۔ اس کے بعد دو نفل ادا فرمائے، احرام کی نیت فرمائی اور اپنی قصویٰ اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز میں تلبیہ پڑھا:

لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ
وَالْمُلْكُ لَا شَرِيكَ لَكَ۔

ترجمہ: اے اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

بیت اللہ کی زیارت اور طواف:

سفر جاری رہا، مکہ مکرمہ کے قریب وادی فاطمہ میں پہنچ کر غسل فرمایا۔ تقریباً آٹھ دن کا سفر طے کرنے کے بعد 4 ذی الحجہ 10 ہجری کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو الاکھ صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے ساتھ مکہ المکرمہ داخل ہوئے۔ بیت اللہ پر نگاہ پڑی تو فرمایا: ”اے اللہ! اس گھر کی عزت و شرف کو مزید دو بالا فرما“ پھر بیت اللہ کا طواف کیا، پہلے تین چکروں میں رمل (خوب کندھا ہلا کر اور اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں) کے ساتھ اور باقی چار چکر عام چال سے پورے فرمائے۔ طواف سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلِّیًۢم

ترجمہ: اور مقام ابراہیم کے قریب بھی اللہ کے حضور سجدہ کرو۔

اس مقام پر دو نفل ادا کیے، پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری میں سورۃ الاخلاص پڑھی۔ اس کے بعد صفامروہ پر سعی کے لیے تشریف لے گئے۔ سات

چکر ادا کرنے کے بعد اعلان فرمایا: جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں وہ احرام نہ کھولیں اور باقی لوگ حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن سے قربانی کے اونٹ لانے کے لیے بھیجا تھا وہ ایک سو اونٹ اور یمن کے حجاج کا قافلہ لے کر تشریف لائے۔

میدان عرفات میں:

جمعرات 8 ذی الحجہ صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے گئے جہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نو ذی الحجہ کی فجر کی نماز ادا فرمائی۔

جمعہ کے دن 9 ذی الحجہ منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے۔ نمرہ میں کعبل کا ایک خیمہ نصب کیا گیا وہاں قیام فرمایا، زوال کے وقت اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر میدان عرفات میں تشریف لائے اور اونٹنی پر ہی خطبہ ارشاد فرمایا۔

فائدہ: یہ خطبہ اسلام کے دعوتی اسلوب، نظریاتی افکار، اخلاقی تعلیمات، انسانی حقوق اور معاشرتی نظام کے جامع دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

مسلمان کے جان مال اور عزت کا تقدس:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ”میں آج کے دن مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کرتا ہوں۔ جس طرح تمہیں اس مہینے اور اس دن کا احترام ہے اسی طرح تمہیں ایک دوسرے کے مال، آبرو اور خون کا احترام کرنا چاہیے۔ کوئی چیز جو ایک بھائی کی جائز ملکیت میں ہے دوسرے پر حلال نہیں جب تک کہ وہ اپنی خوشی سے اسے نہ دے۔“

فکر آخرت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یاد رکھو! ایک دن ہم سب کو مر کر خدائے تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے جہاں ہر ایک سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

جاہلانہ رسوم کا خاتمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! یاد رکھو زمانہ جاہلیت کی ہر رسم میرے قدموں کے نیچے ہے میں اسے ختم کرتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے قتل و خون کے جھگڑے آج ختم کر دیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں خود ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے خون سے دستبردار ہوتا ہوں۔“

انسانی مساوات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں! صرف پرہیز گاری خدا کے نزدیک افضل ہے۔“

انسانی حقوق کی پاسداری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”غلاموں اور عورتوں کے تم پر حقوق ہیں۔ ان حقوق کا خاص خیال رکھو۔ عورتوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور مہربانی سے پیش آؤ۔ غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور انہیں وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔“

احساس ذمہ داری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔ بیٹا باپ کے اور باپ بیٹے کے جرم کا ہرگز ذمہ دار نہیں۔“

اطاعتِ امیر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر کوئی حدیثی کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر ہو اور تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔“
 عقیدہ ختم نبوت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! نہ میرے بعد کوئی (نیا) نبی آئے گا نہ نئی امت پیدا ہوگی۔“
 عبادات کی ادائیگی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت نمازیں پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو اور اپنے حاکموں کے فرمانبردار رہو۔ اس کی جزا یہ ہے کہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

افتراق سے بچنے کا دستور العمل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ یہ ہیں: کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔“

تبلیغ دین اور حفاظت دین:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں غیر حاضر لوگوں تک پہنچادیں۔ ممکن ہے بعض سامعین کے مقابلے میں بعض غیر حاضر لوگ ان باتوں کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھیں اور ان کی حفاظت کریں۔“

میراث کی تاکید:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے میراث میں سے ہر وارث کے لئے ثابت کردہ حصہ مقرر کیا ہے اور ایک تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔“

نسب انسانی کی اہمیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بچہ اس کا جس کے بستر پر (نکاح میں) پیدا ہوا اور بدکار کے لئے پتھر! جس نے اپنے باپ کے بجائے کسی دوسرے کو باپ قرار دیا تو ایسے شخص پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس کے لئے قیامت کے دن کوئی عوض یا بدلہ نہ رکھا جائے گا۔“

قابل احترام مہینے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قابل احترام مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحج، محرم اور رجب) کا ذکر فرمایا۔

امانت کی ادائیگی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت کی ادائیگی کا حکم دیا: ”جس کے قبضے میں کوئی امانت ہے تو اسے اس کے مالک کو ادا کر دے۔“

سود کی حرمت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دور جاہلیت کا سود کالعدم کر دیا گیا ہے البتہ تمہارے لئے اصل پر حق ہو گا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کو کالعدم کرتا ہوں۔“

حق رسالت و تبلیغ:

خطبہ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا: ”کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا“ سب نے بیک آواز جواب دیا: آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین بار کہا: ”اے خدا! تو گواہ رہنا، اے خدا! تم گواہ رہنا، اے خدا! تم گواہ رہنا۔“

تکمیل دین کی وحی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو جبرائیل امین اللہ عزوجل کی طرف سے یہ وحی لے کر نازل ہوئے:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِينًا.

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔“

خطبے کا خلاصہ:

اس خطبہ میں اصلاح عقائد و اعمال، اتفاق و اتحاد کا درس، جاہلانہ رسومات کی بیخ کنی، سود کا خاتمہ، مکمل اور متوازن معاشی نظام کا تصور، صالح حاکم وقت کی اطاعت، نسلی امتیاز، قومی، علاقائی اور لسانی عصبیت اور رنگ و نسل کی برتری و کمتری کا خاتمہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ امت کے لیے وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

اذان، نماز اور دعا:

خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ پھر ظہر

اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی۔ پھر موقف میں تشریف لائے اور دیر تک قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا میں مصروف رہے۔ جب سورج ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری فرمائی۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔

مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ رات آرام فرمانے کے بعد صبح نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ واپس تشریف لائے۔ اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اونٹنی پر پیچھے بیٹھے تھے۔ وادی مُحَسِّر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مجھے کنکریاں چن دیں۔ رمی سے فارغ ہو کر میدان منیٰ تشریف لائے، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوا اونٹوں کی قربانی کی۔ 63 اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نحر (اونٹ کے ذبح کا مخصوص طریقہ) کیے جبکہ 37 سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔ قربانی سے فارغ ہو کر معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سر مبارک منڈوا یا۔

تبرکاتِ مقدسہ کی تقسیم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہما کو اپنے دست مبارک سے کچھ بال عنایت فرمائے اور باقی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیے۔

طواف، منیٰ اور وادی مُحَصَّب:

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا۔ زمزم کے کنویں پر تشریف لائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رُخ ہو کر نوش فرمایا اور منیٰ واپس تشریف لے جا کر نماز ظہر ادا

فرمائی۔ 13 ذی الحجہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد منیٰ سے چل کر وادی محصب میں قیام کیا۔ رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ تشریف لائے۔ بیت اللہ شریف کا الوداعی طواف کیا اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد واپس مدینہ طیبہ کے لیے سفر شروع فرمایا۔

خطبہ غدیر خم:

سن 10 ہجری حجۃ الوداع سے واپسی پر حضرت بریدہ سلمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات کی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک بشر ہوں، ہو سکتا ہے کہ عنقریب مجھے پروردگار کی طرف سے بلاوا آجائے اس لیے میں تمہیں اپنے اہل بیت سے محبت کی تاکید کرتا ہوں۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاكَ فَعَلَيْكَ مَوْلَاكَ.

جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس اعزاز پر مبارکباد دی۔ حضرت بریدہ سلمی رضی اللہ عنہ کا دل بھی صاف ہو گیا۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے نام لے کر فضائل و مناقب ذکر فرمائے ہیں۔ درج بالا روایت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں شمار ہوتی ہے لیکن اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلا فصل ثابت نہیں کی جاسکتی کیونکہ محبت اور خلافت دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم نہیں۔

اگر تلازم مان لیا جائے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں فرامین میں متعدد مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اظہارِ محبت موجود ہے۔ تو کیا سب ہی کے لیے خلافت بلا فصل کا نظریہ مانا جائے؟ ایسا عقلاً بھی ممکن نہیں۔

سر یہ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عرب کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ صرف ایک آدمی باقی رہا۔ اس کے پاس بہت مال تھا۔

ان حضرات کو دیکھ کر اس نے کلمہ پڑھ لیا اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کو یہ سمجھتے ہوئے قتل کر ڈالا کہ شاید مجبوری کی حالت میں ایمان قبول کیا۔ اس کی اطلاع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو عتاب فرمایا اور فرمایا: اے مقداد! آپ نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جو لالہ الا اللہ (کلمہ توحید) کا اقرار کرتا تھا۔ قیامت کے دن اگر اس کے قتل کا مقدمہ آپ پر ہو جائے تو آپ کیا جواب دیں گے؟

اسی بارے میں درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا صَرَّيْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَى إِلَيْكُمْ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبَيَّنُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِمَّن قَبِلَ فَمَنْ أَلْفَى عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٩٤﴾

سورۃ النساء، رقم الآیة: 94

ترجمہ: اے ایمان والو! جب آپ اللہ کے راستے میں سفر کرو تو خوب تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص آپ کو سلام کرے اور دنیاوی زندگی کا سامان حاصل کرنے کی

خواہش کا اظہار کرے تو آپ ان سے یوں نہ کہا کرو کہ تم مومن نہیں ہو۔ کیونکہ اللہ کے پاس مال غنیمت کے بڑے ذخیرے موجود ہیں۔ (قبول اسلام سے پہلے) آپ لوگ بھی ایسے ہی تھے، یہ تو اللہ نے آپ پر اپنا فضل کیا۔ لہذا (کسی کو قتل کرنے سے پہلے) خوب تحقیق سے کام لیا کرو۔ بے شک جو کچھ آپ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سب سے اچھی طرح باخبر ہے۔

سر یہ بنو عبس:

سن 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبس کے 9 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قریش کے قافلے کا تعاقب کرنے کے لیے بھیجا۔ (تفصیلات نہ مل سکیں)

سر یہ رعیہ سحیمی رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رعیہ سحیمی اور ان کے قبیلے کی طرف بھیجا۔ یہ حضرات ان کا سارا ساز و سامان اور مویشی لے آئے اور کچھ بھی نہ چھوڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال تقسیم کر دیا تو بعد میں رعیہ سحیمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سارا مال متاع واپس کر دیا۔

سر یہ ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ:

سن 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو امامہ صدیق بن عثمان الباہلی رضی اللہ عنہ کو ان کی قوم کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔ انہوں نے اپنے قبیلے کو اسلام کی دعوت دی۔ سب نے آپ رضی اللہ عنہ کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

وفدِ غنسان:

10 ہجری ماہ رمضان المبارک میں قبیلہ غسان کے 3 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ جاتے وقت عرض کی: ہماری قوم اسلام قبول کرے گی یا نہیں؟ (ہمیں اس کا علم نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سامان سفر دیا۔ انہوں نے اپنے ایمان کو چھپا کے رکھا۔ ان میں دو تو اسی حالت میں فوت ہوئے جبکہ تیسرے جنگ یرموک میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور مسلمان ہونے کی خبر دی۔

وفدِ محارب:

سن 10 ہجری میں قبیلہ محارب کے 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگے: یا رسول اللہ! میں اپنی قوم میں سے اسلام سے زیادہ دور تھا، باقی مر گئے اور اللہ نے مجھے ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ میرے لئے استغفار کیجیے جو میں نے آپ کی گستاخیاں کی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام قبول کرنے سے سابقہ تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

وفدِ خولان:

سن 10 ہجری یمن کے قبیلہ خولان کے 10 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایمان قبول کیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم دور سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق سے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کا وقت ضائع نہیں ہوا، ہر قدم پر آپ کے لیے نیکی ہے۔ جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ حاضر ہوا وہ میری پناہ و امان میں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرائض و احکام سکھائے اور نصیحت فرمائی کہ

عہد پورا کرو، پڑوسی کا خیال کرو، کسی پر ظلم نہ کرو، جاتے وقت ان کو تحائف سے نوازا۔
وفدِ بنی حارث بن کعب:

سن 10 ہجری ماہ ذوالحجہ میں قبیلہ بنو حارث بن کعب کا نجران سے 4 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نجران کی جانب بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا تھا اور یہ حکم بھی دیا تھا کہ پہلے تین مرتبہ انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ قتال کرنا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں ٹھہرے رہے اور اسلامی احکام سکھاتے رہے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو واپس بھجوایا اور ایک وفد لانے کو کہا۔ ان کے وفد میں یہ حضرات تھے: قیس بن حصین ذی القصبہ، یزید بن محجل، عبد اللہ بن فراد اور شداد بن عبد اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ جاہلیت میں دشمنوں پر کیسے غالب آتے تھے؟ کہنے لگے: ہم اتحاد رکھتے ہیں اور کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن حصین رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا۔ چار مہینے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔

مشق نمبر 10

مختصر جواب دیں:

1. وفد ازد میں وہ پانچ خصلتیں کون سی ہیں جن پر وہ اعتقاد رکھتے تھے؟
2. آپ ﷺ کی اونٹنی کا نام کیا تھا؟
3. عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟
4. اشہر حرم (قابل احترام مہینے) کون سے ہیں؟

خالی جگہ پر کریں:

1. جس چیز کو نہ کھانا ہو اسے..... نہ کرو۔
2. اس چیز میں رغبت کرو جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے یعنی..... اور.....
3. تمہیں ایک دوسرے کے مال،..... اور..... احترام کرنا چاہیے۔
4. خدا کے نزدیک..... افضل ہے۔
5. اے مقدار! آپ نے ایسے شخص کو قتل کیا جو..... کا اقرار کرتا تھا۔
6. کے چار مہینے بعد آپ ﷺ دنیا فانی سے رحلت فرما گئے۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

ایمان کی حقیقت پوچھنے پر وفد ازد نے خصلتیں بتائیں:

دس پندرہ بیس

اللہ کے نبی ﷺ نے ہجری میں حج فرمایا:

نو دس گیارہ

آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھے:

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں لوگوں تک پہنچادیں:

رشتہ دار غیر حاضر کافر

سن 11 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی دنیاوی زندگی آخری سال، وفات رسول ﷺ واقعہ قلم و قرطاس، آپ ﷺ کا آخری خطبہ، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم آپ ﷺ کی تکفین و تدفین، قبر مبارک، جنازہ، قبر اطہر کے ذرات مبارکہ، عقیدہ حیات النبی ﷺ، سماع صلوة و سلام، استشفاع عند قبر النبی ﷺ، عرض اعمال، نبی ﷺ اور امتی میں فرق۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل، خلافت نبوی کا مفہوم،

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ، نبوت کی مالی میراث کا مسئلہ

فَدَک کا قضیہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سر یہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 150 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”ذوالخلفہ“ (یمن میں بیت اللہ کے مقابلے میں بنائی جانے والی عمارت جسے کعبہ یمانیہ کہتے ہیں) گرانے کے لئے بھیجا۔ اس مکان میں بنو خثعم اور بنو بَجِیْلہ کابت نصب تھا۔ اس سر یہ میں حضرت ابو اَرطاة رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ ان حضرات نے اس مکان کو گرا کر آگ لگا دی۔

حضرت ابو اَرطاة رضی اللہ عنہ نے (الشکر سے پہلے آکر) یہ خوشخبری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور عرض کی: میں نے ان کو خارش اونیٹ کی طرح چھوڑا ہے (جو ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے اور اس سے نجات نہیں پاسکتا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان کو پانچ مرتبہ برکت کی دعا دی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ رہے تھے کہ راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔

سر یہ علی بن ابی طالب و خالد بن سعید رضی اللہ عنہما:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہما کو ”یمن“ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر آپ ایک ساتھ رہے تو آپ کے امیر علی ہوں گے اور اگر الگ ہو گئے تو ہر ایک اپنی اپنی جگہ امیر ہوگا۔ یہ حضرات یمن پہنچے اور چند بندوں کو قید کر کے لائے۔

سر یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ

عنه کی زیر قیادت چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”یمن“ کی طرف بھیجا۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو وہ لوگ امن اور پناہ طلب کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کا مطلب نہ سمجھ سکے اور ان کو قتل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف دیت ادا فرمائی۔

وفدِ نخع:

سن 11 ہجری میں یمن کے قبیلہ نخع کے 2 افراد پر مشتمل ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں ایک زرارہ بن عمرو بھی تھے۔ دوران سفر انہوں نے خواب دیکھا کہ زمین سے آگ نکلی، میرے اور میرے بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی اور یہ کہہ رہی تھی: میں آگ ہوں، میں آگ ہوں، اندھایا بیٹا، مجھے کھانے دو، میں تمہیں تمہارے مال اور اہل کو کھاؤں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر بتائی، فرمایا: ایک فتنہ اٹھے گا کہ لوگ اپنے خلیفہ کو قتل کریں گے، بدکار لوگ خود کو نیک سمجھیں گے، مؤمن کا خون پانی سے زیادہ اچھا لگے گا۔ آپ دونوں میں سے کوئی ایک پہلے فوت ہو گیا تو دوسرا اس فتنے کو دیکھے گا۔ زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ میں اس فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر ایسا ہی ہوا، زرارہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتنہ اٹھا، حضرت زرارہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیٹا باغی لوگوں کے ساتھ تھا۔

سریرہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ:

سن 11 ہجری ماہ صفر المظفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن

زید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 3000 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ”ابنی“ کی طرف بھیجا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیش آنے والا آخری سریہ تھا۔ 26 صفر المظفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ 27 صفر المظفر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

صفر کی 30 ویں رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت (جس میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے) کو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔

حضرت اسامہ احد کے قریب مقام جُرف میں خیمہ زن تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نازک طبیعت کی اطلاع ہوئی۔ خلفائے راشدین اور دیگر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امیر لشکر سے اجازت لے کر وہاں سے مدینہ واپس لوٹ آئے۔ 12 ربیع الاول بروز پیر آپ رضی اللہ عنہ نے سفر جہاد کے لئے نکلنا تھا کہ آپ کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آدمی بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نازک ہے۔ کچھ ہی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو سب سے پہلے لشکرِ اسامہ رضی اللہ عنہ کو روانگی کا حکم دیا اور جرف مقام تک خود ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ یہ لوگ ابنی کے مقام پر پہنچے، مشرکین سے جنگ ہوئی۔ جو لوگ ان کے مقابلے میں آئے ان کو قتل کیا۔ ان کی خواتین اور ان کے بچوں کو قید کیا گیا، کھیتوں کو آگ لگا دی گئی۔ اس سریہ میں مسلمانوں کا کچھ بھی نقصان نہ ہوا۔ 40 دن کے بعد یہ حضرات مالِ غنیمت لے کر واپس لوٹے۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے استقبال کے لیے باہر تشریف لائے۔ مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں شکرانے کے نوافل ادا کیے اور پھر گھر تشریف لے گئے۔ (حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عمر اس وقت 18 سال تھی)۔ رضی اللہ عنہ۔

میرے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس:

سن 11 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک خاتون کسی مسئلہ کے بارے میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میں آنا۔ اس عورت نے کہا کہ اگر بعد میں آؤں اور آپ کو موجود نہ پاؤں تو کیا کروں؟ یعنی آپ دنیا چھوڑ چکے ہوں تو پھر کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس چلی آنا۔

وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

سن 11 ہجری ماہ صفر المنظر کے آخری عشرہ میں ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ميمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے، اٹھے اور اپنے غلام ابو مؤہبہ رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور فرمایا کہ مجھے بقیع (مسجد نبوی کے قریب قبرستان ہے، جسے جنت البقیع کہتے ہیں) والوں کے لیے استغفار کرنے کا حکم ہوا ہے۔ وہاں تشریف لے گئے، وہاں سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف

لائے، اس وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سردرد کی تکلیف تھی، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا: وَارِئِئَاہَا۔ ہائے میرا سردرد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَلْ اَنَا اَقْوَلُ وَارِئِئَاہَا۔ یعنی کہنا تو مجھے چاہیے کہ ہائے میرا سردرد۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر آپ مجھ سے پہلے وفات پا گئیں تو کوئی فکر والی بات نہیں، میں تمہارے لیے کفن و دفن کا انتظام کروں گا، نماز جنازہ پڑھا کر دعائے مغفرت کروں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نازِ محبوبی میں عرض کی: ہاں! آپ تو میری موت ہی چاہتے ہیں، اگر میں چلی گئی تو اسی روز آپ میرے ہی گھر میں کسی دوسری زوجہ کے ساتھ آرام فرما ہوں گے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیا خبر تھی کہ چند دن بعد خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما کر انہیں تنہا چھوڑ جائیں گے۔ یہ بدھ کا دن تھا۔

کیم ربیع الاول جمعرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری باری ازواجِ مطہرات کے پاس گئے، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا:

تُرْجَىٰ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتَوَىٰ إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ. وَمَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ.

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ: 51

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اپنی ازواج میں سے جس کی باری ملتوی کرنا چاہو یا جس کو اپنے پاس رکھنا چاہو (آپ کو اس کا مکمل اختیار ہے) اور جن کو آپ نے الگ کر دیا ان میں سے اگر کسی کو واپس بلانا چاہو تب بھی آپ پر کوئی تنگی والی بات نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضروری تو نہیں تھا تاہم آپ صلی اللہ علیہ

وہ سلم اس کا بہت اہتمام فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے کہ کل میں نے کس کے ہاں رہنا ہے؟ پیر والے دن ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے عرض کی کہ جہاں آپ کی مرضی ہو وہیں قیام فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور پورا ایک ہفتہ مرض میں گزارنے کے بعد اگلے پیر کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ ہی میں رحلت فرما گئے۔

فائدہ: ان ایام میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں:

1: طبعی طور پر آپ کو اپنی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے زیادہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے انس و محبت تھی۔

2: ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے بستر پر قرآن کا نزول ہوتا تھا۔ بیماری کے ایام میں بھی نزول وحی کا امکان تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب فرمایا تاکہ آپ اپنی زوجہ کے ساتھ ہوں اور وحی کے نزول کا وقت ہو جائے تو وہ نازل ہو جائے۔

واقعہ قرطاس:

جمعات کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عیادت (بیمار پر سی) کرنے کے لیے آئے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَدْ غَلَبَهُ الْوَجْعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ. فَأَخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ
وَاحْتَصَمُوا فِيهِمْ مَنْ يَقُولُ: قَرَّبُوا أَيَكْتَسِبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضَلُّوْا بَعْدَهُ. وَمِنْهُمْ
مَنْ يَقُولُ: غَيْرَ ذَلِكَ فَلَبَّأْ أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْإِخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَوْمُوا.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4432

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں
کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قریب آ
جاؤ! میں تمہیں ایک تحریر لکھ (لکھو) دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے
رہو! بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض میں ہیں،
(لکھوانے کی زحمت نہ دی جائے کیونکہ) ہمارے لئے اللہ کی کتاب (قرآن) کافی ہے۔
اہل بیت نے اس سے (رائے کا) اختلاف کیا اور فریقین اپنی اپنی رائے پر اصرار کرنے
لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر
تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں جبکہ بعض حضرات نے کچھ
اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ یہاں سے اُٹھ جاؤ۔

روافض کا فاسد نظریہ:

روافض کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کاغذ قلم منگوا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل لکھوانا چاہتے تھے، صحابہ
کرام بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ رکاوٹ بن گئے اور تحریر نہ لکھوانے دی۔

پہلی بات:

اگر اس مفروضے کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا معنی یہ نکلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام گئے (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی 23 سالہ محنت سے ایک بندہ بھی ایسا تیار نہ ہوا جو آخر وقت میں آپ کی بات مان کر کاغذ قلم لے آتا۔ حالانکہ تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کامیاب گئے ہیں۔

دوسری بات:

پیغمبر کا منصب ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے پیغام کو ہر صورت پہنچائے، لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے چھوڑے نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ. وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾

سورۃ المائدۃ: رقم الآیۃ: 67

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اسے آپ لوگوں تک پہنچاد بیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ پاک لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں:

فَلَعَلَّكَ تَارِكًا بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقًا بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ كِتَابٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ. إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ. وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿١٢﴾

سورۃ ہود: رقم الآیۃ: 12

ترجمہ: اے پیغمبر! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ لوگوں کی باتیں سن کر ان احکام میں سے بعض احکام کو چھوڑ دیں جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور اس بات

سے آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔

اہل اسلام کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فریضہ منصبی کو ویسے ہی ادا کیا ہے جیسا اس کا حق تھا۔ دین کے متعلق کوئی حکم خدا ایسا نہیں تھا جو انہوں نے اپنی امت کو نہ پہنچایا ہو۔ اس راستے میں تمام تکالیف برداشت کیں، اپنوں کے طعن و تشنیع اور عداوتیں سہہ لیں، جنگیں لڑیں، زخم کھائے بلکہ اللہ کے راستے میں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرایا اور ستایا گیا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذِي أَحَدٌ.

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 2472

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا مجھے اللہ کے راستے میں خوف میں مبتلا کیا گیا اتنا کسی اور کو نہیں کیا گیا۔ جتنی مجھے اللہ کے راستے میں تکلیفیں دی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں دی گئیں۔

لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا زمانہ نبوت اس حقیقت کا گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فریضہ رسالت کو ہمت و جوانمردی، حکمت و بصیرت، فراست و دور اندیشی اور جرات و شجاعت کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔

دشمنانِ اسلام کے دھونس دھمکیاں یہاں تک کہ قتل کے منصوبے بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ مشرکین کا وفد دوسری مرتبہ خواجہ ابوطالب کے پاس آیا، دھمکیاں دیں، ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا: مجھ پر رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کھاؤ، مجھ پر ایسا بار نہ ڈالو جسے میں

برداشت نہ کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے چچا! اللہ کی قسم! اگر مشرک لوگ (مجھے اتنی مشکلات میں بھی ڈال دیں کہ وہ آسمان کا) سورج لا کر میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں کہ میں اس فریضہ تبلیغ کو چھوڑ دوں۔ میں اس فریضہ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو غالب فرمادیں یا پھر میں اس راستے میں اپنی جان دے دوں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں تمام لوگ مخالف تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے دباؤ میں نہیں آئے بلکہ اپنے فریضہ رسالت کو برابر ادا کرتے رہے۔ اب جب مدینہ طیبہ میں دنیاوی زندگی کی آخری بہار دیکھ رہے تھے، ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد لوگ آپ کے اطاعت گزار اور جانثار بن چکے تھے اس وقت صرف ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دباؤ میں آگئے ہوں گے اور ایسے آئے کہ (العیاذ باللہ) فریضہ رسالت ہی ادا نہ کر سکے۔ نبوت کے بارے میں کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

تیسری بات:

کاغذ قلم لانے کا حکم اہل بیت کو تھا، اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے لیکن وہ بھی لے کر نہیں لائے۔ حدیث مبارک میں ہے:

فَاتَّخَذَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ

جس کام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ برابر کے شریک ہوں اور الزام صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لگایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دم بھرا جائے۔ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

چوتھی بات:

کاغذ قلم منگوانے کا مقصد خلافت علی لکھوانا نہیں تھا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت موجود ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ نِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ. قَالَ: فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ قَالَ: قُلْتُ إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعْيُ قَالَ أَوْصِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.

مسند احمد، رقم الحدیث: 655

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کاغذ لانے کا حکم دیا تاکہ آپ اس میں ایسی ہدایات لکھ دیں جن کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت گمراہ نہ ہو سکے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کاغذ لینے کے لئے جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر جائے، اس لئے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے زبانی بتا دیجئے، میں اسے یاد رکھوں گا۔ فرمایا: میں نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کرتا ہوں، مزید یہ کہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔

یہاں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا اور جو بات لکھوانی تھی وہ خلافت بلا فصل والی نہیں تھی بلکہ نماز، زکوٰۃ اور غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی تھی۔

پانچویں بات:

اگر اس بات پر اصرار بھی کیا جائے کہ خلافت بلا فصل لکھوانی تھی تو یہ واقعہ

جمعرات کا ہے، اس کے بعد چار دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں حیات رہے۔ ان ایام میں آپ کو مرض سے کچھ افاقہ بھی ہوا، نماز بھی پڑھائی، خطبہ بھی دیا۔ اگر یہ تحریر لکھوانا لازمی اور ضروری ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان چار دنوں میں ضرور کسی وقت لکھوادیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعرات سے پیر تک چار دنوں میں افاقے کے باوجود نہ لکھوانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ معاملہ خلافت کا نہیں تھا۔

چھٹی بات:

اس واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ رائے کو تصویب و تائید کا تمغہ بخشا ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں اپنی دیانتدارانہ آراء عرض کرتے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آپ کی رائے کے خلاف فیصلہ فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ کبھی فرماتے کہ مجھے ابھی حکم نہیں ملا۔ جیسے: پردے کا مسئلہ، شراب پر پابندی کا مسئلہ۔ کبھی روکنے کے باوجود بھی نہ رکتے جیسے رئیس المنافقین کے جنازہ کے موقع پر۔ کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی اصلاح فرماتے جیسے فتح مکہ کے موقع پر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں انہوں نے عرض کی کہ میں اس کی گردن مارتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! حاطب بدری صحابی ہے۔ مذکورہ حقائق سے تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فیصلوں میں خود مختار تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کام رائے دینا تھا، کبھی اس کو تسلیم کر لیا جاتا اور کبھی نہیں کیا جاتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اکثر آراء کو قرآنی تائید حاصل ہو جاتی تھی جنہیں ”موافقاتِ عمر“ کہا جاتا ہے۔ یعنی ایک بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد سے ذکر کرتے، یہ ایسی بات ہوتی کہ اللہ تعالیٰ

نزول وحی سے پہلے اسی بات کا القاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر فرمادیتے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ بات ارشاد فرما لیتے تو اس کے بعد وحی نازل ہو جاتی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تصدیق کرتی۔ موافقت کا یہی معنی درست ہے۔ موافقات کا معنی یہ نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اصلاً ہو اور اس کے بعد قرآن کا نزول تبغاً ہو۔

جیسے دیگر مسائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ رائے کی اصابت اور درستگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتلا دی جاتی تھی، مثلاً بدر کے قیدیوں کا معاملہ، شراب کی حرمت، پردہ کے احکام، منافقوں کے جنازہ کا معاملہ وغیرہ۔ عین ممکن ہے کہ اس موقع پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجتہدانہ رائے کی اصابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں القاء کر دی گئی ہو۔ تبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوانے کی ضرورت ہی محسوس نہ فرمائی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی صحابی کے عمل کو دیکھ کر (ناراضگی کے بغیر) خاموش رہ جانا اور اس کی تردید و نکیر نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام درست ہے۔ اسے شرعی اصطلاح میں ”تقریر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم“ کہا جاتا ہے۔

اس واقعے میں یہی تقریر الرسول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تائید و تصویب کر رہی ہے۔ یہ حدیث تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت کو ظاہر کر رہی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تصویب کر کے گئے ہیں اور جاتے جاتے امت کو اپنے عمل سے یہ سمجھا گئے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادات اللہ کی بارگاہ میں قبول و مقبول ہیں اس پر قرینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

”دَعُونِي فَأَلْذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِنَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ“

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4168

ترجمہ: اے عمر! آپ کا جواب سننے کے بعد میں نے جو ترک کتابت کا ارادہ کر لیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جس (لکھوانے) کی طرف مجھے اب دعوت دی جا رہی ہے۔

ساتویں بات:

اگر ان حقائق کو تسلیم نہ کیا جائے اور ضد پر قائم رہتے ہوئے یہی کہا جاتا رہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلافت بلا فصل ہی لکھوانا چاہتے تھے تب بھی وہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت نہیں تھی بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت تھی۔ حدیث مبارک میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَبِيهِ وَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ
الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَمِّي الْمُتَمَمُونَ ثُمَّ قُلْتُ يَا بَنِي اللَّهِ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللَّهُ
وَيَأْتِي الْمُؤْمِنُونَ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 5666

ترجمہ: میں نے فیصلہ / ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے صاحبزادے کو بلاؤں اور ان سے عہدِ خلافت لوں ورنہ کہنے والے جو چاہیں گے، کہیں گے اور خواہش کرنے والے خواہش کریں گے۔ پھر (دل ہی دل میں) میں نے کہا (کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں چاہتا اور مسلمان اس کی مخالفت کو ہٹا دیں گے یا اللہ مخالف کو ہٹا دے گا اور مسلمان کسی دوسرے کو قبول نہیں کریں گے۔

آٹھویں بات:

روافض کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بات کرنے کا حق ہی نہیں پہنچتا کیونکہ ان کے نظریے کے مطابق تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح اعلان کر دیا تھا۔ دوبارہ اس معاملے کو لکھوانے کا کیا مطلب؟ علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (المتوفی: 728ھ) فرماتے ہیں:

وَمَنْ تَوَهَّمَهُ أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ عَامَّةِ النَّاسِ (عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشَّيْعَةِ أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَتَقْدِيمِهِ وَأَمَّا الشَّيْعَةُ الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحَقُّ لِلْإِمَامَةِ فَيَقُولُونَ: إِنَّهُ قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِهِ قَبْلَ ذَلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوفًا وَحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ.

منہاج السنۃ النبویۃ، ج: 3، صفحہ: 135

ترجمہ: اگر کوئی سمجھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے، تو ایسا شخص علمائے اہل السنۃ والجماعۃ اور علمائے اہل تشیع کے ہاں گمراہ ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں تو اس لئے گمراہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت بلا فصل پر متفق ہیں اور اہل تشیع کے ہاں اس لئے گمراہ ہے کہ اہل تشیع کا نظریہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی خلافت و امامت کے مستحق تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ قرطاس سے پہلے صراحتاً خلافت علی کا اعلان فرما دیا تھا جس صراحت و نص کے ہوتے ہوئے کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔

نویں بات:

خلافت ابی بکر رضی اللہ عنہ پر احادیث صحیحہ بلکہ اجماع امت موجود ہے۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر نہ تو احادیث صحیحہ موجود ہیں اور نہ ہی اجماع امت۔

وَلَا فِي شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهُ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يُدُلُّ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ يَدَّعُونَ مَعَهُ هَذَا أَنَّهُ كَانَ قَدْ نَصَّ عَلَى خِلَافَةِ عَلِيٍّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِلْعُدْرِ فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَغْنَى عَنِ الْكِتَابِ وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ لَا يُطِيعُونَهُ فَهُمْ أَيْضًا لَا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ.

منہاج السنۃ النبویۃ ج: 6، ص: 318

ترجمہ: کسی مشہور حدیث مبارک میں یہ بات موجود نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمادیا تھا، جبکہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحیح احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ پھر اہل تشیع کا تو دعویٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؛ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر نص قطعی قائم کر چکے تھے۔ اگر ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ جو لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نہیں مان رہے تو وہ لکھا ہوا بھی نہ مانتے۔

دسویں بات:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث مبارک اور سنت کو حجت نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ انہیں مستقل حجت سمجھتے تھے۔

عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ رَجَمَهُ اللَّهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فذَكَرَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ آبَاءَ بَكْرٍ... ثُمَّ قَالَ:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ عَلَى أَمْرَاءِ الْأَمْصَارِ وَإِنِّي إِتَمَّا بَعَثْتَهُمْ عَلَيْهِمْ لِيُعَدِلُوا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث: 1258

ترجمہ: حضرت معدان بن ابی طلحہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! تو اس پر گواہ رہنا کہ جن کو میں نے شہروں کا گورنر بنایا ہے اور میں نے انہیں اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ ان پر انصاف کریں اور ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔

آخری خطبہ:

نماز ظہر کے وقت طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میرے سر پر پانی کے سات مشکیزے ڈالو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حکم کے مطابق آپ کے سر مبارک پر پانی کے سات مشکیزے ڈالے۔ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کی: اس کے بعد احد والوں کے لئے دعائے مغفرت کی۔ پھر فرمایا کہ مہاجرین کی جماعت زیادہ ہوگی اور انصار کی کم ہوگی۔ مہاجرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: انصار میرے محسن ہیں، ان میں جو نیک ہوں ان سے حسن سلوک کرنا اور جن سے غلطی ہو جائے ان سے درگزر کرنا۔ اس کے بعد

فرمایا: اللہ رب العزت نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا آخرت کی نعمتوں کو اختیار کرے لیکن اس نے آخرت کی نعمتوں کو اختیار کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس سے مراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور زار و قطار رو پڑے، کہنے لگے: میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! ٹھہرو، ذرا صبر کرو۔

پھر مسجد کے دروازے بند کرنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ صرف ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابو بکر ہیں، ان سے بڑھ کر کسی نے مجھ پر احسان نہیں کیا۔ تم لوگوں میں سے جس نے مجھ پر احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں نے دنیا میں پورا کر دیا۔ صرف ابو بکر کا بدلہ قیامت کے دن اللہ رب العزت خود دیں گے۔ اگر میں اللہ کے علاوہ کسی کو ایسا دوست بناتا کہ جس کے سامنے میں اپنی ساری ضرورتیں رکھتا اور وہ میری ساری ضرورتیں پوری کر دیتا تو وہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) ہوتے لیکن مجھے ان سے دینی محبت اور اخوت ہے جس میں یہ سب سے زیادہ فضیلت کے مقام پر فائز ہیں اور اس میں ان کا کوئی برابر اور شریک نہیں۔

اس کے بعد فرمایا: اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) کے لشکر کو جلد روانہ کرنا اس لئے کہ بعض لوگ (منافقین) اعتراض کرتے ہیں کہ بڑی عمر کے بزرگوں کے ہوتے ہوئے نوجوان لڑکے کو امیر کیوں بنایا؟ یہی اعتراض ان کے والد زید (رضی اللہ عنہ) پر بھی ہوا تھا۔ اللہ کی قسم! ان کا والد زید اور خود اسامہ (رضی اللہ عنہما) دونوں امارت اور سرداری کے اہل تھے اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔

اور فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام

کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ فرمایا: اے لوگو! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم لوگ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے نہایت پریشان ہو۔ مجھے بتاؤ! کیا کوئی نبی پہلی امتوں میں ہمیشہ رہا ہے؟

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ شَيْئًا ۚ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾

سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ: 144

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے، بھلا اگر ان کی بھی رحلت ہو جائے یا انہیں شہید کر دیا جائے تو کیا تم لوگ (دین اسلام کو چھوڑ کر) اٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اٹے پاؤں پھرے گا (مرد ہو جائے گا) وہ اللہ تعالیٰ کو قطعاً کوئی نقصان نہیں دے سکتا۔ اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو ثواب عطا فرمائے گا۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: اس بات کو خوب اچھی طرح جان لو کہ میں بھی اللہ سے ملنے والا ہوں، تم بھی اللہ سے ملنے والے ہو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ اولین مہاجرین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مہاجرین تقویٰ اور عمل صالح پر قائم رہیں اور اے مسلمانو! میں انصار کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، انہوں نے اسلام اور ایمان کو ٹھکانہ دیا ہے اور تمہیں مال وغیرہ میں فقر کے باوجود شریک بنایا ہے اور تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ یہ بات اچھی طرح جان لو میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم مجھ سے حوض کوثر پر ملو گے، جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر مبارک سے نیچے اترے اور اپنے

حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات مغرب کی نماز پڑھائی۔ جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ بتلایا گیا کہ یا رسول اللہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن شدید بیماری کی وجہ سے نہ اٹھ سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر سے کہو نماز پڑھائے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! ابو بکر بہت نرم دل والے ہیں وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے، اس لیے آپ عمر (رضی اللہ عنہ) سے فرمائیں کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کی صورت یہ تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر نماز ادا کی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں شدت ہوئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا۔

آپ کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر رکھ دیے۔ حضرت

اُسامہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا فرمائی ہے۔
پھر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔

یوم وصال:

12 ربیع الاول پیر کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے کائنات میں اتنی بڑی آزمائش نہیں آئی جتنی نبی الانبیاء، امام الانبیاء، فخر الانبیاء، سید الانبیاء، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن پیش آئی۔ ارض و فلک دم بخود، آفتاب و ماہتاب اشکبار، جن و انس مضطرب، مدینہ طیبہ کے درودیوار سے حزن و ملال کی آہیں، اہل اسلام کا ہر فرد و رطہ غم میں ڈوبا ہوا کہ کائنات کے ہادی اعظم اور محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمالیا، یعنی اللہ کے آخری نبی، رسول اور پیغمبر رفاقتِ اعلیٰ کے عہد کی پاسداری کے لیے لبیک کہہ کر اس جہان سے کوچ فرما گئے۔ اللہ نے اپنے آخری نمائندے کا کل اثاثہ امت کی صورت میں اس کے پہلے نمائندے کے سپرد فرمادیا۔

صحابہ و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم جدائیِ محبوب سے زمین میں گڑے جا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شدید صدمے کی کیفیت میں تلوار نکال کر کہتے ہیں: خبردار! اگر کسی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں، آپ تو اپنے رب سے ملنے گئے ہیں، ضرور واپس آئیں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شدتِ غم کے وجہ سے خاموش ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے روتے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

ایسی سوگوار فضاء میں اسلام، اہل اسلام، اسلامی ریاست اور حالات کو

سنجالتے ہوئے افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔
محبوب کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ حسین تر؛ کی پیشانی مبارک کا بوسہ لیا۔
روتے روتے آپ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ان میں سے ایک نحیف سی آواز آئی:
وَإِنِّي آهٌ! وَإِحْلِيلٌ آهٌ! وَاصْفِيَاءُ.

آہ میرے نبی، آہ میرے جگری دوست، آہ میرے مخلص دوست۔
اس کے بعد آپ کی مبارک زبان سے ایمان افروز، تسلی بخش اور مہنی بر
حقیقت صدا گوئی:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي طَبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللَّهُ
الْمَوْتَ تَلْتَيْنِ أَبَدًا.

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3667

ترجمہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے دنیاوی زندگی بھی بہت اچھی
گزاری اور برزخی زندگی بھی اچھی گزاریں گے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت
میں میری جان ہے اللہ آپ کو کبھی دو موتیں نہیں دیں گے۔ یعنی آپ پر جو ایک موت
آنی تھی سو وہ آگئی۔ اب دوبارہ (قبر میں) آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات
ہی حیات حاصل رہے گی۔

گویا ان الفاظ سے امت کو یہ تسلی دی کہ ہمارا اور نبوت کا رشتہ بالکلیہ ختم
نہیں ہوا بلکہ آپ کی رحمت اور گناہگاروں کے لیے استغفار اور دعا والا سلسلہ جوں کا
توں قیامت تک باقی رہے گا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع:

اس کے بعد معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی کے
قریب سقیفہ بنی ساعدہ نامی جگہ پر اکٹھے ہوئے ہیں اور دیا نندارانہ طور پر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے جانشین کے بارے میں مشاورت کر رہے ہیں کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی بادشاہ کا انتقال ہو جائے تو سب سے اہم مسئلہ اس بادشاہ کی جانشینی کا ہوتا ہے تاکہ مملکت کے انتظامی و سیاسی امور میں خلل نہ آئے۔ نیز یہ کہ ایسے وقت میں دشمن حملہ کر کے ملک کو تباہ و برباد نہ کر دے بلکہ کبھی کبھار تو مصلحت کے پیش نظر بادشاہ کی وفات کی خبر تک کو چھپا لیا جاتا ہے تا وقتیکہ اس کے جانشین کا اعلان نہ ہو جائے۔ اس لیے وقت کا اہم ترین تقاضا یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا تعین کیا جائے۔

نبوت کے بعد خلافت:

حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء و تجاویز کو سنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کا تزکیہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جاہ و منصب کی طمع اور حکومت و اقتدار کا لالچ اور شہانہ ٹھاٹھ باٹھ کی خواہش ان کے دلوں میں نہ تھی بلکہ ان میں ہر ایک دیانتدارانہ طور پر اپنی مخلصانہ رائے پیش کر رہا تھا۔ ویسے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی اور خلافت دور حاضر کی حکمرانی جیسی نہیں تھی کہ اقتدار میں آکر غریبوں کا خون چوس کر جائیدادیں بنانا، لوٹ کھسوٹ کر کے ظلم کرنا، اقرباء پروری کر کے نااہل لوگوں کو عہدے دینا، رشوت خوری کرنا، غریبوں کو قانون کے کٹھرے میں لانا جبکہ امیروں کو چھوٹ دینا۔

خلافتِ نبوی کا مفہوم:

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی معروف کتاب ”ازالۃ الخفاء“ میں خلافت کے مفہوم پر نہایت ہی عمدہ اور لطیف بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اور آپ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ بعد بعثت آپ نے جن امور کا اہتمام کوشش بلیغ کے ساتھ فرمایا... تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی... علوم دین کا احیاء (قائم رکھنا اور رائج کرنا) علوم دین سے مراد ہے قرآن و سنت کی تعلیم اور وعظ و نصیحت، ارکان اسلام؛ نماز، روزہ، حج وغیرہ کا قیام و استحکام، لشکر کا تقرر، غزوات کا اہتمام، مقدمات کا فیصلہ، قاضیوں کا تقرر، امر بالمعروف (عمدہ افعال و اوصاف کا حکم دینا اور ان کو رائج کرنا) اور نہی عن المنکر (بری باتوں کو روکنا اور ان کا انسداد کرنا) جو حکام نائب مقرر ہوں ان کی نگرانی کے پابند حکم رہیں اور احکام کی خلاف ورزی نہ کریں۔ ان تمام امور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود فرمایا اور ان کے انتظام کے واسطے نائب بھی مقرر ہوئے، وعظ و نصیحت فرمائی، صحابہ کو ممالک میں وعظ و نصیحت کے واسطے بھیجا۔ جمعہ، عیدین اور پنج وقتہ نماز کی امامت خود فرمائی۔ دوسرے مقامات کے واسطے امام مقرر کیے، زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل مقرر فرمائے، وصول شدہ اموال کو مصارف مقررہ میں خرچ کیا۔ رویت ہلال کی شہادت آپ کے حضور میں پیش ہوئی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم صادر ہوتا، حج کا اہتمام بعض اوقات خود فرمایا، بعض اوقات نائب مقرر کیے جس طرح 9 ہجری میں حضرت ابو بکر صدیق کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا، غزوات کی سپہ سالاری خود کی، نیز امراء نائب سے یہ کام لیا گیا، مقدمات و معاملات کے فیصلے کیے گئے، قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ گویا خدائی احکامات کو نبوی منہج کے مطابق نافذ کرنے کا نام خلافت ہے۔

خليفة کی ذمہ داری:

یہ کوئی پھولوں کا ہار نہیں تھا کہ کوئی اپنے آپ کو پیش کرتا بلکہ ایک عظیم

ذمہ داری تھی ایسی کہ جہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے ہیں اب اس سے آگے کی جانب بڑھنا ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کی ترقی کے لیے منظم منصوبہ بندی کرنی ہے اور عملاً اس کو پورا بھی کرنا ہے۔ آنے والے حالات بہت کٹھن نظر آرہے تھے، داخلی طور پر منافقین کی شورش کا اندیشہ، خارجی طور پر جھوٹے مدعیانِ نبوت اور ارتداد کا فتنہ، روم و فارس کی یلغار کا خدشہ وغیرہ۔ یوں سمجھ لیں کہ داخلی و خارجی طور پر اسلامی ریاست کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدات کا پہرہ دینا ہے۔ اسلام اور اہل اسلام کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے بچا کر نبوی منہج کے مطابق ترقی و استحکام بخشنا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشاورت کر رہے تھے۔ انصارِ مدینہ میں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا اور انصار کے فضائل بیان کیے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ اے انصار! ہم آپ کی فضیلت، اسلام کی خدمت، اعانت کے منکر نہیں لیکن قبیلہ قریش کو پورے عرب میں جو فضیلت حاصل ہے وہ کسی اور قبیلہ کو نہیں۔ عرب کے لوگ قبیلہ قریش کے سوا کسی اور قبیلہ کے فرد پر متفق نہیں ہو سکتے۔ اس لیے قریش امراء ہوں گے اور انصار وزراء ہوں گے۔

خلیفہ قریش سے ہوگا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما موجود ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہو، کر لو۔ حضرت حباب بن منذر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا:

مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ

ایک امیر ہم انصار میں ہو جائے اور ایک امیر مہاجرین کا ہو جائے۔
 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ
 وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
 الْأَخْمَثَةُ مِنْ قُرَيْشٍ
 امام (خلیفہ) قریش سے ہو گا۔
 فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح الشمائل میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مبارک
 چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔
 انصار کی آمادگی:

حدیث مبارک کو سنتے ہی انصار کے ارادے بھی تبدیل ہو گئے۔ پہلے انصار
 خلافت کی حمایت پر اصرار کر رہے تھے۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ
 نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لیے آپ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوں گے۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مددگار رہے ہیں، ان کے خلیفہ کے بھی مددگار رہیں گے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی
 اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ آپ لوگوں کے خلیفہ ہیں، ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے انصار! آپ کو
 معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ابو بکر لوگوں کی امامت
 کریں۔ تم میں سے کون ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنا چاہتا ہے؟ انصار نے
 کہا کہ اللہ کی پناہ! ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں، ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہو سکتے اسی طرح ایک سلطنت کے دو امیر نہیں ہو سکتے۔ اسی موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات ذکر فرمائیں۔

1: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ثانیِ اَشَدِّينِ (یارِ غار) فرمایا ہے۔

2: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص ساتھی (أَذِيْقُولُ لِصَاحِبِهِ) قرار دیا ہے۔

3: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فرما کر معیتِ خاصہ کو ذکر کیا ہے۔

بیعتِ خاصہ میں انصار کی سبقت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کر سکیں۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما بھی اس مقصد کے لیے تیاری کر رہے تھے کہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کے بعد بالترتیب حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما نے بیعت کی۔ پھر ہر طرف سے مہاجرین و انصار بیعت کے لیے اٹھنے چلے آئے، یہ بیعتِ خاصہ تھی۔

بیعتِ عامہ:

دوسرے دن مسجدِ نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جس

میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں دلائل سے لوگوں کو قائل فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تیار ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ منبر پر تشریف لائیں تاکہ لوگ بیعت کریں۔ کافی اصرار کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی۔ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ گھر کی طرف چلے گئے، بقول امام طبری رحمہ اللہ اسی دن کچھ دیر کے بعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین و تدفین میں مشغول تھے۔ اس وجہ سے ان کو نہ بلایا گیا۔ دوسرے دن حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا گیا۔ جنہوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات سے پوچھا کہ آپ نے بیعت کیوں نہیں کی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے ہمیں پہلے دن خلافت کے مشورے میں شریک کیوں نہیں کیا؟ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار آپ ہی ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! مجھے خلیفہ بننے کی ذرہ برابر حرص نہیں، نہ اللہ تعالیٰ سے اس کی کبھی دعا مانگی ہے۔ حالات ایسے بنے ہوئے تھے کہ ہمیں یہ فیصلہ جلد کرنا پڑا، اگر اس کو آپ کی آمد تک ملتوی رکھتے تو فتنے کا اندیشہ تھا۔ اس کے بعد حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی بیعت کر لی۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بلا فصل خلافت پر اجماع:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

اجماع ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
 أَجْمَعَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَخْلَفُوا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ
 عَنْهُ۔

المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث: 4532 اسنادہ حسن
 ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر
 رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرنے پر اجماع کر لیا۔

خلافت کے بعد پہلا خطبہ:

حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگو! میں آپ لوگوں پر ولی منتخب کیا گیا ہوں حالانکہ
 میں تم سے بہترین نہیں ہوں۔ اگر میں اچھی بات کروں تو تم میرا ساتھ دینا۔ اگر میں
 خطا کروں تو میری غلطی درست کر دینا۔ سچائی ایک امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تم
 میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، میں اس کا حق ضرور دلوں گا۔ جو تم میں
 سے قوی ہے میرے ہاں کمزور ہے، میں اس سے پورا حق وصول کروں گا۔ جو قوم بھی
 اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ترک کر دیتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ ذلت و رسوائی ڈال دیتے ہیں
 اور جو قوم علانیہ برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر مصائب و تکالیف مسلط کر
 دیتے ہیں۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کروں تم میری بات ماننا
 اور جب میں خدا اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔ اللہ تم
 پر رحم فرمائے۔ اب نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تجدید بیعت:

بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ
 انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

کے ہاتھ پر بیعت کی یعنی چھ ماہ بعد۔ واضح رہے کہ اس بیعت سے مراد دوسری بیعت ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا جانا کم ہو گیا تو بعض لوگوں کو وہم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت صدیق سے راضی نہیں۔ اس وہم کو دور کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بیعت کی۔ یہ پہلی بیعت کی تجدید تھی۔

غسل و تکفین:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا۔ مسئلہ یہ پیش آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے اتار کر غسل دیا جائے یا کپڑوں سمیت؟ اچانک ایک آواز آئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بے لباس نہ کرو! چنانچہ انہیں کپڑوں میں غسل دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے رہے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے فضل اور قثم رضی اللہ عنہما آپ کی کروٹیں بدلتے اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانی ڈالتے۔ اس سارے عمل میں حضرت شقران حبشی رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

تدفین مبارک:

غسل اور کفن دینے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تدفین کا ارادہ کیا تو سوال پیدا ہوا کہاں دفن کیا جائے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ جہاں پیغمبر کی روح قبض ہوتی ہے اسی جگہ پر پیغمبر دفن ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی جگہ بستر اٹھا کر قبر مبارک بنائی جائے گی۔

قبر مبارک کی تیاری:

پھر سوال پیدا ہوا کہ قبر کس قسم کی بنائی جائے؟ چونکہ مکہ میں بغلی قبر (لحد) کا دستور تھا اس لیے مہاجرین نے کہا کہ بغلی قبر بنائی جائے اور مدینہ میں شق (صندوق نما) قبر کا دستور تھا تو انصار نے کہا کہ شق تیار کی جائے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ شق قبر بنانے کے ماہر تھے اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ لحد بنانے کے ماہر تھے۔ چنانچہ دونوں کو پیام بھیجا گیا کہ جو پہلے آگیا وہی قبر بنائے گا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد قبر تیار کی۔

جنازہ:

منگل کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے کنارے رکھا گیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کس طرح؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک گروہ حجرہ مبارک میں جائے، درود و سلام پڑھے، پھر واپس آجائے۔ اس کے بعد دوسرا گروہ جائے۔ اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ گروہ درگروہ داخل ہوتے اور درود و سلام پڑھ کر واپس آجاتے۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بھی حجرہ مبارک میں داخل ہوئے اور دعا پڑھی۔ لوگوں نے آمین کہی۔ جب مرد فارغ ہوئے تو عورتوں اور بچوں نے بھی اسی طرح کیا۔

قبر مبارک:

بدھ کے دن نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علی، حضرت عباس اور آپ کے دو صاحبزادوں رضی اللہ عنہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں اتارا۔ قبر مبارک کو کوہان نما بنا کر پانی چھڑک دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت ہی رنجیدہ حالت میں اس بڑی مصیبت پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھتے ہوئے گھر واپس تشریف لے گئے۔

روضہ مبارک:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اسی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔ مستند شارحین حدیث کی معتمد تحقیق کے مطابق یہ زمینی ٹکڑا جنت سے نازل ہوا تھا اور قیامت کو اسے جنت کی طرف اٹھایا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ بغیر کسی تاویل کے جنت کا ٹکڑا ہے۔ یہی وہ مقدس جگہ ہے جہاں صبح و شام آسمان سے 70 ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ جو فرشتہ ایک مرتبہ حاضر ہو کر سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر لے قیامت تک دوبارہ اس کی باری نہیں آتی۔

قبر اطہر کے ذراتِ مقدسہ:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ و نظریہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی مٹی کے وہ ذرات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے ملے ہوئے ہیں ان کا مقام تمام مخلوقات سے افضل ہے حتیٰ کہ بیت اللہ، عرش معلیٰ اور کرسی سے بھی زیادہ ہے۔

حیات النبی ﷺ:

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی عقیدہ اور نظریہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام وفات ظاہری کے بعد اپنی قبروں میں تعلقِ روح زندہ ہیں، ان کے اجسام مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں، صرف یہ ہے کہ وہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ (جسمانی و روحانی لذت کے لیے) نماز بھی پڑھتے ہیں۔

سماعِ صلوة و سلام:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے قریب جو صلوة و سلام پیش کیا جائے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

استشفاع عند قبر النبی ﷺ:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری دنیاوی زندگی میں اہل ایمان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا چاہے وہ دنیاوی کام کاج کے لیے ہو یا مغفرت کی ہو، ثابت ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما کر عالم برزخ میں تشریف لے جانے، قبر مبارک میں آرام فرما ہونے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی و مغفرت کی دعا کرنا، بارش یا کسی اور مصیبت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا درخواست کرنا ثابت ہے۔ اسی کو ”استشفاع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کہا جاتا ہے۔

عرضِ اعمال:

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ قرآن و سنت کے معتمد و مستند مفسرین و شارحین فقہاء، مفسرین اور محدثین بالخصوص اکابر علماء دیوبند نے عرض

اعمال کی احادیث کا جو مفہوم سمجھا ہے اس کے مطابق قبر اطہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے امتیوں کے اعمال اجمالی طور پر پیش ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ اور امتی میں چند فرق:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امتی میں کئی فرق ہیں۔ مثلاً:

1: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (بیک وقت) چار سے زائد نکاح کا جواز ہے جبکہ امتی کے لیے چار سے زائد نکاح جائز نہیں۔

2: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی اور سے نکاح کرنا جائز نہیں جبکہ امتی کی بیوی عدت کے بعد اگر کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو اسے شرعاً اجازت ہے۔

3: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نیند کی حالت میں وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ امتی کا نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

4: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات قبض روح بصورت جس روح (پورے جسم سے روح کو دل مبارک میں سمیٹ دینا) ہوتی ہے جبکہ امتی کی وفات قبض روح بصورت خروج روح ہوتی ہے۔

5: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امتی کی وراثت میں بھی فرق ہے کہ امتی کی مالی میراث وراثت میں منتقل ہوتی ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مال میراث بنتا ہی نہیں اور نہ ہی آگے منتقل ہوتا ہے۔

نبوت کی مالی میراث جاری نہیں ہوتی:

احل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام

کی مالی وراثت جاری نہیں ہوتی۔

دواہم حکمتیں:

1: انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ زندہ کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م 1362ھ) فرماتے ہیں:

اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے مثل ازواج احياء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں سب سے قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں۔

بیان القرآن: ج 1 ص 97

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں وراثت جاری نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو اعتراض کرنے کا موقع نہ ملے کیونکہ اگر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں وراثت جاری ہوتی تو ممکن تھا کہ لوگ یہ اعتراض کر دیتے کہ اس نبی نے اپنی امت سے مال لے لیا ہے اور اگر نبی علیہ السلام کا مالی ترکہ اس کے ورثاء میں تقسیم ہوتا تو منکرین نبوت یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ نبوت کی آڑ میں نبی اپنے وارثوں کے لیے دنیا کی دولت جمع کر رہے ہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے قانون وراثت ختم کر کے ان سب اعتراضات کو ہی ختم کر دیا۔

2: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی تبلیغ پر اجرت اور معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ: میں تمہیں جو تبلیغ (دین) کر رہا ہوں، اس کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا بلکہ اس کی اجرت اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا۔

تبلیغ دین پر اجرت و معاوضہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ یہ رہا ہے کہ وہ بغیر کسی معاوضہ کے تبلیغ فرماتے رہے اس لیے لوگ کہیں یہ اعتراض نہ کر بیٹھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز ان سے مختلف ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا اعلان فرمایا۔

مشق نمبر 11

مختصر جواب دیں:

1. آپ ﷺ نے اپنی آخری عمر میں کس کا سر یہ بھیجا؟
2. خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام تحریر کریں۔
3. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو آپ ﷺ کی موجودگی میں نماز کیسے پڑھائی؟
4. خلافت کسے کہتے ہیں؟
5. حدیث مبارک ”الْأُمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ“ کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے؟
6. قرآن کریم میں موجود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات بتائیں۔
7. اللہ کے رسول ﷺ کی نماز جنازہ کیسے ہوئی؟
8. عقیدہ حیات النبی ﷺ مختصرًا بیان فرمائیں۔

خالی جگہ پر کریں:

1. آپ ﷺ نے مسئلہ پوچھنے والی عورت سے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو..... کے پاس چلی آنا۔
2. آپ ﷺ کو ازواج مطہرات میں سے..... کے ساتھ طبعی محبت تھی۔
3. بے شک اللہ رب العزت کافروں کو..... نہیں دیتے۔
4. کاغذ قلم منگوانے کا مقصد..... لکھوانا نہیں تھا۔

5. آپ ﷺ نے فرمایا کہ..... سے کہو نماز پڑھائیں۔
6. خدائی احکام کو نبوی منہج کے مطابق نافذ کرنے کا نام..... ہے۔
7. قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے..... فرما کر معیت خاصہ کو ذکر کیا۔
8. جہاں پیغمبر کی روح قبض ہوتی ہے اسی جگہ پیغمبر..... ہوتا ہے۔
9. حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے لیے..... تیار کی۔
10. قبر اطہر میں آپ ﷺ پر امت کے اعمال..... پیش ہوتے ہیں۔

درست جواب پر نشان لگائیں:

آپ ﷺ نے سب سے آخری سریہ میں امیر بنا کر روانہ فرمایا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھائے:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ مِيسِرٌ كَيْفَ تَكُونُ أَمْرًا مِيسِرًا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

انبیاء کرام علیہم السلام جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ ہوتا ہے:

صدقہ وراثت و زکوٰۃ